بعون صانع بیمکین ومکان فضل وقدیم خلاق زمین وآسمان
اکبر عمدۃ المتداولۃ کی ربع سوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار
یعنی
غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در المختار
جلد سوم
مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا
اعلان — اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء ہوئی ہے

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ ساسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے ساتھ ہی ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہیں کتب مذہب اہل سنت وغیرہ کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

(فقہ) اردو

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ۔

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔

حقیقۃ الصلوٰۃ۔ مع رسالہ بے نمازان۔

ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ ترجمہ مولانا امیر علی۔

کشف الحجابات۔ ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین۔

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔ از افادات مولوی عبد السلام۔

شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد حیات تنہ دہاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل وغیرہ۔

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

ایضاً فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو درس میں متداول ہر دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی شیخ

حج الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تحقیق الآداب۔ از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔

بنیان۔ در علم نماز و روزہ از ملا معین الدین۔

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی حج

نامہ حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد محمد رحمۃ اللہ علیہ

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔

قدوری۔ شرح مولانا ابوالقاسم عبد اللطیف۔

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔

کنز فارسی از مفتی نصیر الدین کرمانی تحشیہ مع فرہنگ۔

مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ مع ضمیمہ آمد

شرح مختصر وقایہ کو میری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

ایضاً عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر۔ پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم۔

عینی۔ یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینی حنفی المعروف بالعینی نہایت معتمد کامل شرح چہار مجلد ضخیم۔

ہدایہ۔ حاشیہ جدیدہ نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل۔ دو مجلد اس میں (مجلد اول) دونوں جلدیں اولین مع وات

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ ربع سوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد سوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات
اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ا حقوق اللہ
منہ امین ۱۲
خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جسمیں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق ۱۲
مذکور ہو چکے یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اسکے بعد معاملات شروع ہوئے آ نہیں ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اسمیں
معنی عبادت کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ
فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبۃ للوقف ازالۃ الملک
لکن لا الی مالک وہنا الیہ فکانا کالبسیط والمرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع
نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنے ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کا مانند ہوئی ہم
کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب سے لہذا التعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو
اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ
وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ
صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ ہم کہتا ہے یعنے لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے
تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مفید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض وہ

وہ فاسد ہے یا منعقد ہوا ہے کہ نہیں وہ باطل ہے اور مبیع یا ثابت ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے
اور مراد دین سے بیان النقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق
یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور بیان دین سے مراد یہی ہے جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے
زائد ہے تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات
ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اسے مبیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا ہو لغۃ مقابلۃ
شیء بشیء مالا او لا بدلیل قولہ تعالی وشروہ بثمن بخس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل
کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے لہذا مال کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو معلوم ہوا
کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے ضرور نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی ایسا
ہی ہے اور اصطلاح لفظ شراء اور شری اور ابتیاع بھی تملیک کی صورت سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق
اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور شری اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہے اور یہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے
۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اس سے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وہو من الاضداد اور لفظ بیع کا مستعمل اضداد ہے یعنی
خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کی لفظ کے مانند ویستعمل متعدیا بنفسہ ولمن للتاکید وباللام یقال بعتک الشیء وبعتہ لک فہی زائدۃ قالہ
ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے
عرب بولتے ہیں بعتک الشیء وبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا ہی کہا ہے ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی
یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کی
لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عدم اختیار ہے وشرعا مبادلۃ شیء مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع میں بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ
مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ انمیں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں
وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ
المال بالمال بالتراضی) یعنی مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
میں ہے کہ مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے
تمول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعا اسکی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے
وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور
جبکہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی
وجہ مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے
طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جاوے اسواسطے کہ فقط ایجاب
دونوں میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا

ہم کہتا ہی طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ تبرع من الجانبین مبادلے مین داخل ہو اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ
ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہو ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے سے منع کرتا تو کچھ اشکال نہتھا اور ہبہ بشرط العوض وجہ مخصوص سے نکل گیا
اگرچہ مبادلے مین داخل نہ تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہو کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے
بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہی وخرج بمقید مالا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مقید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین
لیکن بیع درہم کی درہم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہو اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہو بسبب
بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز ہو بسبب فائدے کے
کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر صبیر فیہ اور صحیح نہین بدلنا اور بیچ کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے
حصے سے کذا فی الصبیر فیہ یعنے ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو ان کا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھ فائدہ
نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ ورنہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم
ہو تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیئے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل ما القول فالایجاب
والقبول وہما رکنہ او بیع ہوتی ہو قول او فعل سے قول تو ایجاب او قبول ہو اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہو فتح القدیر مین ہو کہ رکن
بیع ایجاب او قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنے تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہو جو تبادل ملکین کی
رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہو شرط بیع کی عاقدین ممیز اور وہ ولایت ہو
جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون او صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جبتک او اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہو
اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہو تو اگر ایک شخص بائع او مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ او قاضی اور وصی کی اور شرط
متعاقدین ہین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین او تمام اہل مجلس اسکو سنا تو اسکی تصدیق
نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق مین چھتیس شمار کیے ہین جسکا جی چاہے اسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہو ہم کہتا ہو
بیع مین شرط یہ ہو کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر او خنزیر خارج ہو گیا
مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر او طحطاوی نے کہا بیع مین یہ شرط ہو کہ مملوک ہو بیع کے
وقت اور ملک ثابت ہوتی ہو استیلا علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث او وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنے
بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہو بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہو او مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک
ثابت ہوگی ہم کہتا ہو ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہو او اسکا حکم تابع تسلیم مبیع او ثمن ہو اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر او مالک ہونا اسکی
استمتاع کا او ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہو او ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم او جواز
بیع کی حکمت انتظام ہو بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہو انسان حاجتمند ہو طعام او لباس او مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا
جوتنا پھر اسمین بیج بونا پھر اسکا سینچنا او حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا او خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود
بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہوسکتا و علے ہذا القیاس تحصیل لباس او مکان مین اسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہون
اس طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک مبادلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شئ مطلوب کو یا زبردستی وہ سے چھین لیتا یا سوال

کرتا یا صبر کرکے مر جاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین مقتضا بین ہے اور رفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے
کذا فی الفتح وصفته مباح مکروه حرام واجب اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں
کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعے کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک
ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوته بالکتاب والسنة والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن
اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واحل الله البیع وحرم الربوا) یعنے اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا
اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے یہاں
قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ بیان مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے
بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین والقبول ما یذکر ثانیا
من الآخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اسکا
نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہے خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے
کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا
تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقا اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو
رضا سے اول پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول
سے ممتاز ہو جاوے الدال علی التراضی قید به اقتداء بالآیة وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکره وان انعقد ولم ینعقد مع الهزل لعدم الرضا بحکمه معه
ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کرنے کے
واسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں
خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرلے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے
سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلة المال بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد
فرمائی (الا ان تکون تجارة عن تراض منکم) شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ البحر الرائق
میں صحیح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر آہ منار اور اسکی شرح میں صحیح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے
صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی
التعریفین ما فی التاتارخانیة لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور
قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنے اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہیں لکن فی القہستانی
ان کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی چنانچہ فقہا نے سلام میں کہا ہے یعنے اگر
سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب اونکا اعادہ اسکا لازم ہے پر شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں
ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم ویرد علی الاول ما فی الاشباه تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علی
مال ویسمی فی الاصطلاح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے اگر عتق

اور طلاق بعوض مال میں مبطل نہیں اور اسکا ذکر کتاب الصلح میں آویگا اگر ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یون ہو کہ بائع نے کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ مین نے اسکو دوسو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہے دوسو دینار پر سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو آپ دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد نہ کرنے کو ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور اسی طرح نظم آئندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہ ہو کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہو کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بنسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہیے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحاوی وفی المنظومۃ المحبیۃ اشعار

وکل عقد بعد عقد جددا فالباطل الثانی لانہ سدی
منہ الشراء بعد الشرا وصحوا کذا کفالۃ علی ما صرحوا
فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا کذا النکاح باعتبار ما انجلی
اذ المراد صاح فی المحقق منہ اذا زیادۃ التوثق

اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنے دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہین آتا اگرچہ بعض مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا ازانجملہ خرید بعد خرید کو علما نے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین ہے بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین اسوقت یعنے درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنے دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین

وہما عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت واشتریت او حالیین کمضارعین لم یقترنا بسوف والسین کابیع فیقول اشتری او احدہما ماض والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونون لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین نے بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جنپر سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنے مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتری یعنے مین اسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ نیت ایجاب فی الحال کے کذا فی المنح ہم کہتے ہین کہ زبان ہندی مین ہر ایسے لفظ سے بیع منعقد ہوتی ہے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا یا مین راضی ہوا یا مین نے لی بعوض اسقدر کے اور برجان مین ہے کہ بائع نے کہا کہ کھا لے اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے وہ طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ گھر یا یہ غلام تجھکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ بحری الدینیہ مین ہے کہ بائع نے ذکر کیا کہ جب تو مجکو اسکی قیمت دے تو مین نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے اور اگر بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہونگے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ انہین معنی معتبر نہین انہین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جب کہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نہ کہا کہ مین نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحاوی ولکن لا یحتاج الاول الی نیۃ بخلاف الثانی فان نوی بہ الایجاب للحال لزم علی الاصح والا لا اذا استعادۃ الحال کالمضارع وکالماضی کابیعک الان لتمحضہ للحال ولیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغۂ

ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے
ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ
صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ایسا ہی الآن کے
مانند ہے یعنی جیسے میں اب تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحفہ میں ہے
کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ہم کہتے ہیں عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال
میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف اردو زبان کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ
بیچونگا اور مول لونگا تو اول میں نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں و اما المتمحض للاستقبال فکالامر لا یصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا
فقال اخذت او رضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہو چنانچہ سیبیع یعنی میں بیچونگا وہ امر کے
مانند ہے اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے
لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم کہتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ
مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر
اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے بلفظ استقبال بیع منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور
مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت
مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعا سے ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعا سے خذہ کا بطریق اقتضا کے
انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعتکہ فخذہ یعنی اسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہ رواج ہے کہ ایجاب یا قبول
بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ
مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا
اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وتصح اضافته الی عضو
یعبر به عنه اضافة العتق الیه کوجه و فرج والا لا کظهر و بطن اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق
کی صحیح ہے چنانچہ منھ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ
پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے اس غلام کا منھ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل علی معنی بعت
و اشتریت نحو قد فعلت ونعم وهات الثمن وهو لك او فداك او عبدك او خذه قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے
مانند اس قول کے کہ ہر ایک نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری
میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے
تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور ذخیرہ میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام
ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی لکن فی الولوالجیة ان بدأ البائع فقبل المشتری بنعم لم ینعقد لانه لیس بتحقیق وبعکسه صح لانه جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ
اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اسکے یعنی

اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وفی القنیۃ نعم بعد الاستفہام کہل بعتنی بکذا بیع
ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز لحقنا اور قنیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے
مجھ سے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سوا تو فلانے
اسکو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہا اور موقوف الصحۃ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص
غائب کے قبول کرنے پر یعنے ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی یا اگر کتابت
رسالت اور اسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ
کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم کذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد
معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین ... چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں ... قبول غائب بنا بر قول
اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق
بعوض مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اسواسطے
کہ یمین ہے یعنے تعلیق بالشرط ہے کذا فی البنایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اسواسطے
کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے (ایجاب کرنے والا ۱۲) وینعقد بالتعاطی
وہو التناول قاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی
القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب وقبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیزوں میں ہو خواہ عمدہ میں خلافا
کرخی کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی قیمت
دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع کا منعقد
ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا سبب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی میں ہے
کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح
اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب نے گوشت
دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاویگا انتہی یا فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احد الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیض
تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدیر میں ہے کہ ... بنا
ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین
سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے
بیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جائے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ
مع التعاطی بعدم الرضا فلو دفع الدراہم واخذ البطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم
رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیئے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی کما لو کان بعد

فقد فاسد کذا فی الخلاصة والبزازیة وصرح فی البحر بان الایجاب بعد القبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بما البیع قبل متارکة الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی
الخلاصة وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ بعد عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصة والبزازیة اور بحر الرائق میں تصریح کی ہو کہ ایجاب
اور قبول بعد عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد
نہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا میں ہو وہ اسی پر محمول ہو یعنے خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہو طحطاوی نے
کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یون نقل کیا ہو کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہو کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے
ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہو انتہی یعنی تصریح قید متارکہ کو خود خلاصہ میں موجود ہو تو بحر الرائق سے تقید کا ثابت کرنا
بیکار ہو اور حموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہو وتمامہ فی الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد
فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہو کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح
بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہو یعنے جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی
باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی وکفی الکرمانی
تسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثة اقوال وقد علمت المفتی بہ اور قول صحیح یہ ہو کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنے بائع اور مشتری دونون کا
دینا ضرور ہو طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہو اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہو اور کرمانی نے اکتفا
کیا ہو مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہوے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بکو وہ قول اول یہ ہو کہ ایک کا دینا کافی ہو خواہ
بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہو کہ تعاطی میں دونون کا دینا ضرور ہو اور تیسرا قول منقول کرمانی کا ہو کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے
ساتھ کافی ہو اور منشاء اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہو کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین
شرط ہو اور بعضے مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہو اور بعضے مکان میں تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے
کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہو اور یہی قول مفتی بہ ہو کذا فی الطحطاوی وحرر فی شرح الملتقی صحة الاقالة والاجارة والصرف
بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہو شرح منتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں
خاص نہیں ہم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہو
فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبه علی اثمانها بعد استهلاکها جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہو بائع سے یعنے بدون
انعقاد بیع کے جب کہ بائع اس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہو ہم
بحر الرائق میں ہو کہ مشہور مطلب کی شرط اسمین یہ ہو کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدے سے یہ مسئلہ مستثنے ہو جو قنیہ میں ہو کہ جن
چیزون کو بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہو علی وجه الخرج یعنے بطور چاہت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خریدے بعد
معدوم ہونے کے تو صحیح ہو انتہی تو یہان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبها الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع
حظوظ الائمة لان مال الوقف قائم ثمة ولا کذلک ہنا اشباہ والقنیة ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضه من المشرف بخلاف الجندی بجرۃ نقیبه
فی الاشهر جیسا تنخواہ کی اتاج چٹھیون کا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھ دیتے ہین صحیح نہیں بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہو کیونکہ
وقف کا مال وہان قائم اور موجود ہو اور ویسا نہیں ہو یہان یعنے عمال سرکاری کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ انکا اسکی آمدنی پر

ازبقال بطور چاہت گرفتن جائز است ۱۲

سو قوت ہو کذا فی الاشباہ والنظائر اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنے والے سے پہنچے قبضہ
کرنے سے جائز ہو بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر قنیہ کی روایت ضعیف ہو
اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اسکو
یاد رکھنا چاہیے اور وہبانیہ نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قنیہ کی روایتیں مخالف قواعد کے ہیں التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہو
انتہی ملخصا وافتی المفتی ابو السعود ببطلان بیع الجامکیۃ کما فی الاشباہ شیخ الدین رملی ... اور فتوی دیا ہے ... کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اسواسطے کہ اشباہ
میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر مدیون سے جائز ہے کہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہ ذمہ بیت المال یا امیر پر ہے اسکے واسطے بعوض جنس کے ... کے قرض
کیا ہو تو اگر سپاہی چاہے کہ اس ... تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیچے ایسے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ تو اسپر قرضہ ہے ... اور دین کا بیچنا غیر مدیون کو
جائز نہیں اور مدیون سے بیچنے کی صورت یہ ہو کہ ... غلام کے سوا ایک غلام پر قبضہ کیا ... باقی رہا ... اسی شخص کے ہاتھ بیچا
چند دراہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہوا اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ بیع ہو منقول کی قبضہ سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی شرح
الملتقی وفیہا وفی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی ... اور اشباہ میں ہے کہ
جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ مال سے خالی ہیں جیسا کہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم
وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص کا
مالک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہو وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول
عن الوظائف بمال اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے تو اسی طرح
اسکے فتوی سے دیا جاتا ہو وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں
اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایۃ میں اور یہ قول متفرع ہے قول ثانی پر یہ کہ عرف خاص معتبر ہوتا ہے کہ حکم عرف عام پر ہوتی ہے
نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تمام بلاد ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہا میں خلاصہ یہ ہے
کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوی
میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل قوی نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعض علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن
نے معاویہ سے نزول عن الخلافۃ بہ صلح کی اسقدر مال پر جو ہر سال انکو کافی ہو اور ... الوظائف ... الحوانیت فلیس
لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیرہ ... انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہے خلو دکان کا ... کہ مالک دکان کو ... کا اخراج کرنا
جائز نہیں اور نہ دکان کا اجارہ دینا ... اگر چہ دکان وقف ہوں انتہی ما فی الاشباہ ... دراہم ... منفعت کا مالک ... مقابلے
میں اسکے دراہم ... خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت ... کہ قریب الانہدام ہو تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو کرایہ ... دکان
کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلا اگر قبل عمارت مکان کا کرایہ ہر روز ایک
دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سو اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت
مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی ... معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے ... اسکو باطل کہتے ہیں
اور صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اسواسطے کہ اوقاف ... کہ دکانیں بازار کی ... اجارہ ... دکانوں کو بنایا ہو

کرنا ہر ایک بائع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک جائے اور اگر دونوں کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا و ما لم یقبل بطل
الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدہما ان لم یجز یہ ہے یعنی مجلسہ علی الراجح نہر و ابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ و کذا سائر التملیکات فتح
اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا
کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خریدتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہوگیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر و کذا صرح ابن الکمال
تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ بجز اعراض اور قیام کے باطل ہوجاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں
ہے و تبدل المجلس اس عمل کے سبب سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے جیسے کھانا اور سونا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا
لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا دونوں بیٹھے ہوئے عاقدین کا اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو
نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور طالب فرض نماز پڑھتا تھا سوا سنت نماز کے اور قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول
کریگا تو بھی صحیح ہے اور اگر مشغول ہوا تو بہ نیت ادا دیگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایۃ میں اختلاف مجلس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر
بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحاوی نے مبسوط کا یہ مختار ہے کہ
اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ میں یہ ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے تصحیح الفتاوی میں کہا کہ
اسی قول کو ہم اختیار کرتے ہیں اور تنبیہ یہ ہے کہ مجلس متعدد ہے کہ جس میں احد المتعاقدین بہ کلمہ دے ایجاب اور قبول کے اور کلام میں قبول نہ ہوں یا وہ اقوال
جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اسکے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اسکے ٹھہرانے پر قادر نہیں انتہی در فتح القدیر میں
صرف خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحاوی و اذا وجد الزوم البیع بلا اختیار الا لعیب او رویۃ خلافا للشافعی اور جب ایجاب اور قبول پائی گئی
تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوائے خیار العیب اور خیار الرویۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے یعنی جب ایجاب و قبول بشرائط مذکورہ کے
موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو فسخ بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد کا
یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو بقائے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ البیعان
بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوتے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں ذکر کیا و حدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال
ثلثۃ قبل قولہما و بعدہ و بعد احدہما و اطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الکون و فی الثانی مجاز الاول و فی الثالث حقیقۃ فحمل علیہ اور حدیث خیار جو شافعی
کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد
اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجہ گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے
تو اسی پر محمول ہوگا ہم حدیث میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی
بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب و قبول کے عاقدین کو
متبایعین کہنا مجاز ہے جیسا کہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہوجانے بیع کے انکو متبایع بولنا بھی مجاز ہے جیسا بچہ کو جوان بولنا تو مشتغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا
بھی حقیقت ٹھہرا اور مشاغل اسوقت صادق آتا ہے جب کہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہے
اور یہ تفسیر ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہے کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبول سے پہلے
مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے چاہے نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تفسیر بھی مجاز سے خالی نہیں

اسواسطے کہ جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو رکن ہی بیع کا ثابت نہو نہ متبایعین اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اول موضع سے ہی یہان حقیقت بعض لفظ کے معنی سے مجاز
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقت معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر وقت حاصل نہین بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا
اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف صریح ہی تو تفرق اقوال کیونکر مراد ہوسکیگا اسکا جواب یہ ہی کہ شرع اور عرف مین تفرق
رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہی قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتب الامن بعد ما جاءتھم البینۃ) یعنی متفرق نہین ہوئے اہل کتاب
مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہی کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین
افتراق رجال سے صریحاً افتراق اقوال مراد ہی نہ افتراق ابدان اب امام اعظم رح کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرانیہ مین اور قیاس قال
اللہ تعالیٰ (یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع عقد ہی قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ (ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون
تجارۃ عن تراض منکم) یعنی نکھاؤ اپنے اموال کو آپس مین خود ناحق طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمھاری رضامندی سے اور بعد ایجاب وقبول کے
تجارت برضامندی صادق آتی ہی بلا توقف علی التخییر تو اس آیت مین حق تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ (و
اشھدوا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کرلو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہی قبل خیار
بعد الایجاب والقبول کے تو اگر خیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو مقصود مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا
تا قرآن اور حدیث کے مطلب مین اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہی کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک
انمین سے عقد معاوضہ ہی کہ بلا خیار مجلس مجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہوجاتا ہی علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر مختصر
وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے شرط ہی مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت علم مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ
دانستن مقدار مبیع اور ثمن شرط ہی اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین
تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر مین ہی منجملہ عبا اور دواب اور اشیاء کے اور مشتری نہین جانتا کہ اسمین کیا ہی تو بیع فاسد ہی
اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہی تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہی اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت
مافی البیت کمتر ہی جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہی صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشکے سے اتنی مشکین فرات کا
پانی کی مثلاً خریدیگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک معین ہی تو جائز ہی بسبب رواج کے اور یہی حکم ہی پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہی اور قیاس مین جائز نہین
اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہی اور ظاہر نہیں یہ جواز پر دلالت کرتا ہی اور مقدار معرفت مبیع اس صورت مین شرط ہی جبکہ تسلیم کی حاجت ہو ورنہ شرط نہین
چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہی پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہی اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو
نہ جانتے ہون اور اسی طرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے راس المال
کے یا جیسا مثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہان تک کہ جدا ہوگئے اور اگر اسی مجلس مین علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہی مع اختیار اور اگر
کوئی چیز خریدی کی سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور
مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل رہی اسی واسطے بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے
اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اس شہر مین دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہی اور مشتری
نے اشیاء مذکورہ مین سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسون پر منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا کوئی اور چیز

خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسی پر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو مقصد متعین ہو جائیگا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس
سے اور اگر مناسبت میں شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لمنہا و وصف ثمن کہ مصری ہے اور دمشقی اور صحت بیع کے واسطے
وصف ثمن کی دانست شرط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہونا صفت اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے
اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع کے مشروع ہونے کا فائدہ
حاصل نہوگا صفت ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک
معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد
وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی میں تو موجب ہو اس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی حاشیۃ السید الشریف چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ
لا یشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور مشار الیہ میں شرط نہیں جسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ جہالت دور
ہو جائیگی اشارہ سے معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی
ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم و تسلم نہوسکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اسمیں معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط
نہیں سو اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون کے ڈھیر کو ان درمون کے عوض جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ دراہم نا کبرہ نظر آتے ہیں پھر مشتری نے قبول کیا تو
بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نا آشنگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم و تسلم کی مانع نہیں کذا فی النہر والمسکین ربویا قوبل بجنسہ او سلما اتفاقا و راس المال
سلم ہو کیلیا او موزونا خلافا لہما کما سیجی تو وقت یکہ مشار الیہ راس المال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا ہے اپنی جنس سے یا سلم ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یا
سلم کا راس المال ہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آویگا اسم یہ ہے کہ جو کہا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار کی شرط نہیں
اس صورت میں ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنی جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کے ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا کیل اور وزن
صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم میں اگر
راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اسمیں
کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما اتفاقا کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام
ہے راس المال میں اور مسلم فیہ میں اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اسوقت موجود نہیں کیونکہ وہ موجل ہے فرع مسلمہ شارح کا کہنا
الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر ولیس خیار الکمیۃ لا خیار الرویۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی میں ہو اور جو دراہم اسمیں ہیں باہر
معلوم نہوتے ہوں تو بائع کو اسمیں اختیار ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اسواسطے کہ خیار الرویۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح
ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا
ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خریدتا ہون بعوض ان دراہم کے جو تھیلی کے ہیں پھر بائع نے اسمیں وہ دراہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو دراہم
شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع میں نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہیں اور اگر اسمیں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار
نہیں بخلاف اسکے اگر اسنے کہا کہ مین نے خریدا بعوض اسکے جو اس خم میں ہے پھر ان درمون کو دیکھا جو اسمیں ہیں تو اسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو
اسواسطے کہ جو تھیلی میں ہے اسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اسکو اختیار ہوگا
اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اسواسطے کہ نقود میں خیار الرویۃ ثابت نہیں وصح بثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن نقد سے

اور یہی اجل ہے جو حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اجل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ حلول منتفی ہے
عقد ہے اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے وصح بل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جسکی مدت
معلوم ہو اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہنچے ہم یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہو اور وہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا
کریگا اور مشتری اسکا انکار کریگا لہذا المجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف الشہر بلیغتی اور اگر بیع مؤجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاویگی اسی کا
فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع وهو مختار فی الاجل فالقول لنا فیه الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اسکا قول معتبر ہوگا جو مدت
کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت سے
بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول ہے اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی فساد کا
اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدره فللمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہے اور دوسرا زیادہ
مدت تو کم مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینة فیهما للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار
مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیه فالقول والبینة للمشتری اور اگر دونوں
مختلف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویبطل
الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کر کے ثمن ادا کرے نفع مدت سے کچھ حسب مدت
مقرر کرے وہ الامر گیا تو اسکا متروکہ ادا سے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فروع مسائل ہم شارح کے باع بحال ثم اجله
اجلا معلوما او مجهولا کنیروز وحصاد وصار مؤجلا صفة بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز
یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاویگی کذا فی المنیه اور ایک نسخے میں صفة کی جگہ قنیه ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر له الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شهر مائة فلیس بتاجیل بزازیه بائع کے ہزار
درہم ہیں مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینہ میں سو درہم دیا کر تو یہ مدت معین کرتا نہیں ہے کذا فی البزازیه یعنی فی الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی
البحر علیه الف ثمن جعله ربه نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرط ملتقط وهی کثیرة الوقوع مشتری پر ہزار درہم ثمن کے ہیں بائع نے حصہ دین
قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہکر کہ اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور
یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت وما یکثر وقوعه لو اشتری بقطع رائجة فکسدت بغیر سبا جدیدة
یجب قیمتها یوم البیع من الذهب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بثباتها لمنع السلطان منها ولا یدفع قیمتها من الفضة الجدیدة لانها ام الغالب غشها فجیدا ورده بما
سوا انا جاعا انا ما نظر غلبه غشه نه الخلاف کما مر فی فصل القرض فتنبه صاحب مسعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر
چلن کے روپیوں سے خریدا پھر انکا رواج موقوف ہوگیا اور سلطانیا پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا اسکے اسلئے
سکہ قدیم کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکموں کو ممکن نہیں بسبب منع کرنے سلطان کے انکے رواج سے اور انکی قیمت نقرئی جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے
اسواسطے کہ جدید سکہ چاندی کی ملونی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام و صاحبین کے اور جس چاندی
میں ملونی غالب ہوگی اسمیں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل میں آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا سعدی آفندی نے ہم طحطاوی نے کہا غالب غش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرض میں اور قرض میں رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وہذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ اسلئے صحت بیع بثمن مؤجل اسوقت ہے جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر عوض عین مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے
کذا فی الفتح ھ ثمن دین سے ثمن نقد اہر یہ مقابل عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہو اور اسکے دینے کا مثلاً اُس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے
اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اسکے ادا مین مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہے وبخلاف جنسہ ولم یجمعھا قدر لما فیہ من ربوا النسا کما سیجی (ای التاجیل ۱۲)
فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونون کو کیل اور وزن شامل نہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا
مین آویگی ھ خلاصہ یہ ہے کہ بیع بثمن مؤجل درست ہے دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف
جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون
کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین کہ بیاج ہے والاجل ابتداؤہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار ففیہ سقوط الخیار
عندہ فافہم اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہے اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اُسوقت سے مدت شروع
ہوگی امام کے نزدیک کذا فی النہایہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتری بثمن مؤجل الی سنۃ منکرۃ فالاجل سنۃ
ثانیۃ بعد التسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکرۃ تحصیلا لفائدۃ التاجیل اور اُس مشتری کے لیے جسنے سال
غیر معین کے ثمن مؤجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال مذکور
کی مدت مین تا تقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو ھ خلاصہ یہ ہے کہ مشتری نے ادا سے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب
اور قبول کے بعد سال بھر تک تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع مین تصرف کرکے ادا ثمن پر قادر ہو
یہ قول ہے امام کا خلافا لصاحبین فلو معینۃ او لم یمنع البائع من التسلیم لا اتفاقا قال القہستانی منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع
نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے ھ اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا
اسی طرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا رجب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی
کذا فی الطحطاوی عن الدر رد الشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ محل خلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدا
مدت عقد کے وقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمی قدرہ لا وصفہ ینصرف اطلاقہ الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جب ثمن کی
مقدار مذکور ہوئی نہ اُسکا وصف تو اُس ثمن کا اطلاق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا
کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے ھ یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اُس
شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اُسی طرف پھریگا اگرچہ اُس شہر مین
اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہے مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ کسی شخص
نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان مین بعوض اتنے دنانیر کے سو اُسنے قیمت نہ دی یہان تک کہ مشتری بخارا مین ملا تو اُسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی
معتبر ہوا انتہی وان اختلفت النقود مالیۃ کذہب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجہالۃ
اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اُسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کرے
ایک نقد کو اُسی مجلس مین بسبب دور ہو جانے جہالت کے ھ بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہے اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین باعتبار
رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت رفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی

قیدلگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج میں برابر ہوں تو مطلق بیع ہو مشتری کو اختیار ہو جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں
یا مالیت میں برابر ہوں رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہو باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع الطعام
ہو فی عرف المتعاقدین اسم للحنطۃ ودقیقہا کیلا ووزنا فا ثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کی جو پیمانے سے ناپ کر یا بطور تخمین اور
اٹکل کے طعام متعاقدین کے عرف میں گیہوں اور اسکے آٹے کا نام ہے اور جزاف کا ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے بمعنی مجازفت ہم کہتے ہیں کہ
علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہو بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع میں عبارت ہے اٹکل سے انتہی مصنف کے
کلام میں طعام سے جمیع حبوب مراد ہیں نہ فقط گیہوں اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے سبب کہ بیع اٹکل سے جائز ہے بلا کیل اور وزن کے سبب دور
ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی ہی میں منقول ہے کہ اٹکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ مبیع اور مشارالیہ ہو کذا فی الطحاوی اذا کان بخلاف
جنسہ ولم یکن راس مال سلم لشرط معرفتہ کما سیجی او کان بجنسہ وہو دون نصف صاع و الا ربوا فیہ کما سیجی بیع جو بطور تخمین
صحیح ہے جب کہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے اور جب کہ سلم کا راس المال نہو اس واسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ باب السلم
میں آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو جیسا کہ اناج نصف صاع سے کمتر ہو اس واسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں ربا نہیں چنانچہ باب الربوا میں آویگا
ومن المجازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قید فیہما وللمشتری الخیار فیہما نہر اور منجملہ مجازفت ہے بیچنا برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہیں
اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی النہر ہم کہتے ہیں نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفت
اسکو اس واسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور
اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن
جمع النوازل میں ثبوت خیار کی تصریح ہے اس صورت میں کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہے کہ غیر معلوم المقدار برتن میں بھی
اختیار ثابت ہو انتہی وہذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر ما یملأ ہذا الطست
جاز سراج اور یہ جب ہے کہ برتن کی کمی اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر
نقصان اور ریزہ ہونے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جسمیں یہ کوٹھری بھر جاوے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو
بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ویسمی خیار التکشف
اور صحیح ہے بیع ہر مسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے بیچا ہو اور اختیار ہے مشتری کو بسبب
متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہیں ہم کہتے ہیں ایک ڈھیر ہے گیہوں یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ میں نے بیچا ہر صاع
عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہے تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اس واسطے
کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہے اور مبیع فی نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کی
صاع یا کسیر کا ہے اور درم یا آنے کتنے ہیں طحطاوی نے کہا خیار التکشف اس واسطے کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحرالرائق میں
بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع میں بیع لازم ہے بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل
تقررہ او سمی جملۃ قفزانہا بلا خیار لو عند العقد وبہ لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عندہما وبہ یفتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی
مجلس میں بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کردیئے

تو بیع صحیح ہوگی باختیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے
نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتوی ہے علم کتنا ہے قفیز ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اس میں لوگوں
سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان قلت ہل یلزم البیع بالرضی من البائع الظاہر نعم بحر در صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا خیار
بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اسکا فسخ معتبر نہ ہوگا اور مشتری کے سبب
کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلثۃ ... قطیع الغنم وثوب کل شاۃ وذراع ... اور تمام میں بیع فاسد ہے
بھیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری اتنے کو ہے اور ہر گز اتنے کو ...
اور شاۃ اور ذراع میں ... یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان میں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہے یا کپڑے
کے تھان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے گز کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد ... تو قیمت
مجہول ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہوں کی
ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی دانوں میں تفاوت نہیں ہے ...
کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عینی ... کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ...
قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں اور اگر جس تھان سے گز دو گز اترنا موجب نقصان نہو تو ... امام کے نزدیک ایک گز کی بیع جائز ہے
جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایۃ البیان ... عدد الغنم فی المجلس ... اور اگر
بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح ...
ہونے سے صحیح ہوگی ولو رضیا ... العقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں ...
تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج رقم کے معنے نقش کے ہیں ...
اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اسکی رقم کے یعنی جو ثمن کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں
سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم التفرق ہوا تو
فساد موکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے اسواسطے کہ بسبب رقم کے
جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہو گئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور یہ دوسرا
عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل
کے بعد نہو اور اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کالابل والعبید ...
مالی بتبعیضہ ضرر کمصوغ واوانی بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے
ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گزوں کی
شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کردیا تو بالکل میں بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو اوپر مذکور
ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ...
کل الی الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان علم تزول الجہالۃ فلا استغراق کیمین وتعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو ...

یہ ہے کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کم میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا
اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے اسمین کم
بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور مکیل اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ
اصطلاح فقہ میں وصف شے اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہو اس سے جب اسمیں حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے
میں اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اسمیں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز
کافی ہو لہذا بعضوں نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو بعض سے معیوب ہو جاوے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا
کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصودا
بالتناول کما افادہ بقولہ وَاِنْ قَالَ فِیْ بَیْعِ الْمَذْرُوْعِ کُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ اَخَذَ الْاَقَلَّ بِحِصَّتِهٖ بصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن اَوْ فَسَخَ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز
بعوض درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہوگیا اسسبب سے کہ علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کرنے
سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے کم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ہے پھر ساٹھ گز نکلا
تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہوگیا اَوْ اَخَذَ الْاَکْثَرَ کُلَّ
ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ اَوْ فَسَخَ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو
کہتا ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خریدنے میں مشتری کو اختیار ہوا تا التزام ما لا یلزم لازم نہ آوے وَفَسَدَ بَیْعُ عَشْرَةِ اَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ
مِنْ دَارٍ اَوْ حَمَّامٍ وصححاہ وان لم یسم جملتها علی الصحیح لان ازالتها بیدهما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گز میں سے اور صاحبین نے
اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے مترجم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے
نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے
زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہوکر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے
تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے
دونگا مشتری کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع
نہیں اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک جو صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا
بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے
تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لَا یَفْسُدُ بَیْعُ عَشْرَةِ اَسْهُمٍ مِنْ مِائَةِ
سَهْمٍ اتفاقا لشیوع السهم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے
تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابه صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی
نہر باقی رہی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جاویں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اسکو کتب فقہ میں کہیں نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت
ہو جاوے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر وَاِشْتَرٰی عَدَدًا مِنْ قِیْمِیٍّ ثِیَابًا اَوْ غَنَمًا عَلٰی اَنَّهٗ کَذَا فَنَقَصَ اَوْ زَادَ

عمامہ اور مانند اسکے اور اگر پاس اپنے تھان ہو جسکا قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونے کے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو
بائع کو پھیرے جیسا کہ مکیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہوا انتہی حلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کرپاس سے بیچے تو جائز ہو مانند بیع عشیر کے ڈھیر سے
اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ وزیادۃ ونصف بلا خیار لانہ انفع فنقص
بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمد یاخذہ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وہو اعدل الاقوال بحر واقرہ
المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنے مخالف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اسشرط پر
کہ وہ دس گز ہی ہر گز بعوض درہم کے تو مشتری اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو
نافع تر ہی اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اسکو ساڑھے دس درم
سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہی کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے
ثابت رکھا ہی میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہی اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہی امام کی دلیل
یہ ہی کہ ذراع وصف ہی اصل میں اور حکم اصل کا اسوقت لیتا ہی جبکہ مقصود بالذات ہو جائے وہ شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی حالت پر وصف
باقی رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم
کے مقابل ہوگا النہر واتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہی کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور ذخیرہ میں ہے کہ امام کا قول
قول صحیح ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہی نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہی آسانی
کے واسطے بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنے قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہی اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب فصل فیما یدخل

فی البیع تبعا وما لا یدخل یہ فصل ہی اسمیں جو بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہی اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل مبنیۃ
علی قاعدتین احدہما ما افادہ بقولہ **کل ما کان فی الدار من البناء** یعنے کل ما ہو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہی کہ اس فصل کے مسائل
کی بناء دو قاعدوں پر ہی ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنے جو چیز کہ بیع کے نام کو
شامل ہی عرفا میں وہ بیع میں داخل ہی بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی
نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم بیع کو شامل ہی جیسے گھر کو عمارت شامل ہی وہ
بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہی زمین اور عمارت سے والثانیۃ بقولہ **او متصلا بہ اتصالا**
دخل فی بیعہا یعنے ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وہو ما وضع لا لان ینفصلہ البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے
اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہی گھر کے تابع ہو کر یعنے جو متصل ہو بیع سے اتصال قرار یعنی جو اسواسطے
نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو اکھاڑ ڈالے جیسا کہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں جیسا کہ لکڑی کی سیڑھی
جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو والا یکن من القسمین فان من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرہا والا لا اور جو دونوں قسموں میں نہیں یعنے نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ بیع سے
متصل ہو اتصال قرار اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہوگی ہم شارح نے قواعد
اس فصل کے طور ہمارے بیان کے دو قاعدے سے بیان کئے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم بیع کو شامل
ہی عرفا وہ بیع میں بلا ذکر داخل ہی دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی بیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہی تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں

مضمون میں ہو تو اگر حقوق اور مرافق سب بیع میں ہو تو بدون ذکر حقوق و مرافق داخل ہوگا ورنہ نہیں کذا فی الطحطاوی **ویدخل البناء والمفاتیح المتصلة اغلاقها کضبة کیلون**
ودومن خشب لا القفل لعدم اتصاله والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلة والرحی لو سفلها مبنیا والبکرة لا الدلو والحبل ما لم یقل بمرافقها

فی بیعها ہو الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گا سبب جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی
کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین
میں گڑا او جما ہو اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا ور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہیں جب تک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے
ضبہ غلاف ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدانہ اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ حدید جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند
کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور ہر سبب اسکے ضبہ او کیلوں بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں
گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل او منقول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل او قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں وہ
گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن
دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور منقول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنواں گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ ڈول
اور رسی جو اسپر معلق ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمیں راڑ کا اور لکڑیاں نکلیں تو
اگر وہ منجملہ عمارت میں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے ہو سے تو انکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع اسکا مالک ہے اور جو جنگلہ کرسی میں ہے کہ
کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستان ہا اور اسی طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے ہم فتح القدیر
میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابوسلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اسکا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ
ابوجعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو تو کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو
تو داخل نہیں انتہی **واما البیر الکائنة فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق** اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ
باب الاستحقاق میں آویگا **ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع** اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے حمامیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور
غسالین کے تغار اور تیلیوں کی مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض
ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء سے مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر **وفی الحمار اکافه ان اشتراه من المزارعین**
واہل القری لا من المکرین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں
یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں انسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگروں کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں
وتدخل قلادته عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اسکا
رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع
میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بکے اور اسپر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا حصہ یا بحکم
ثمن کذا فی فتح القدیر **ویدخل ولد البقرة الرضیع وفی الاتان لا رضیعا او لا یفتی** اور گائے کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اسکا بچہ
داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی
ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے **ویدخل ثیاب عبد وجاریة ای کسوة مثلها تعطیها ہذا او غیرہا** اور غلام و لونڈی کی بیع میں انکے کی بیع

باتصال قرار نہیں بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنے آدمی نے اسکو جہت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مالک نے
زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جب تک بیج نہیں جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جما ہو اور اسکی قیمت
ہو تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت
اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنے اگر زمین کی قیمت بلا زراعت ۹۰ درم ہوں مثلاً اور زراعت
سمیت ایکسو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت ۱۰۰ درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے

ولا الثمر في بيع الشجر بدون الشرط عبر بها بالشرط وثمه بالتسمية ليفيد ان لا فرق بينهما وان هذا الشرط غير مفسد وخصه بالثمر اتباعا لقوله صلى الله
عليه وسلم الثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع اور نہ پھل داخل ہو درخت کی بیع میں بدون شرط کے یعنے مشتری کے مصنف نے بیان یعنے دخول
ثمر میں شرط کی تعبیر کی اور وہاں یعنے دخول زراعت میں تسمیہ کے تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط و تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں
اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرکے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اسکو
شرط کرے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنے تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو
چیر کے تر کھجور کا شگوفہ اسمیں ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ من اشتری
ارضا فيها نخل فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع یعنے جو ایسی زمین خرید کرے جسمیں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرے یہ حدیث مطلق
ہے اسمیں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل بائع کا ہے اور نہیں تو مشتری کا ہے
اسواسطے کہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلا مؤبرة فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع) کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی
تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور
مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے
اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالی اعلم ويؤمر البائع بقطعهما الزرع والثمر وتسليم المبيع الارض والشجر عند وجوب تسليمها فلو لم ينقد الثمن لم يؤمر خانيه
اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونوں کے قطع کر لینے کا یعنے زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنے زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم
واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں ہے معلوم رہنا چاہیے
کہ درخت کا خریدنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھودنے کا
حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہے کہ جڑ مع بیخ سمیت کھودے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک
باریک ریشوں تک کھودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح
کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر
درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو شاخیں کلیں نکلینگی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم ہوگا
اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جماوے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور
محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط میں ہے بحر الرائق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے
درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق میں ہے

اور جہان زمین ماتحت الشجر داخل ہو تو اُتنی داخل ہو جتنا وہ درخت موٹا ہو بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا تو مالک زمین کو
اختیار ہو کہ اُتنا چھیل ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہونچی ہین وہ داخل بیع نہین اور اسی پر فتوی ہو جیسا کہ مین کذا فی العالمگیریہ **ان لم یظہر صلاحہ لان**
ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علیٰ تسلیمہ فارغًا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہو اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے
کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہو تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کر کے **کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ ثمر حیث یجبر الورثۃ**
علیٰ قطعہ الیسر ہو المختار من الروایۃ ولوالجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمول علیٰ ما اذا رضی المشتری فہم
چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین اور وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے پر یہی
روایت مختار ہو کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہ روایت ہو کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اُجرت مثل دیگر یہ محمول ہو
جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہوجاوے یہ کذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہو **ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر**
صلاحہا او لا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہو اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے
تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ھم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہو اور باقی مین اتفاق ہو اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اُس پھل کے
جو لائق انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہ بالاتفاق
صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع
ہوئی تو اصحاب شیخین اور محمد مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہو جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک
جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہو اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہو کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہو کہ اُن مین پختگی اور شیرینی
ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحیحین مین انس سے روایت ہو (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا وعن بیع النخل
حتی تزہو قیل ما زہوہا قال تحمار او تصفار) یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اُنکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع
یہان تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہوجاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہو کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر
نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہو کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہان تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے
مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہو جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوچکی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہو یہ کہ مشتری اُسکی شرط کرے تو حدیث
مین پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقًا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی
کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہو اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہو اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا
محل نہی یہ ہو کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنے کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو
نسائی وغیرہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے تو کس طرح اپنے بھائی کا مال تجکو حلال ہوگا یعنے اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی
اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہوگئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہو تو یہ احتمال مذکور کی گنجائش نہین
تو حدیث نہی اُسکو شامل نہوئی اور جب کہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہو اور اس تقریر
سے ثابت ہوگیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہو بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف
ولو برز بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی ھم
قید اکثر سے یہ شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد
اصل ہے بیع اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل و عرف کے کذا فی الطحاوی **ویقطعہا**
المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں ھم قطع بعد البیع اسلئے لازم ہے تاکہ
بائع کی ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے **وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع** حاوی اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم
رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی **وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت**
الثمرۃ للتعارف وکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علی قولہما الفتوی فتنبہ اور بعضوں نے
کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے جسکو
عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے
اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی [illegible] محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں [illegible] واقع
ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوی [illegible] سے [illegible] **قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا و**
ترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا [illegible] اسواسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے
مول لیا مطلقا یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہے اسکو تصدق کرے فقیروں پر [illegible] زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریق ہے
کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا اسی قدر زیادتی ہے کذا فی العینی مثلا تیس روپیہ قیمت [illegible] دن اور
چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپیہ زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک [illegible] بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی
وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشیء اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار
کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق تعالی ہوا کذا فی شرح العینی **وان استاجر الشجر الی**
وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر
لفساد الاذن لفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع میں درختوں کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ
باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا تاکہ زراعت رکھے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول
ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے
اسکی تحریر کی ہے ملتقی کی شرح میں ھم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود ضمنی ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہیں اور
معدوم [illegible] تضمن کی نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو اور اصل تو وہ موجود ہے پھر تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب
بالکل فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا **والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان الجزء من الف جزء** اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا حیلہ یہ
کہ مشتری درختوں کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ھم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے بدلے پھل مقرر
کرے شرح ملتقی میں ہے کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ میں تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیتا ہوں اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور میرا ایک کم ہزار حصے

شجرے مین انتہی لیکن اس مین قول ہو کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لیے سو اسکو بعد معاملہ کیونکر لیگا ہان اگر یون کہیے کہ شاید بائع نے احسان کردیا او بغیر عقد معاملہ ہی وان
اشتری اصول الرطبۃ کالباذنجان والبطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہ حیلہ ہو کہ اصول رطبہ خرید
کرے مانند بیگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے
وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درخت بھی لگے رہین تاکہ پھل جو ہنوز موجود نہین وہ بھی مملوک ہون تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلون کو انکے درختون
سمیت مول لے لیکن زمین کا مالک بقا سے اشجار کا راضی نہین ہو تو وہ مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیھا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا طریقہ ہے
کہ جسقدر موجود ہو اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت مین تک جسمین کھیتی کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپیہ کو
ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود ثمارھا لہ
البائع ما یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہ حیلہ ہے کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کرے ان پھلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئے یعنی اجازت
بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فان خاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ماذونا فی الترک
بثمن یعنی اگر مشتری ڈرے کہ بائع کہین رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاوے اور پھلے کا بچانا ثمار وغیرہ کا اذن نہین دیتا تو اسکا یہ طریقہ ہو کہ بائع
یون کہے کہ جب مین اذن سے رجوع کرون تو تو ماذون ہو ترک مین یعنی اور صورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہو کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث ما جاز
ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ الا الوصیۃ بالخدمۃ صح افرادہ دون استثنائہا اشباہ جس چیز پر انضمام تنہا بیع کی ہو مثلاً اسکا
نکال لینا بیع سے صحیح ہو مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہو یعنی بلا شبہ جاریہ نہ اسکا نکال لینا یعنی بغیر جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی
الاشباہ اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہین ہو سکتا مثلاً حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کرلینا بیع سے صحیح نہین تو اگر بائع
یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا سوا اسکے حمل کے یا یہ دنبہ بیچا سوا اسکی چکتی کے یا ہاتھ پاؤن کے تو یہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا
کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نتھی اسواسطے کہ یہ قاعدہ عقود مین جاری ہو اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی
جائز ہو اور رد بعد موت کے صحیح نہین کذا فی الطحطاوی وعن الفتح والنہایہ ثم فرع علی ہذہ القاعدۃ بقولہم استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ معینۃ من قطیع
وارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیھا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہو
استثنا کرلینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلون کی بیع سے بسبب صحیح ہونے
ایراد عقد بیع کے صور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے وصح بیع بر فی سنبلہ بغیر سنبل البر لاحتمال الربا اور صحیح ہو بیع گیہون کی انکی
بالیون مین گیہون کی بالی کو مگر نہ بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہون اور بعوض غیر جنس کے اسکی بیع ہو تو صحیح ہو اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی سے
خرید کرے تو صحیح نہین اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون کے مانند ہو اور جوار کی بیع انکی بالیون مین صحیح ہو
وباقلاء وارز وسمسم فی قشرھا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع انکے چھلکون مین صحیح ہو وجوز ولوز وفستق فی قشرھا الاول
وہو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع انکے پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین درست ہو خلافا للشافعی وعلی البائع اخراجہ الا اذا باع
بما فیہ اور بائع پر لازم ہو اسکا نکال دینا یعنے گیہون وغیرہ کا مگر جب کہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اسپر نہین وللمشتری الخیار دتہ
اور جب نسم فتح اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہین دلیل اسکو مقتضی ہو کہ ہان اسکو دیکھنے کے بعد اختیار ہو لینے نہ لینے کا اسکو

مشتری نے ہنوز مبیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر قطن وضرع من نوی وحب قطن ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی
اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہو بنا بر عرف اور رواج کے مترجم یہ جواب ہے
سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہین باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا
فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرفا مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہین بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر
یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بال کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے لکہ انکی
طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح **واجرة کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم** اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے
کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنے تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو انکی مزدوری بھی
بائع پر لازم ہوگی **واجرة وزن ثمن ونقده** وقطع ثمر واخراج طعام من سنبلہ علی مشتر اور ثمن تولنے اور پرکھنے کی اور پھل کاٹنے کی اجرت
اور دانا اوسکے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور یہی ظاہر الروایہ ہے کذا فی الکفایہ خلاصہ مین ہے کہ قطع ثمر کی اجرت
مشتری پر اسوقت ہے جب کہ بائع نے ثمرا درمشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء بہ ردہ بعیب الزیافة مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ
کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی النہر
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرة وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارة البزازیہ صراف کے پرکھ دینے کے
بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اوسکی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارة
البزازیہ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور
دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اوسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان
دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنے اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر
ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے **وسلم الثمن اولا فی بیع** سلعة بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعة اولا
دیا جاوے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو مترجم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون کے
اور بائع نے شیء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین ہو گیا
کیونکہ مبیع اوسکے ملک مین داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جاویگی اور بائع کا
حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن معین کرنے سے معین نہین یہان تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری
اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا
ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون
اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین جیسا کہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز
نہین ذکرہ العلامہ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہو گیا
تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے یہ سواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا
اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو حبس مبیع تا استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن کی میعاد مقرر ہو گئی ہے

تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہو اور بعض مؤجل تو استیفاے ثمن حال تک حبس کا اختیار رہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضامن دیا تو اسکے
حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق
ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کرسکتا تیل خریدا اور برتن دیا اور تول دی وزن کرلینے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت
میں تو یہ قبض ہوگیا اور اسیطرح ہر کیلی اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا
اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو
لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہوئی ورنہ نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ ہوتا
ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوے ہے اور گھوڑا
دونون کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح پر ہوتی ہے کذا فی الحاوی للزاہدی وفی بیع سلعۃ بمثلہا
او ثمن بثمن سلما معا الا لم یکن احدہما دینا کسلم وثمن مؤجل اور مثلی کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اسکی مثل دوسری
ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن مؤجل ہے یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا
جیسا کہ کتاب کو عوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اسواسطے
کہ دونون متاع متعین ہیں یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہین
اسواسطے کہ اسمیں تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کرلی ہو تو اسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے
اور بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق درباب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق میں ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا
قبل سقوط خیار نہیں کرسکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل اور اسکو دریافت
کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے
کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک
وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہا غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لایصح بہ القبض علی
الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط
کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے اور مبیع کے مابین میں تو اگر یون نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری
قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلاً گانون کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنے بائع تسلیم مبیع کا اقرار
کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ
صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت
نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع
کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن پھیر لیگا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہون کو بالیون میں بیچا اور بائع نے انکو
تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھری کے گیہون
خرید کیے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نہ کیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہے اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر بیچ گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ کیا تو یہ حقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب
ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہو تو اسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وجدہ
ای البائع الثمن زیوفا فلیس لہ استردادہ والسلعۃ وجعلہا بسقوط حقہ بالتسلیم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجدہا رصاصا او ستوقۃ
او مستحقا کان لہ نقض بیع بائع نے ثمن کو روپیہ کھوٹا پایا جسکا لینا دینا سوداگرون مین رائج ہو مگر سرکاری یا دشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع
پھیر لینے اور اسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین ہے کیونکہ اپنے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اسکو اسکا اختیار ہے چنانچہ
اگر دراہم رانگ کے ہون یا انپر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہون تو مستردا دمتاع کا بالاتفاق اختیار ہوا چنانچہ رد ثمن کا اختیار ہے کذا فی العینی یعنی اگر
ماہون نے دراہم دین کے اوالیکے عوض دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیر دے اور رہن پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فی بعض
بدل دراہم الجیاد التی کانت لہ علی زید زیوفا علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیوف فہو بالیسترد الجیاد ان کانت قائمۃ
والا فلا یسترد والا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیون کے عوض جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم ہوا کہ
وہ کھوٹے ہین تو انکو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپئے خرچ ہو گئے ہون تو نہ پھیر سکے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض فانہ
اس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جبکہ اسکو قبضہ کرنے کے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد
کما لو کانت رصاصا او ستوقۃ اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپئے صرف ہو گئے ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے چنانچہ اگر رانگ
کے ہون یا انپر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضہ ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوۃ للغرماء وقال
الشافعی ہو احق بہ کما لو لم یقبضہ المشتری فان البائع احق بہ اتفاقا ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعہ
بعینہ فہو اسوۃ للغرماء شرح المجمع للعینی خریدی کوئی چیز اور اسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہون
کے یعنی دراہم سب قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ حقدار ہے اس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری
نے قبضہ نکیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی
متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ (من ادرک مالہ بعینہ عند رجل قد
افلس فہو احق بہ من غیرہ یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے تو شارح
نے ذکر کی اور یہ حدیث اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے
اہم اخص کی کچھ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعہ الاکار لرب الارض جاز وعکسہ
لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیہ نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز
اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی
الخانیہ باع شجرا او کرما مثمرا لا یدخل الثمر وحینئذ لیستاجر الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارتہ خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع
الفصولین قال فی النہر ولا فرق فیما یظہر بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہوگا اور اسوقت بائع
درخت عاریت لیا جاسکے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا
پھلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عنقریب مذکور ہوگا کہ اگر

مشتری فقط پھل خرید کرے بدون درخت کے تو اُسپر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے درصورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہین بیع کو قائم کرین چاہین توڑ دین وجہ تقدیم بیان تقسیم ہے بیع فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ دُرر مین مصرح ہے صاحب دُرر نے کہا کہ بیع کا ہے لازم ہوتی ہے اور کا ہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اُسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجھکو اختیار ہے یا مجھکو چند روز اختیار ہے یا مجھکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجھکو تین دن یا اس سے کم مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یون کہے کہ مجھکو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیثون مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک مین عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اسکے سر مین زخم لگا تھا تو اُسکے واسطے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن کا اختیار مقرر فرمایا تھا اُس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان ثقیل ہوگئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہا کر لا خلابہ یعنی مجھکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھکو بیع مین اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا یعنی ان مین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوے ہین یعنے باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب و خیار التعیین و غبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض بیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرلے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنے اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض اُن دراہم کے جو اس برتن مین ہین پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اُسکو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقد مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار تغریر فعلی یعنے ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گاے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تا بہت دودھ نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہموزن ہو اور خیار کشف مین خیار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع مین لیکن بسبب افتراق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہیے کل ثمن سے لے چاہیے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہو

باب خیار الشرط

بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور صفت مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اسکے
ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا
اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو
لینے دینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے مبیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر
اور مرتہن اسکو جائز رکھے تو مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ میں احکام الفسوخ قال والبیع بالاقالۃ والتحالف فانہ فسخ من جانب
کیا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو سب خیارات کے اسباب کا انیس کو پہونچا اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف
کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوں اور ایک دوسرے کے دعوے سے انکاری
ہو تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کریگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اسکو قاضی
فسخ کرتا ہے کذا فی الحلبی عن الاشباہ واغلبہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی
مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہے صح شرط الخیار للمتبایعین ولاحدہما ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا
بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے
ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت
یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت
نہوگا کذا فی البحر فی بیع کلہ او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ
وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہے فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے
شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار
شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جب کہ بیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر
وہ چیز خریدی کہ جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر
یا مبیع کو لے اور تجھپر ثمن کا دینا واجب نہیں یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی
وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنے اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے علی
ہذا کہا توقیت مجہول بھی تابید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت
کوئی وقت مقرر کرنا ۱۲ ہمیشگی ۱۲
مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجکو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر فیفسد فلکل فسخہ ... نہیں تین دن
سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنے
صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ
خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنے اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر
ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگڑ کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جاگڑ لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں تحریر الخ
ویجوز ان اجازہ من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر

یہ بیع ہر طریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہو گی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہو گا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہو گا تو عتق مشتری نافذ نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ فان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام الابیع خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولیٰ پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ہم یعنی مصنف نے اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں فا سے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی نوعا کا ہے اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر نے اسکو بلا تفریع ذکر کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فھلک الفاقا فیہلک علی المشتری بالقیمۃ ای بدل المبیع المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہو گی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنے بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمۃ ہے جتنی اسکی قیمت ہو پہنچے کذا فی النہر یعنے اگرچہ ثمن مسمی قیمت سے زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ہم در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہو گئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض بقصد خریداری کی بات چیت سے ہو اسمیں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاک ہوا اور اگر ہلاک ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم خانیہ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ہم وکیل نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو ہم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجکو دے تا میں اسمیں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے

نزدیک امام صاحب کے تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہیگا کہ یہ کپڑا مجکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا تو اوسکے
کہ یہ قبض علے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اوسنے تامل اور تخمیر کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہین اور دوسری صورت
مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر و علے سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو رکھنے کی
بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اسکا ضمان لازم آویگا اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا اوسنے گرو رکھنے کے قصد سے
ایک چیز نکالی صاحب دین سے کہا یہ چیز بعوض اپنے دین کے رکھ لو اور وہ اسکے پاس ہلاک ہوگئی تو قرضدار پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی
قیمت دین سے اقل ہے تو اسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر قیمت سے ہے تو اسکا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو یا مانند حقیقت رہن کی ہوئی کذا فی الطحطاوی
و علے سوم القرض بالقرض سا وصہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے صورت اسکی یہ ہے
کہ زید نے خالد سے دس روپیہ قرض مانگا خالد نے اسکو مثلاً ایک تھالی دی کہ اسکو دس روپیہ پر رکھ لے پھر تھالی زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس
روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اس مین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ رہن امانت ہے راہن کے ذمہ پر اور قرض کے ذمہ پر امانت
نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض سا وصہ کے ہے کذا فی الطحطاوی و علے سوم النکاح لامۃ اذا ہلکت اور اگر قبضہ ہوا
لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا کہ اسکے مالک کے اذن سے نکاح
کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اسپر لازم ہے و خرج عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ
بالثمن اور بیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے اسواسطے کہ ہلاکی
مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن و قیمت مین یہ فرق ہے کہ ثمن
وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بنظر بازار کے بغیر زیادتی و نقصان
کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع یدہ مانند معیوب ہوجانے بیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹنا
یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی
صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح خیار مع قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع و اخذ النقصان القیمی
لا المثلی لشبہۃ الربوا اھ تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا
فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحمادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس
کچھ عیب اوسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے و بثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت
ثانی یعنی درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا و بیرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر
الرد ابن کمال اور اگر بیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے رکھے
چاہے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری
خلافا لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا و یلزم اجتماع البدلین والسود علی موضوعہ لنقض
بشرائہ قریبہ اور درصورت خیار مشتری بیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک مشتری اسکا مالک
ہوجاتا ہے تا بیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری ہی اسکا

ملک نہو تو پھر مبیع سائبہ ہونا صادق آوے سے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا
یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار
کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم
خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کر گئی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے
جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے
خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل
یہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تا عاقد غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری کا مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع رشتہ
قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا
والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر **ولا یخرج شیء منہما** ای من مبیع و ثمن من ملک بائع او مشتر **عن مالکہ اتفاقاً اذ کان الخیار لہما**
وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ
بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور ان مین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط
اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجاے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت
خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کا حال مین نہ ہین کذا فی النہر **وہذا**
الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اعتق عزک فحم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو
علامہ عینی نے اپنے اس قول اعتق عزک فحم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حروف بحروف کرتا ہے الالف من الاعتاق ونشر الی بخیار زوجۃ
بقی النکاح الف اشارہ ہے اوس سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین جو زوج کی
ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی
پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی **والعین من الاستبراء فحیضہا فی المدۃ**
لا یعتبر استبراء اور عین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر نہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین
تو حیض استبراء مین شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبراء نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی
بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر **والزاء من المحرم فلا یعتق محرم**
ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم
ملک کے بخلاف صاحبین کے **ق من القربان لمنکوحتہ المشتراۃ قبل ردہا الا اذا انتقصہا** ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی
بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اسمین نقصان آگیا ہو تو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے
جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت نہو نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا
ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بولی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب
قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی ملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو کہ نقصان بھی لاحق نہوا ہو اتفاقاً

نہیں در ایسے منقول ہی کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو
ع من الودیعة بانه فیهلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہی ودیعت سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر
قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے
بواسطۂ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی
ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اسکی ودیعت صحیح ہی اسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز من الزوجة المشتراة لو ولدت فی المدة فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمه العقد لان الولادة
عیب درر وابن کمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ
مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہی کذا فی الدرر وابن کمال
هم ایسا ہی شرح وقایہ مین بھی ہی کہ اگر مشتری کے پاس جنیگی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری
اسکو پھیر نہین سکتا سے وہ اسکی مملوک ہوگی وفی البحر عن الخانیة اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصها الولادة لا یبطل خیارہ
واقرہ المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہی کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا خیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت
سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی کذا فی
الطحطاوی ک من الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہی کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا مدت
خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہی اور بصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی
الطحطاوی ف من الفسخ لبیع الامة فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا
واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہی اسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ
مشتری اسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثله بالخیار فاسلم احدهما فهو للبائع عینی وتبعه المصنف لکن عبارة
ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ان دونون عاقد سے مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہی کذا فی شرح العینی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا هم شرح وقایہ مین بھی
اسلام مشتری مذکور ہی چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہی یعنی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہی یعنی مشتری پر اتفاق بائع ہو اسواسطے کہ
مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نکیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک نہ ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم
آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہی اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہیگا اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا
مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م من المأذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانه ولی عدم التملک کل ذلک عنده خلافا لهما رمز ہی
ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کر دیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہوگا بنابر استحسان کے اور خیار بعید کا
باقی ہی اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہی یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے هم صاحبین کے نزدیک عبد ماذون
مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور
ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکی کوئی چیز نہیں ہے تو اسکا قبول یا نہ کرنیکا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایۃ قلت وزید علے ذلک مسائل منہا
ثبت التعلیق بان قال ان اشتریتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق یعنی کہتا ہوں اور مسائل مشروحہ کے اوپر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جسکا
اشارہ تھی ہے چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ومنہا استدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ فلیس باختیار [illegible] اشارہ ہے [illegible] یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ
یا عارہ کے اختیار نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مدام ہوئی خواہر زادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک [illegible] سکنی ملک میں لا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے
کہ صورت [illegible] اختیار باطل ہوگا [illegible] ومنہا بطلان البیع [illegible] یعنی اسکا شریکیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا
[illegible] وجود صید تو بیع باطل ہو گئی یعنی بیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو [illegible]
بیع منتقض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد ہوں مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ انکا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک انکا مالک مشتری
ہے حلبی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو ان مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھویں مسئلہ میں داخل ہے لیکن
کسب میں جسکی رمز کاف ہے وزاد المصنف فی بیع مسلمین [illegible] فی المدۃ [illegible] الرمز الی الرمز ولم ارہ
لاحد فلینظر اشارہ ہے [illegible] یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل ثمانیہ کو لفظ تتصدر ہم رموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ
کسی نے ان مسائل کو اس لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی [illegible] فہم تتصدر یعنی اپنی [illegible]
رکھ دال حق تعالے کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگون کی تعلیم کر اقدر انکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگون کے نزدیک
تو صدر نشین ہو اجاز من له الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان
المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار رکھا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اسنے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے
بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو
اجازت لاحق نہیں ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا
علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع فسخ کی
اور اسکے ساتھی کو علم ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہے اور
فسخ باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار
اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جس پر رد بیع کیا جاوے
کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے
تو مجھکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے مخاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہو کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل
بلا علمہ اتفاقاً کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہو جیسے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی ہو اسلیے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ
اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صریح کیا مثل فسخ بالفعل کی مثال یہ ہو کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے
مثلاً مبیع اگر غلام ہو اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہو اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال
کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنے نقود نہو اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی
عن الفتح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہو اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے خیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو
یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوگی اور بائع
کو اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے اختیار شرط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع خیار ثابت ہو کذا فی الطحطاوی
او جنونہ اور بیہوشی موت کے مانند ہو کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا
مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع فسخ نہین
ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہو اسکی حیات مین اسواسطے کہ خیار عبارت ہو ارادے اور مشیت سے داراوہ مورث
اسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہو کہ ارث اسمین جاری ہو جو انتقال پذیر ہو مانند اعیان
کے اسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہو کہ خیار التغریر یہ ہو کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا
مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر ابحث ہو مصنف کی اور خیار النقد بحث ہو صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا
کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لانہ یورث خیارہ در حقیقۃ ذلہ اور
خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے خیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہو امور مذکورہ مین یہ نہین کہ
مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہو کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہو تو خیار العیب وغیرہ
وارث کو کیون ثابت ہوتا ہو خلاصہ جواب یہ ہو کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب جو وارث کو ابتداءً ثابت ہوا ہے
کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہو جو عیب سے سالم ہو اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہو تو عند التحقیق سو وہ مورث مین مبیع ہو بصفت سلامت
عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہو صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور
صاحب نقایہ نے تصریح کی ہو کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہو تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ
وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر
الی فرج داخل بشہوۃ والقول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہو مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری
یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہو آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہو چنانچہ تدبیر اور کتابت سے
اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے
قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہو کذا فی الفتح ہم اجارہ اور
نظر مین لف نشر مرتب ہو یعنے اجارہ ایسا تصرف ہو جو بدون مالک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہو جو بدون ملک کے

حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن وارث سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کیسیت کا سینچنا بیچ کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا
شکستہ ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہیں اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شرط البائع الخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم ابی بکر ام لا کان
اجازۃ ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت
سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب
کے باب میں آویگا اور اگر بہ علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکر سکیگا ہم حسب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف
کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے
اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ یہ فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے رفعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر
بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا معراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط
بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جسمیں خیار شرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج
بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیچا ہوا
سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے
خرید کیا اور اسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر
من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے مشروط ہو
اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی ہے
جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرط المشتری او البائع کما افیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ
عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد
کذا صح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے
مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا بہنسی نے ثم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد
ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم
ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے
اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد العاقدین کو غیر کے
واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا وکذا فی
البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع
دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر یعنی جبکہ نائب اور منیب میں سے
ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر
ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحمت کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے کیونکہ اسوقت اسکا مزاحم نہ تھا اور

شخص متاخر کا فعل لغو ہو ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی زمانہ واحد میں پائی گئی تو فسخ
زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیرا اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی
المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینهما جاز فسخ الفسخ اجازة واجیب بمنع کونه اجازة بل بیع ابتداءً اگر
اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ
فسخ کرنے پر اور فیما بین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے
کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے هم نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع
کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انه بالخیار فی احدهما
ان فصل ثمن کل واحد منهما وعین الذی فیه الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو خیار ہے ایک غلام میں اگر
ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں خیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے هم صورت اسکی یہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں خیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل
فقط لا یصح لجهالة المبیع والثمن او احدهما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط
غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی
جہالت کے سبب سے یعنے درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے هم عدم تعیین اور تفصیل کی یہ طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے
دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے
اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے لا محالہ اسکا ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت الی الخیر میں ثمن بیع پر
منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضا الانواع الاربعة اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے شرط ہو تو اس میں بھی
چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں هم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین بیع صحیح ہے اور اگر
تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تفصیل ہے یا فقط تعیین ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے فرع مسئلہ متعلقہ شائع کا وکله ببیع بشرط الخیار فباعه بلا شرط
لم یجز ولو وکله بالشراء والحالة هذه نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی
والوکالة فليحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید
کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی
بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک
بدون اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتها
اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے هم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو
چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت
چنانچہ کیلی اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہوا تو انمیں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ
بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی هم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں

ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ تینوں میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار التعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ بعتنی احد غلامین
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے تو قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے جو خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی کذا فی النہایہ
میں اسکو ذکر کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیار التعیین اسواسطے ہے تاکہ مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرے کہ جسکو اپنے موافق اور مناسب
دیکھے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں کیونکہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب معلوم ہے اسکا جواب یہ ہے
اسپر قول میں دیا لانہ قد یرث قیمیا ولقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بہذا الشرط لتحقق الحاجۃ الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کا مستحق قیمت والی چیز کو بطور وراثت
کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو بشرط خیار التعیین بیچتا ہے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی خیار
التعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور بنا احکام نوادر پر نہیں کذا فی
الطحطاوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلاثۃ لوجود جید وردی ووسط خیار التعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت روائی کے
تین چیزوں سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے کیونکہ خیار التعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزوں ہی سے
مقصود ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیزیں یا زیادہ میں خیار التعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے وہ مدت خیار
شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کی مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک اگر تین دن میں تعیین کردے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے
بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت
کے اسکو خیار التعیین ہوگا تین دن تک بعد اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار الشرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا شرط
نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح مع انتفاء شیٔ ہو کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار التعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع
لازم ہوگی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو دونوں مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا
مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یرده الاخر بل بطل خیاره خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے
ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃ یا دلالۃ اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا ہو نافذ
یا حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہیں کرسکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ الاخر ورضاه بالعیب خلافا لہما لتضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے
امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت
کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہو اینہ اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر
نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر
ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفا نصف اس میں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترکہ میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کرسکتا کما یاتی ثم البیع لو اشتری
رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما ای البائعین فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا انما لہما
جمیعا چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار ہیں بیع اور عدم بیع میں
پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اس واسطے کہ مشتری بسبب
شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ او حرفتہ کذا کذا فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ
والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور
لکھنا اسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی درجہ صادق آوے تو مشتری کو اختیار ہے
اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اس واسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابلہ
مین کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اسکے نہ پہنچنے
رو بیع مین اختیار ہے اور شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اس واسطے لگائی کہ ہر شخص باعتبار رفع حاجت نفس روٹی پکا لیتا ہے یا اکثر لوگ
بقدر فعل سے اسکو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الخیار
اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہیں تو اسپر قبض بیع کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہان تک کہ اسکا
وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہر باقی خیارون کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت
فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیا وے اور جو تفاوت ہو دونون مین
مین اتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون
تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فانہ یفسد لانہ شرط فاسد لا وصف
حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے
سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہان تک کہ اگر شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودھ دینے والی
ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اس واسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا
کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا پیٹ پھول گیا ہو یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر
دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہیں اس واسطے کہ نہر الفائق مین تصریح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا
صحیح نہیں بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف مین غرر نہو یعنی اسکے وجود مین تردد نہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اسکی شرط
صحیح نہین مگر بمعنی برائت وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الحلاوی عن الطحطاوی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار
علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا
مگر شرط کرنے سے تو عارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ
چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوے مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک تو مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک
کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب خیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب
صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ فالقول
للمشتری بیمینہ وجاز للبائع وطیہا در روانقہ بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی شرط خیار پر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیر دی اور یہ
کہا کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت

کرنا جائز ہے کذا فی الدر رادر اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہ معیاد الطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے
اور ہر بیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہ حکم ہوا تو اسکے غیر مین بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فروج مین زیادہ تر احتیاط لازم ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی
لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہے اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال
ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اعاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم **ولو قال البائع عند رده كان يحسن لكنه نسي عندك فالقول للمشتري**
لان الاصل عدم الخبز والكتابة فكان الظاهر شاهدا له اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو
پھیر دینا چاہا اور بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور
کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ھ صفات عارضہ مین عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات عارضہ سے
ہین لہذا اسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے **ولو اشتراه من غير اشتراط كتبه وخبزه وكان يحسن فنسيه في**
يد البائع رده عليه لتغير المبيع قبل قبضه زیلعی **قال ولو اختار اخذه اخذه بكل الثمن لما مر ان الاوصاف لا يقابلها شئ من الثمن** اور اگر غلام کو خریدا
بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے
مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باوجود اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف
مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو با اختیار رد اس
حال کے مشروط کے مانند ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **باع دارا فيها من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا ليس فيها شئ من ذلك لا خيار**
للمشتري گھر بیچا ان چیزون کے ساتھ جو اسمین داخل ہین منجملہ شہتیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اسمین یہ چیزین کچھ نہ نکلین تو
مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاے مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم اختیار
سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اسکو ثابت
ہوگا کذا فی الطحطاوی **شرى دارا على ان بناءها آجر فاذا هو لبن او ارضا على ان شجرها كلها مثمرة فاذا واحدة منها لا تثمر او ثوبا على انه معصفر بعصفر فاذا هو بزعفران**
فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اسکے سب درخت پھلنے ہین سو
انمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اسپر کسم کا رنگ ہے اور اسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات
مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہین اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی **ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو**
بغل جاز وخير وبعكسه جاز بلا خيار لكونه على صفة خير من المشروط مجتبی **فليحفظ الضابط** اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے
اور اسکو اختیار ہے لینے نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا اختیار یعنے پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری
کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید کی کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار
خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہین سکتا **البيع لا يبطل بالشرط في اثنين وثلاثين موضعا** مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے
بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو

عقد مقتضی ہی بلا شرط تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہی یعنی موجب عقد کے موکد ہی
اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع مین اسکا جواز وارد نہین لیکن
اسکا رواج ہی چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کردے یا پرانا پھٹا کپڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کردے کہ قیاساً جائز نہین لیکن استحساناً
جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی اور مختار النوازل مین ہی کہ شروط مفسدہ معاوضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اسمین احد المتعاقدین کا
نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ کے شباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے
بائع کے پاس اور مانان مجلہ بیع بشرط الکفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بے علیہ بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی
تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گاے کا شیردار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ لکھا
شرط علی انہا حلوب ان المشتری لا یفسد وان الرغبۃ فیہ بدائع بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہین اور اگر
رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرود ہزیان کا شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری
فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد قانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اسکا
حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا
ذکر کرنا حمل کو براءت کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین رغبت رکھتے ہین انکی اولاد
لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا
ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہی
یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز الا اذا کان
یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہی بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف
مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہی چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری
کے البتہ اسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ ستی ما ین مالعرف بالعیان انتہی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین
ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین
سیر بھر گھی لت کیا ہی اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدہ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھیر
نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معائنہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ
اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے
طیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پھیر نے کا فروع اسکی کثیر ہین اور اختصار تفسیر اگر تو اہل تفسیر سے ہی تو تکثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرویۃ

یہ باب ہی خیار الرویۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشی
الی شرطہ غیر ظاہر لما یجی ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہی سبب کی طرف اور وہ جو بعضون
نے کہا کہ منجملہ اضافت شی کے ہی اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت شرط نہین

ثبوت اختیار کے نہ شرط ہے ثبت فی اربعۃ مواضع الشراء الاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیٔ بعینہ لان کلا منہما
معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور
صلح میں یعنے وہ صلح جو شی معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ
کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ نہیں کذا فی الفتح ھم فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ میں نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ
مراد ہیں تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اسمیں خیار ہے اور عقود غیر منفسخہ جیسا نکاح اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو
صح الشراء والبیع لما لم یراہ ھم صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ھم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی
عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ
کرنا مبیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر مبیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور
اخی زادہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ھم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور
منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف
نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہوا ور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا
اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں اسکے بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط
جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا راہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے
ھم ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مول لے ایسی چیز جسکو نہیں دیکھا
تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور
حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنہیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی
ہو اگر مشک ہو یا بیکر مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا
پھر اسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی مبیع کا حال اس سے
بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بینا سے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راہ الا اذا اعادہ الی
البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو نہ پھیرے جبکہ اسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی
پھیر سکتا ہے مگر جبکہ مبیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود
للمعلق قبل الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص
حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ھم رضا سے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے
تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری
نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع
مستحکم نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص
ما لم یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت رہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

اس طرح سے کہ اور بیاولی گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے
معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولفظ جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعها طیبۃ اور جو گوسفند بالیدہ دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکے
تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھ کافی ہے کذا فی الطیبیۃ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لان المقصود جو بہرہ اور گاے اور اونٹنی شیردار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ
وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار وصحنها علی المفتی
بہ اور رؤیتہ دهن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا
شیشہ میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہے
میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں ووکیل شراء اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہے کہ
فلانی چیز خرید کر لا رؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی الدرر کافی نہیں رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہے اور صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری کسی
ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار
ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو
کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر
کے مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں وہم ازانجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول امام اسکی شہادت مطلقاً
نہیں اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنی بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر جو وقت کہ وہ
نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور ضمانت کا حکم جن نے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجاے
اسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ وسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے
سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہے اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبید وکذا کل ما لا یعرف بالجس
والشم والذوق عند رؤیتہ اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور
چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجاے رؤیت مسقط خیار ہے هم بیان اوصاف اشیاء مذکور بابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہے تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف
بمنزلہ رؤیت ہو او نظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو
سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا هم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہو گیا تو
اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی هذا کلہ اذا وجدت المذکورات کشم الاعمی وکذا رؤیۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوها من
قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بها ای بالمذکورات لا انها مسقطۃ کما غلط فیہ بعضهم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ
ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او هلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھ اسوقت ہے جب کہ اشیاے مذکورہ
چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیار سے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ
یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوے تو اسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے
اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ
مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت کے

هم وجوه بتانا عیب اسواسطے پھیر دینا درست ہوا اگر بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور بلا کسی نقصان بیع کی صورت ہے مثلاً دو کپڑے
مشتری نے خریدے کہ پھر ایک کپڑا اچھا پایا ہی بیع لتسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے اور اون للاکار ان یرد ہما قبل الرویۃ فزعما البطل لان
ذہابہ مرۃ کفعلہ عیبی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرویۃ باطل
ہو گیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی و لو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رویۃ ولا عیب
لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خریدا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور نہ خیار العیب
کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر و طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے جو
شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہو گیا و من
رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الاخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الاخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونو
کپڑے خریدے پھر اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزون
یعنی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے و لو اشتری ما راٰہ حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو راٰہ لا لقصد شراءہ ثم شراہ فلہ الخیار
ظہیریۃ و وجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ خیر لعدم
الرضی درر فلا خیار لہ الا اذا تغیر فیخیر اور اگر خریدا اس بیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانا کہ یہ بیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جبکہ وہ متغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر بیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اس کو
اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ جو لقب ساجد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شراء کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ جانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو خیار
بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ہم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہیں لیکن صاحب البحر نے یہ قید لگائی کہ وقت
خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ بوجہ قوت
دلیل ہے جب اعتماد اس قید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریۃ مین یہ قید بصیغہ قیل یعنی مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب ڈال کر لونڈی کو
اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپیٹا اور
خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا راسہ شیا بافرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرف فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین بثوبین لتفاوت لانہ ربما
یکون الاردی بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اسکو خیار الرویۃ ثابت ہوا اور
اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین لپیٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہے تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کا ہے ولو سمی لکل واحد من الثیاب
عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر منجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے
کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذ اختلفا فی التغیر ان المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ
جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہون بیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر
عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

اور وہ جائز نہیں کر شفعہ میں کذا فی الدر المختار اور البحر میں طحطاوی نے کہا یہاں تفرق عقد سے کچھ ضرر نہیں ہو اسلئے کہ اگر مشتری دونوں بیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کچھ نہ لیتا اگر ان دونوں
سے کسی کا اقرار ثابت کر سکے تو وہ ہر حال میں اخذ نہیں علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے مشتری کیں دو باحد ہما عیب شفعہ الا یدرد بعیب
والا لما صرخرید کیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب پایا اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے ورنہ نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم ذکر یہ ہو چکا کہ بعض
مبیع کا پھیرنا یا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے سبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ہو لغت یا تحقیقہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہوتی ہے جو اصل خلقت میں داخل نہو
و شرعا ما افاد ہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں ذکر کیا ہے وجد بمشریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جو ہو
عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف افادہ بکل الثمن اور وہ جیسے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہے
سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی البحر اور تو مبیع کو تمام ثمن دیکر پھیر سکتا ہے سوداگروں سے وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہے ہر تجارت
اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہو اپنی شرح میں تمام تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب کا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے گو فقط کاروں کے نزدیک خاص عیب ہو میں
بیع میں نقصان ہو یا نہو یا فقط نہو اہو شفعہ سے عیب صادق آتا ہے اگر بیع منفعت میں کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن سے منفعت زور اور غلام کا عیب ہے فاحل ہے
تجار کو عام ہو اسواسطے کہا کہ کا سے بیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہو گا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت میں اسکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں
اسکے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور پیشہ ور ارباب صنائع نا قص کہیں اگرچہ انکی تجارت اور صناعت میں سے نہو مشتری کو رد
میں اسواسطے خیار ہوا کہ مطلق عقد سلامتی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا ہاں اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب آیا
تو بقدر اسکے ثمن کم ہو گا اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسائل خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہو کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو دوسرا مشتری
کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ان اللہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل الاحرام جاریہ
یا کپڑے سے خون کا دھونا النادر صورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہو گا ۵ عدم شرط براءت ایک عیب یا جمیع عیوب ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سواگر
زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا بخار زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہو گا کذا فی الطحطاوی وما لم یتعین ہم سالکہ بھلا لیں فاحرا اوجنا
در صورت عیب اسوقت تک خیار رہے جب تک اسکا بیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا
یا ایک نے تو اسکا رد بیع ممتنع ہو بقدر نقصان پھیر لینا چاہیئے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ الاف فلم یرد بالعیب
بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا وجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی
لا یرجع اور محیط میں ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی کی اور قیمت اسکی تین ہزار ہیں تو رد بیع نکرے بسبب عیب بائع کے بخلاف
خیار شرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ اسمیں رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق
میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدا اور اسمیں عیب پایا اور کفن دینے
شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں ہے یہ احد سے مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ یعنی عدم
رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں سے جنمیں رجوع بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزازیہ میں وذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیۃ انہ لو رد بالعیب
ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح میں قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہے کہ کاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا ہے چنانچہ

غلام کو بیچ کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ بیچنے والے نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ چیز یا ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ ثمن
موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں لے سکتا
بسبب اقرار وکیل کے اور اس واسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے کیونکہ وہ امین ہے اور ہماقتہ نہیں کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا ان الابق من
الی البائع فی البلدة ولم یختف عنده فانه لیس بعیب چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں
بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف
فی التنویر والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے ھم کہتے ہیں تین قول ہیں ایک
قول کہ جو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر اور جانوروں کا
بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبة البائع بالثمن قبل عوده من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام
کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقة الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی اولیسیر کفلس وفلسین اور بچھونے پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے سولی سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ھم اگر کچھ شے کے واسطے چوری کرے یا
کھانے سے زیادہ چراوے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعه بالسرقتین عیبا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اسکے منقطع ہونے کے دونون چوریون کے ھم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہے کہ
غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو ہر سبب سے نصف ہوگا
تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذه رجع بثلاثة ارباع ثمنه عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع
اسکے ثمن سے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلها تختلف صغرا مع التمییز وقدره بخمس سنین او باکل ولبس وحده واستنجاء فی الجوهرة فلو لم یاکل لم یلبس
وحده لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانها فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانة وفی الکبر لسوء اختیاره وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف ہیں بسبب طفلی
اور جوانی میں اسواسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خبث اور بد ذاتی سے
اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان
اسکا جوہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالة
بان یثبت اباقه عند بائعه ثم مشتریه کلاهما فی صغره او کبره له الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے
پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ھم جب طفلی یا جوانی
میں دونون کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیم ثابت ہوا
فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ وہ منع ہو وعند الاختلاف لا لکونه عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ وہ
نیا عیب ہے ھم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو مشتری اسکو اس عیب سے نہیں پھیر سکتا کیونکہ
طفلی کا سبب قصور کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا اس عیب کے جو قبل بیع کے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں
مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعیب حم عند بائعه ثم حم عند مشتریه بان نوعه له رده والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے
پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہو تو اسکو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ھم فائدہ میں مذکور ہے کہ نوع حمی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی

وقت میں دونوں کے پاس عیب آئی ہو اور اگر اسکے بغیر قضا یا رضا بائع رد کی ہو تو پھیرنا جائز نہیں یہی محفوظ ہے جیسا کہ بحر میں ہے کذا فی الطحطاوی ولو وجد به بولا ثم ذهب
حتی رجع بالنقصان ثم بلغ هل للبائع ان يسترده بالنقصان لزوال ذلك العيب بالبلوغ ينبغي نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب
کرتا پایا پھر اُس میں دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہو گیا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیر لے
مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے ابتداءً بسبب قواعد مذہب یہ ہے کہ ہان پھیر لے نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الظهيرية والجنون هو اختلال
القوة التي بها ادراك الكليات تلويح اور جنون یعنی دیوانہ ہونا اُس جنون عبارت ہے اُس قوت کے خلل سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلويح هم
یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح میں یون ہے کہ جنون عبارت ہے اُس قوت کے اختلال سے جو تمیز کرتی اشیاء حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدرک ہے کذا فی
الطحطاوی وبهام تعریف العقل انه القوة المذكورة ومحله القلب وشعاعه في الدماغ اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت
ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدرک ہے کلیات کی اُسکا نام عقل ہے اور اُسکا محل دل ہے اور اُسکی روشنی دماغ میں ہوتی ہے کذا فی الدرر ويعود الاختلاف
بهما الاتحاد سببه بخلاف ما مر وقيل يختلف اتحاداً یعنی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیب کہ مذکور
ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح المتقی هم جب یہ ثابت ہوا تو اگر غلام مجنون ہوا
طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب یعنی اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے وهو مقدار ما فوق
يوم وليلة اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے
اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطلق عیب ہے نہ غیر مطلق کذا فی البحر ولا بد من معاودته عند المشتري في الاصح والا فلا رد الا في ثلاثة زنا جارية والتولد من الزنا والولادة
فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہے قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب کے پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد مبیع بلا معاودت
جائز ہے لونڈی کی زناکاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح هم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اس سے ہمیشہ ضعف ہوتا ہے جو زائل
کبھی نہیں ہوتا فتح القدیر میں کہا اسی قول پر فتوی ہے قال الكمال في البزازية الولادة ليست بعيب الا ان توجب نقصانا وعليه الفتوى واعتمده في النهر کہا ہے
لیکن بزازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہے هم پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہان
قاضی اور مفتی مختیر ہیں والحبل عيب في بنات آدم لا في البهائم اور نہر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب ہے نہ جانوروں میں والجذام والبرص
والعمى والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور
بیماریاں عیوب ہیں وكذا الادرة وهو انتفاخ الانثيين والعنين والخصي عيب اور اسی طرح فتق یعنی دونوں فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے هم
بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا الفتق والخصا عيبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی واذا اشترى على انه خصي فوجده فحلا فلا خيار له جوہرہ
اور جبکہ مشتری نے غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اسکو تندرست نر پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ عیب
اسکا تو مشتری سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط وكذا نتن الانف بزازية والزنا والتولد منه كلها عيب فيها لا فيه لو امرد في الاصح
خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہیں لونڈی میں
نہ غلام میں اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصہ هم امور مذکورہ لونڈی میں اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہیں یعنی لونڈی کی خریدے
ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیاء اسکے مخل اور مانع نہیں خواہ غلام امرد
یا غیر امرد الا ان يفحش الاولان فيه بحيث يمنع القرب من المولى گرچہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام میں بشدت ہوں اسی طرح پر کہ بیان سکے

پاس آنے کی منع ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او یکون الزنا عادۃ لہ بان تکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح پر کہ
زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی والاواطۃ فیہا عیب مطلقاً اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہو
کہ مانع ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علامت آبنہ کی دلیل ہے اور اگر
اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ هم آبنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی حالت ہو جائے کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی
اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علامت آبنہ کی دلیل نہیں بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ وہ مطلقاً
مطلقاً عیب نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیہا اشتری حمارا فلم یطاوع الحمران ... والا لا اور قنیہ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جس پر گدھے
چڑھتے ہیں اگر برضامندی اسکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ نفس کی ذلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں والتخنث ... فان کثر رد لا ان قل بزازیہ اور زنخا
اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر قلیل ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیۃ والکفر باقسامہ وکذا الرفض
والاعتزال بحر عیب فیہما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر ... عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ
مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج هم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہیں وہ رافضی ...
... اسواسطے کہ وہ کافر میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبعۃ عشر ... ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول
البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب
ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہ ہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینہ سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک هم اور محمد کے نزدیک چار مہینے
دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوے مسموع نہ ہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آئسہ میں کذا فی الطحطاوی
فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے ولا الاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور
قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی هم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال
لا المؤجل بعتقہ فانہ لیس بعیب کما افادہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اسی دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اسکی
آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے هم دین سے مراد وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن
مولے لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان
کی ہے هم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولے اور عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العینین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج
کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثؤلول بمثلثۃ کعصفور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایۃ اور بال اور
نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سبل جالا اور کوتاہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکنا اور مسا ثولول ثا سے مثلثہ
بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے
مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے [illegible] مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے
بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا
کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والسرقۃ ... وہو من اہل

بسیار و فقطا الا ان یعمل بالیسار ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص اپنے ہاتھ سے بھی کام کرے جیسا کہ
فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب و شرب خمر جیبر او قمار ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ
اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الطحطاوی عن البحر و عدم ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہ ہونا
اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید ہوا سطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے
صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب
نہیں کذا فی الطحطاوی و عدم تحمل حمار رقة اکل دواب و نکاح و کذب و نمیمة و ترک صلوٰة و لکن فی القنیة ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور
کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں باعث
نہیں وقیدہا لو ظہر ان الدار مشومة ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری اس
بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومة المحبیة والخال عیب لو علی الذقن اتی او الشفة لا اتحاد العیوب کثیرة
برہان رتنہ منہا او منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو تو گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان سے بچاوے
آمین حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن و وجب الارش و ان قبلہ خیر اخذہ او ردہ بکل
الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سو اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر
عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو بعوض نقصان کم کرکے یا اسکو
پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الچلپی ہم چلپی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے قولہ او ردہ سے فقط اور اسکی وجہ ظاہر تھی کیونکہ
معلوم ہو بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے تو لفظ اخذہ سے متعلق ہونے کا لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان مبیع میں پانچ حال سے خالی نہیں مبیع
بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا تو اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل
یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہو تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اسکو پھیر دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر
مشتری سے ہوا تو مشتری لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو سب ثمن دیکر اور
اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اس سے ثمن ساقط ہوا اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک
کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم
سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے
ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب
ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے جیسا کہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں
میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اپنی پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا
بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الچلپی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ و المشتری علی قدمہ
فالقول للبائع والبینة للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں
ہم نے الفاظ میں قاضی خان کی شرح سے صریح ہے کہ دونوں عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

وہ اختیار کا منکر ہو انتہی تو بائع کا قول اُس وقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہوں اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرا لاجل مؤنۃ الا فی بلد العقد
بھر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اُسمین پھیر دینا جائز ہی باوجود بار برداری
کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہی کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنیٰ وعنہ مالو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ او
وھبہ او باعہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر اُن مسائل مین رجوع
نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بارہ ہین اور انمین ایک یہ ہی کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اُسکو اپنے طفل صغیر
کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع اقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی البحر ثم رجوع نقصان کا طریقہ یہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے پھر
عیب کیساتھ کیجاے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت کا ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے
کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر
ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ
متن مین موجود ہی وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہی کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اُسمین ایک قدیم وجود تھا
اُسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضاے تولیت یہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور سینا طفل
کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اُسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ مانع ہی بیع کا
تملیک کرکے کذا فی الطحطاوی ولہ الرد برضی البائع اور اُسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس
دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضا بائع کے رضا بائع اسواسطے
شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اُسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا اگر وہ صورت رضا بائع
مشتری مختار ہی پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب بزیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب
قدیم رجع بہ ای بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضا سے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا بسبب زیادت مانعہ کے پھیر دینا جائز نہین
چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اُسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع
کرنے سے یہ مثال ہی عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال درخت اور رنگنا وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے
پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اُسکو جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد معاءہ فاسدا لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ
خرید کیا پھر اُسکو حلال کیا اور اُسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے
مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اُسمین افساد مالیت نہین لہذا اُسمین رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع
لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے
سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹنے کے بعد نہ سینے کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول مین بیان کیا
فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیبہ رجع
بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ دررو ابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے
قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملاے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اسکے فعل سے ھم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں جو عبارت مذکور ہے
اور شرح مجمع میں قبل روایت حلبی نے کہا اور یہی صحیح ہی حق ہے و الا ان مسائل میں یعنی جو منافی بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع او ہبہ اعتبار
اور ہبہ میں کچھ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع البائع اخذہ مبیعا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہ
بائع کو بیع کا باعیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار
ھم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل ہو تو کلیکہ غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع
ہے اور جب رد ممتنع ہو جا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اسکے ہے
کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ القدیم علی قولہما فی الاکل و اقرہ القہستانی اور مختار میں ہے کہ فتوی
صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قہستانی نے ھم ذکر فتوی عند بعیب مذکور ہو چکا تو مکرر رد کیا مشتری نے جو بعض اوس طعام کچھ دو ثلث [illegible]
فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علف الدواب فلا ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ تفصیلہ خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز
چنانچہ اخروٹ یا ککڑی پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا چارہ ہو سکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے
اگر اسمیں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد جاننے کے پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ تاکید کہ بائع
اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اسکے توڑنے کے
تو اسکو پھیر دینا جائز ہے **وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن** لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہ ہو اس طرح کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو وجد
البعض فاسدا جاز بحصتہ عندہما اور اگر اکثر انڈوں اور خربوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر
ھم دیا ہے میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہ ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک او دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ
قنیہ میں یہ صحیح ہے اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان ثمانیا فاکثر اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب
عندہما و بہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمیں چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو
پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ھم یعنی ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کے
بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی **وباع ما اشتراہ فرد المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردعلیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث**
عیب آخر عندہ فالمرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے
تو زید اسکے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا
عیب سوا اسے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیریگا ھم مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی ہم
مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اسکے بائع
سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ وہذا لو
بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط درر اور یہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہے جب کہ
مشتری ثانی کے قبضہ کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی سے بیع کو قبل قبضہ کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کا بات و علم جلکہ معلوم کرو کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہے
چنانچہ پیشاب کرنا اور اسکا حکم معلوم ہوچکا یعنی ہم بیان معلوم ہوچکا کہ بیشتر متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور کاسے شرط نہیں ہے
اسکا اختیار ہے قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گرنیکی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم ہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول
فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور و صمم و اصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے
چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد مبیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہ دعوے نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا تھا اسی طرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید
وقت یا اسنے ابرار عیب کا دعوے کیا سو اگر اسکا دعوے ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہوسکتا والا مشتری سے قسم
لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل ولا یثبتانہ عند بائعہ
قول عادلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سوا اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے
ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکا دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی
بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجاوے کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہے کہ تمام عیب باقی احکام مین ایک ثقہ عورت کا قول
کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد مبیع نہیں عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت ولعل ...
وانما ارفی شرح قاضی خان اشتری جاریۃ وادعی انہا خنثی ... السائل مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی ...
قاضی خان کی شرح مین ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوے کیا کہ وہ خنثی ہے تو اسمین بائع سے قسم لیجاوے یعنی جب اسکو مرد دیکھنے ...
تو پھر قسم بائع الفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع ...
کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے ... باقی مین ...
پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضون نے سمجھا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق مین ...
ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما مر اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قیمی مین
نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی چنانچہ اوپر گذرا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی مین مختار ہے چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہوں جو بمنزلہ شی واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو
باقی مین اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلا یا اناج کا ڈھیر ہو اور اسمین بعض مستحق
غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اسمین اختیار پھیرنے کا نہیں کذا فی المنح وان شری شیئین وقبض احدہما
دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اسکا حکم وہ ہے جو
ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہو ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی التراخی علی المعتمد
وما فی الحاوی غریب بحر اور رد یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور جو حاوی مین ہے تو غریب
ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے یعنی اب

اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی العینی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد ما لم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے
جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل خیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح
وفی الخلاصة لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیرے واللبس والرکوب والمداواة له وبه ای رضی بالعیب الذی یداوی به فقط ما لم ینقصه برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضا کا
ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نہ کر دیا
کذا فی البرجندی ہم یعنے اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریان ہین اور
ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا
اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہو گیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس اسمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل فعل رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہے قول اور فعل
جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض علی البیع الا الدراهم اذا وجدها زیوفا
فعرضها علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیه ام لا وعرضه علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے
واسطے سوا درہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے
کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہین یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہین ہم اور منجملہ دلائل رضامندی کی
اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال له البائع أتبیعه
فقال نعم لزم ولو قال لا لا لانه لم یعرض علی البیع ولا تقریر للملک بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی اب
خیار العیب سے نہین پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہین کہنا بائع کی ملک
ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری مملوک نہین اسواسطے کہ مین اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا رکوب لیردہ علی البائع او لیشتری
العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بد له منه ای الرکوب لعجز او صعوبة رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے
چارہ خریدنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنے
مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہوئے کے نہین ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی
نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل هو قید للاخیرین او للثلاثة استظهر البرجندی الثانی واعتمده المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرهم
الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خریدنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے
اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور بعض مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بد له منه
قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول
ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہے اور دوسرے مین تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال
البائع رکبتها لحاجتک وقال المشتری لا بل لردها فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری
نے کہا نہین بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہے

اگرچہ رجوع منع نہیں لیکن چونکہ منفعہ سے ہو وطی کا لہذا حکم وطی میں ہو وہ الوطی نقصان فیما ردیا او ان بکر الا ان اخر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا نوع ہو اگرچہ
ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر و رجع بالنقصان لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے

بسبب جائز ہونے پھیر دینے کے وطی المنکوحة الجنبیة لو شرطها بکرا فبانت ثیبا لم یردها بل یرجع بالنقصان لان هذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبة
لیست بعیب الا اذا شرط البکارة فیردها لعدم المشروط او منظومہ مجیبہ ہیں کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو
نہ پھیرے بلکہ چاہیں رجوع نقصان اس عیب کا پھیرے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے
اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے مشروط کے اور منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہونا اقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط
کی روایت سے مقبول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلها

البائع لان الامتناع لحقه فاذا رضی زال الامتناع ولو عاد الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع و[illegible] البیع
النقصان علی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہوا اسلئے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے
تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے اسلئے کہ عود کرنے
ممنوع کے سبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے بدلے اور بنابر قول راجح کے کذا فی النہر علم نقصان کے سابقہ پھیر دے
یعنی جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان ثمن پھیر لیا تھا اب ثمن کو نہیں پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو ظهر عیب بمشتری البائع الغائب
واثبته عند القاضی فوضعه عند عدل فاذا هلک هلک من المشتری الا اذا قضى القاضی بالرد علی البائع لان القضاء علی الغائب بلا خصم نافذ علی الاظهر
اور ظاہر ہوا عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص منصف
کے پاس رکھوا دیا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا
اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نائب نافذ ہو جاتی ہے بنابر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم کہتے ہیں کہ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب القضاء میں نفاذ کی
روایت کی تصحیح ہو اور کتاب القضاء میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح شرح مجمع میں ہو کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی
غیر حنفی المذہب مراد ہو جسکے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہو اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکہ اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے
کوئی رائے نہیں باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او
ردة او قطع او سرقة رجع بنصف ثمنه فی القطع واخذ ثمنهما او ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوضہ مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب
جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا
ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے
پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اسکا پھیرنا قبول کرے

تو پوری ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولته الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعة بعضهم علی بعض [illegible] لکونه کالاستحقاق
لا کالعیب خلافا لهما اور اگر اسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے
رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے
نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک [illegible]

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہین ہوجاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہین پھر مشتری نے زائد انگلی اسمین پائی تو اسکو
اس صورت مین پھیر دینا جائز ہی باوجود نفی عیب مذکور بسبب یقین ہوجانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ
وباع من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن ان ہذا ابق عندہ لان اقرار البائع
الاول لیس بحجۃ علے البائع الثانی اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہی تو اسکو مجھسے خرید کرلے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اسکے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت
نکرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہی اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول
اقرار کا مصداق نہین ہوسکتا کذا فی الہدایہ ولو اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیالہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ
استخدام جسنے کسی شیردار لونڈی کو خریدا سو اسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت
لینا ہی اور خدمت لینے سے پھیر دینا جائز ہی بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وصرنا فیما
علقناہ علی المنار خلافا لہ بخلاف اس بکری کے جسکے تھن بائع نے باندھے دودھ روکنے کے واسطے تا آنکہ دودھ جمع ہو اور مشتری
گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہی تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیرے بقول مختار
کذا فی شرح المجمع اور مصنف نے اسکی تحریر کی ہی منار کی شرح مین کما لا یخفی ما فی غیرہ ولا سیما فی المبسوط لان الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضا استحسانا
لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس
برضی الا علے کرہ من المالک پھر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہی اور
مبسوط مین ہی کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے
نزدیک وسعت ہی تنگی نہین اور استخدام آزمایش کے واسطے بھی ہوتا ہی کہ مملوک لائق کار ہی یا نہین اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ دوبارہ خدمت
لینا رضامندی ہی مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری مین ہی کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر
زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بہ
اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث فی مثل تلک المدۃ ثم وجدہ فذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر مشتری نے کہا کہ بیع مین اسکے
انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھیر دینے کا
اختیار ہی بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری یقین ہی کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہوسکتی تو معلوم ہوا
کہ عیب قدیم ہی جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ آبقا فلہ الرد
ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا باباقہ
فیکون رضا بہ قبل الشراء فلا یرد بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوا گریختگی کے
پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہی اور اگر اسنے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا اسکے
بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہین اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا
تو اسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر دی کہ وہ بھگوڑا ہی تو مشتری

راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریدنے کے کذا فی الخانیہ او بعد رؤیتہ بالعیب او رضی بہ ... و فیہا لو ابرأہ من کل حق دخل العیب
لا الدرک اور خانیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے براءت کی تو اس قول میں براءت عیب داخل ہوگی نہ درک یعنی اگر مشتری
نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمیں عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر مبیع مستحق
غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہ ہوگا یعنی اگر قبیل کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہ ہوگی اسواسطے کہ حق مشتری مستحق
نہیں ہوا اسکی براءت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتری العبد اذا قال اعتق البائع العبد او دبرہ او استولدہا او ہو حر الاصل و انکر
البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حر
اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاوے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت
قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قال من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب
اسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر چکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی کی ثابت
ہوجاویگی مشتری کے اقرار کے سبب تو اب نہ اسکا دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے ورجع بالعیب ان علم بہ لان البدل بالرجوع اذا زال
من ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وہو ملک فلان وصدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کانہ
وہبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبدل مشتری کا ازالہ
اپنی ملک سے غیر کو مالک کرکے انشاء کرنے سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو ہبہ کر
دیا ہوتا بیع وغیرہ سے یا اقرار کیا غیر سے سو ہوا انشا کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک تھا
اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب زوال اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری
نے اسکو ہبہ کر دیا وجد المشتری بغنیمۃ محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف قید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یردہا علیہما لان الامین لا ینتصب خصما
عیب کو پایا اس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دار الاسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر مصنف
اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری اس عیب سے امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصم نہیں
ہوسکتا علم امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہو جاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہے بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب الامام
خصما فیرد علی المنصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ و اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اسکے واسطے
ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے تو مشتری مبیع کو منصوب سپرد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی انکار قسم
حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہیں تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنح فاذا رد علیہ العیب بعد ثبوتہ بیع
ویدفع الثمن الیہ ویرد النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیرے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ
بیچی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل میں اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنی
امام اسکو بیچ ڈالے اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر بیع بجائے خمس کے ہو تو اسمیں سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس سے ہو تو اسمیں سے دے اور اگر
ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد ردہ فاصطلحا علی
ان یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یردہ علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے صلح کی کہ بائع ...

دراہم مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ہم بحرالرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب باطل ہوتا ہے
بیع یا قیمت قبض سکے دریافت ہونے سے یا راضی ہوجانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شراط برات عیب سے اور کسی چیز پر صلح کرلینے سے وعلی العکس وھو ان یصطلحا
ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ لایصح لانہ لاوجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور بالعکس اسکے وہ یہ ہے کہ دونوں اسپر صلح کریں کہ مشتری چند
دراہم بائع کو دے کہ مبیع کو پھیر دے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سوداگروں کی اصطلاح میں
اسکو اعتبار کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابوالنصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص
دوسرے کو کچھ دے بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہر ان لاعیب فللبائع ان یرجع
بما ادی لزوال العیب کما فی الذخیرۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کرلیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل
ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہو مشتری کے مصالحہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی
القنیۃ رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا فلا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل
بیع کے عیب پر تو موکل کو بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اسکی ثمن معین کے برابر نہو تو موکل کو
بیع لازم نہیں چاہیے تو پھیر دے فروع مسائل المشتات کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا
مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنی تلبیس یا اخفائے عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الاولی الاسیر اذا شری شیئا ثمۃ ودفع الثمن مغشوشا جاز
ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خریدے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ہم اشباہ میں
جہاں سے شارح نے یہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش ادا کیا جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی
اور اسی کے موافق قاضی خان میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا اور انکو کھوٹے درہم دیئے جائز ہیں اسواسطے کہ اہل حرب کی خرید حقیقت
خریدی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درہم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری کہ اشتراء کرے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی
عبارت میں دھوکا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درہم دینے
حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات جمع جبایۃ بمعنی وصول کرنا چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم لیا جائے
کذا فی الطحطاوی خیار رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے
حق میں مگر دو صورتوں میں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور فسخ باعتبار مستقبل کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد
مبیع مشتری کے مالک ہیں تو انکو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدہما احالۃ البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا ہم صورت اسکی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک ہزار درہم کو پھر بائع
نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقبض ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار شرط یا خیار عیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں ہوتا استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کریگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں
مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع تو اسکے پاس ہے اور

حکم اول کے جاری رکھنے میں اور رد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو رافع خلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر
محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری
کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضیٰ مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر اگر
بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف ثابت ہوگا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول عمادی میں ہے کہ قضا
بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضا اسکی قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے اگر وہ جاری کرے تو
نافذ ہے ورنہ باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولد ہو ام ولد یعنی جو اولاد ام ولد اور مدبر و مکاتب اور مدبر کی
اولاد انکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور جو اشخاص حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ
اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح
میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز جیسا کہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے
کذا فی الطحطاوی و نحو خمر و خنزیر و میتة لم تمت حتف انفها بل بالخنق و نحوه فانها مال عند الذمی خمر و خنزیر بیع مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور
اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا گھونٹنے اور مانند اسکے جیسا کچھ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک یعنی شراب اور سور
و ذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراهم و دنانیر و مکیل و موزون بطل فی الکل ان بیعت بالعرض بطل فی الخمر و فسد فی العرض فیملکه بالقبض
بقیمته ابن کمال اور یہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی نقود دین کے جیسا چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے
تو مبیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی عوض میں یعنی متاع اور اسباب سے
تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال و بطل بیع قن ضم
الی حر و ذکیة ضمت الی میتة ماتت حتف انفها قید به لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لهما اور باطل ہے بیع اس
مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس بچہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنی جدا جدا ثمن
مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں م اور ذبح دونوں کے نزدیک
و مبنی الخلاف ان الصفقة تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکریر لفظ العقد عنده خلافا لهما فظاهر النهاية یفید انه فاسد و امام اور صاحبین
کی بنا ہے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا مجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین
کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہے کہ بیع قن منضم حر اور بیع ذبیحہ منضم میتہ فاسد ہے بخلاف
بیع قن ضم الی مدبر و نحوه او قن غیره و ملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانه کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب افاده فی الاشباه من قاعدة اذا
اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی
جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملائی جائیگی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف
ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ تصریح اشباہ میں ہے منجملہ اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال
مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے و لو محکوما به فی الاصح خلافا لما افتی به الملا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع
صحیح ہے قول اصح میں بر خلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے کہ ہم مفتی مرحوم کا یہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اسکے ساتھ

مالک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہے فصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہے
بیع بقدر اسکے حصہ کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اسواسطے کہ [illegible] غیر کا غلام
اور وقف فی الجملہ مال ہیں ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا
نہ کیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العمادیہ [illegible] بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اسمین کے مساجد و مقابر کو استثنا نہ کیا تو قول اصح یہ ہے کہ [illegible]
میں بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد و مقابر بنابر عادت کے مستثنے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہے اسواسطے کہ [illegible] ہر وہ
شہر [illegible] کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے
لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول وبیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا جاز
کسرقین وبعر واکتفی فی البحر بخلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جبتک مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو [illegible]
تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے مجرد اسکے ملنے کو [illegible] کہا
اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مال [illegible]
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے بدون خلط کے وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث [illegible] اور آدمی کے
بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سوسکے بال کی بحث میں ذکر کیا ہے وبیع ما لیس
فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور [illegible]
خطرہ رکھتا ہے عدم معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی [illegible] اور جو چیز اسکے پاس
نہیں تو وہ اسکی ملک [illegible] اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اسکی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمرہ درخت قبل از ظہور اور
بیج خربوزے کے اندر [illegible] اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صح
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع ما لیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہیں اسکی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور رخصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت
کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یاتینی الشخص [illegible] میرے پاس خریدنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کرون پھر اسکو
بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع ما لیس عندک یعنی نہ بیچ اسکو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسیر وباطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وہو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہونے رکن کے یعنی مال کے اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور
ہوگا وللبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی
اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری کا ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر تاوان نہیں اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے حموی میں ہے کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ میں
وجہ یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان نہ ہونا
صحیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ دونون قول مصحح ہیں کذا فی الطحطاوی وفیما بیع الحربی اباہ وابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایا [illegible] بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل
وقیل فاسد ورجح اور قنیہ میں ہے کہ [illegible] حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو

بہ نقصان ہے بیع باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اسی کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک اہم فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبض
بیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے وفی الشفعة بیع المضطر وشراءه فاسد اور بیع مضطر یہ ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدنا فاسد ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص
کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار محتاج ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خریدنا نہایت
ثمن کو کم کر کے کذا فی الفتح اور ابو داؤد نے علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے
کذا فی التفسیر وفسد بیع ما سکت ای وقت السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہو ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے
یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خریدا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی ہے یعنی بلا ثمن ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعه
بالقیمة جیسے بیع کی بالقیمہ اسکی قیمت کے فاسد ہے یعنی بعوض اسکی قیمت کے بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المثلی قیمی ابن کمال بخمر و
فیدخل فیہ فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی جیسا کہ شراب میں مذکور
چنانچہ قریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا صحح ابن کمال تو وجہ اخصر فی اور اناج عرض نہیں ہے او فسد بیعه ای العرض بام
الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری العرض لما مر انہ مال فی الجملة اور فاسد ہے بیع مثلی قیمتی کی ام ولد اور مکاتب
اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین آپس میں قبضہ کر لینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہیں
بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعة اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ابھی نہیں
نہ اسکے شکار کرنے سے پہلے جبکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا کیلی وموزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعة
شرح وقایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو مقرر یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم
ہے اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہاں حاصل نہیں او صید لم القی فی مکان لا یوخذ منه الا بحیلة لعدم التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی ہے
پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں سے گرفتار نہیں ہوتی مگر حیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان
اخذ بدونها صح ولہ خیار الرؤیة اور اگر مچھلی پکڑ لی جاتی ہے بدون حیلہ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویة ہے الا اذا دخل بنفسه ولم یسد مدخله
فاسدہ لملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور اسنے اسکا دخل بند نہ کر دیا تو اسکی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا دخل بند
کر دیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور سبب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے پھر اگر ثابت ہے کہ وہ مچھلی حوض میں گئی آدمی کی
تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہو گیا اور بیع اسکی جب تسلیم کو پہنچے یعنی درصورت تسلیم صحیح ہے والا فیصح اور بعضوں نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہیں بواسطہ عدم احراز کے اور
خلاف اس صورت میں ہے جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا ہو اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارة برکة
لیصاد منها السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارساله
من یده اما قبل صیده فباطل لعدم الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیوں کی ہوا میں جو پلٹ نہیں آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل
انکے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہے اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو اسکی بیع
فاسد ہے اور اگر ہنوز اسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی عن الکمال
ولو یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحه فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہے اور پھر آتی ہو پلٹ کر جیسا کہ پالو کبوتر تو اسکی بیع اڑنے کی حالت
میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں اور وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ تجویز ہلاک بیع قبل قبض مانع فسخ نہین پھر وصیت بروقت ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہو اسی طرح یہان
بصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق مین کہا ہمین فظاہر اسواسطے کہ شرط صحت بیع قدرت ہو تسلیم پر بعد
بیع کے ولہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہین انتہا مین کہتا ہو کہ جواز بیع در صورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہین اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت
ہوئی طائر کی تو بعد عقد تسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہین اور اگر بعد عقد عدم عادت ہو و فرض کیجیے تو بیع فسخ ہوجاوے گی بخلاف بندہ گریختہ
کے کہ عادت مین اسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانه کالنتاج اور فاسد ہو بیع حمل یعنی پیٹ کے
بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہو ولد الولد کے مانند ہم [illegible] در بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور بیان
اور عینی مین اسکو باطل کہا ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہو اسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہو تا وضع رواہ احمد [illegible]
والبزاز اور یہ اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہو کذا فی الطحطاوی وامة الا حملها لفساده بالشرط بخلاف هبة ووصية اور فاسد ہو بیع لونڈی کی سوا اسکے
حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہو ولبن فی ضرع وجزم
البرجندی ببطلانه اور فاسد ہو دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہو [illegible] فساد بیع کے چند وجوہ ہین اسکا معلوم نہین کہ
ہین دودھ ہو یا [illegible] اختلاف [illegible] کی کیفیت مین غالباً نزاع واقع ہوگا [illegible] اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط
ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر تخلیص اسکی متصور نہین ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظهر الغنم کذا فی الطحطاوی
ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہو بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطر یعنی کے یعنی اسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظهر غنم وجوزه الثانی
ومالک اور فاسد ہو بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہو فساد بیع کا یہ سبب ہو کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہو تو مبیع غیر مبیع
مخلوط ہوگی کذا فی النہر وفی المعراج [illegible] الصوف [illegible] بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور معراج مین ہو کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد
کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح نہوجاوے گی وکذا کل ما اتصاله خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مر انه معدوم عرفا اور اسیطرح جس چیز کا اتصال پیدائشی
جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ شی مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صحح
بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانها للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخون کے ساتھ فقہا نے صحیح
کہا ہو فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہو اس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہو کہ صوف علی ظهر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہو کہ وہ نیچے سے
بڑھتا ہو تو بائع اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہو خلاصہ سوال یہ ہو کہ گندنا بیچنا جائز ہو اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہو حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ
گندنے کی بیع جائز ہو اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنی تعامل اور رواج کی کچھ حاجت نہین
کیونکہ وہ دونون درخت اوپر سے بڑھتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مخلوط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہو کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہو
جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیة باع اوراق توت لم تقطع قبله بسنة جاز وبسنتین لا لانه یشتبه موضع قطعه عرفا
اور قنیہ مین ہو بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہو اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ
قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہو وذراع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہو بیع اس شہتیر اور
اور کڑی معین کی جو چھت مین منصوب ہو اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا ابن کمال معین شہتیر اور
کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم مین لزوم ضرر ہو بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر

دوسری بہالت بیع ابن کمال سے عدم انقلاب بصحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب بصحت
نقل کیا ہے واللہ اعلم (کذا فی الطحطاوی) (وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کرباس جاز لانتفاء
المانع) اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہے چنانچہ عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو
چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا ضرر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب
نہ ہونے مانع کے کہ مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک
گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا فلو قطع او قلع تاکہ شہتیر کا
بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا (وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد) اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی
قانص بقاف ونون عبارت ہے شکار کرنیوالے سے صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے
تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی الفتح (والغائص بمعجمۃ الغواص) اور فاسد ہے بیع غوطہ
کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والے کا نام ہے صورت اسکی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایکبار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو
موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اسقدر مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوئی (والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر والکمال ابن کمال قال المصنف
وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد تبعا للمختصر وینبغی ان یراد بہ الباطل لانہ لیس فی ملکہ) کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے
غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملا خسرو نے مختصر کی پیروی کر کے اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پرویا سو میں کہتا
ہوں مناسب یہ ہے کہ اس سے مراد باطل ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی
کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے سوا سلم کے فافہم (والمزابنۃ ای بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب
عنایۃ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن ربا جاز لاختلاف الجنس) اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور کی جو لگی ہے درخت پر خشک
کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے
کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر بیاج نہو بلکہ دونوں
مذکور جائز ہو بسبب اختلاف جنس کے یعنی جو اختلاف جنس ہو یا شبہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتابوں میں تفسیر مزابنہ یوں مذکور ہے کہ یہی بیع الثمر بالثمر علی
راس النخل بالتمر المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر بثا مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پکا پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے
حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے کہ سبب اختلاف جنس کے لہذا تفسیر مزابنہ کی یہی بہتر ہے جو شارح نے کی (والملامسۃ للسلعۃ
اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم نے بیان کیا ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جبکہ
تو نے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اسکو سو جبکہ
میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوے تو
چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح ہے کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو (والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری) اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی بیع کا
ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل کے خیار
فسخ (والقاء الحجر علیہا) اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع بر ہم القاء حجر کی صورت یہ ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اسکی

اور یہ یعنی باسم بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رویت و بلا اختیار کے اسکے بعد وہی ہین بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا لشبہۃ القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر

اور منابذہ و القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی یعنی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیع
فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان بیوع مین وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری
سے کہ جس کپڑے پر تو نگر نہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے تو مین نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہوا یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین یا باطل نہین
بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے نفی ثمن کی اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر
اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی تیسیر الوصول اور صحیحین مین جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح
محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین
لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون
مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کس کو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کس پر قبضہ کرے
بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما وہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل ذا الفاسد معتبر بالصحیح بحر اگر
مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع
فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا
کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے
کہ ایک مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین
کذا فی البحر ولو مرتبا فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا
پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی دشوار ہے کیونکہ بعد رد مالک کے اسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا اور دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم
یشترط خیار التعیین فلو شرطہ فسد ایضا جاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا
کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کی شرط
نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا **والمراعی ای الکلاء واجارتہا**
اما البطلان فبعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اسکا بطلان اسکی
بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور یا
لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے
پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور
غیر مالک اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور اس سے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگار لینا بدون اذن مالک جائز
نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ اس صورت مین برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ
رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اسکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس نہ کاٹی ہو اور

ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافا
للقدوری کذا فی الطحطاوی تبصرۃ وانما بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شی مباح کے
استہلاک پر ہے کذا صحح ابن کمال حالانکہ شی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز
نہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیۃ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جب گھاس خود رو ہو
اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہے اور اسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال
وبیع القصیل والرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فیہا کلہ جائز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے
ہے کہ اسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمین چھوڑ دے کہ اسکو کھاے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے کہ مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہین
ہو قصیل لغات وصادہ معناہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اسکو یونجہ فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین وحیلۃ ان یستاجر الارض
لضرب فسطاطہ او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کقیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے
اپنے خیمہ کھڑا کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ دوپہر یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھانے کے واسطے
اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطالب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس کی بھی وصح
دود القز ای الابریسم وبیضہ ای بذرہ وہو بزر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنی اسکے بیج کی جسکو بزر
الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے
ساتھ اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن ملک وخلاصہ وغیرہا اور پیلے ریشم کے کیڑے اور اسکے انڈے
اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصۃ وغیرہا
کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعا مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور
ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق
ای الذی للحاجۃ مجتبے اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت
کے کذا فی المجتبے بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقا کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ ای والحاصل ان جواز البیع
یدور مع حل الانتفاع مجتبے واعتمدہ المصنف وسیجیء فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون کے سوا ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق
جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ انکی بیع جائز نہین سوا مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور
ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبے اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا
بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہو بینہما انصافا فلا اثلاثا فلو دفع
بزر القز او بقرۃ او دجاجا لاخر بالعلف مناصفۃ والخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ دفع
البیض کما لا یخفے شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی
دونون سے ہوا اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدہ آدہ ہو نہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گاے یا مرغیان دوسرے
شخص کو دین نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گاے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے اسواسطے

کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملتے تو اسکا خریدنا سبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہیں ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول
صحیح فاسد یعنی نجس کردیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اکھاڑے ہوے بال میں اور تراشے ہوے بال طاہر ہے کذا فی الغنایۃ اور سور کا بال سر پر سخت ہوتا ہے
انگلی کے مقدار اور لب اسکے نرم ہوتا ہے تاکہ میں گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسے ابھی زن سے
سیتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو
قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اسکی کچھ حاجت نہیں
یعنی بسبب زن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اسکے
سوا اور چیزیں درصورت منصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل
ہہنا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کی گئی
چمڑے کی ثمن یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنی صاحب تنویر نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل کی بیان کی تو اعتماد پر ایسا
کہا ہے وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد الانسان والخنزیر والحیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا رنگانے کے اسکی
بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت
علیکم المیتۃ وہذا جزؤہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اسکے
کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تم پر حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنی کھال جز ہے مردہ کی
وفی المجتبی ویجوز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجتبی میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا
سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیوں کے گودے سے
کذا فی الطحاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جسمیں زندگی
حلول نہیں کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ
انہیں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقابلہ کرنے کے لیے جائز ہے
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا
بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خریدنا اس سے جسنے
اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے
فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا
فساد بسبب بیاج کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا
درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے
قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی ہو
تو خرید جائز نہو گی کذا فی الطحاوی وشراء من لا یجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور

خرید کرنا اسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اسکا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوا اسکے غلام اور مکاتب کے

ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وكون المبيع بحاله فان اختلف جنس الثمن او تعيب المبيع جاز مطلقا كما لو شراه بازيد او بعد النقد

اور ضرور ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا

والدراهم والدنانير جنس واحد في ثمان مسائل منها هنا وفي قضاء دين وشفعة واكراه ومضاربة ابتداء وانتهاء وبقاء وامتناع مرابحة وتولية وزكوة وشركات وقيم متلفات وارش جنايات كما بسطه المصنف معزيا الى العمادية

اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجملہ یہ مقام ہے اور ادا کے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہو دراہم سے تو جائز نہیں ہو واسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادا دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسنے ادا دین میں پہلو تہی کی پھر اسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادا دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادا دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہیں پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدا مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقاے مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ ضم دراہم کا دنانیر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں تو دونوں میں شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درم ہیں تو اشیاے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی العمادی

وفی الخلاصة كل عوض ملك بعقد ينفسخ بهلاكه قبل قبضه لم يجز التصرف فيه قبل قبضه

اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاوے عوض کی ہلاکی سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہیں عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمیں تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع میں مبیع ہے

ثمن صح البیع فیما ضم الیہ کان باع عشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیٔ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ

طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہو بیع اُس چیز میں جو ملائی گئی اُسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اُسکو دوسری چیز لیعنے

مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول لیعنے تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری لیعنے کپڑے میں بیع جائز ہوگی تو ثمن اُسکی

قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک

اگر قاضی اُسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضے

العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر

کہ بائع تیل کو تول دے اُسکے ظرف کے ساتھ اور اُس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضا عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے

وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے

وہ جائز ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظروف معلوم ہو جاوے ثم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق

مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہوگی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کہ شرط سے زیادہ

تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا شرط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار بیع

معلوم ہو جاوے غیر بیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض

او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اُسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہے

طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے بمعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ کاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم

اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اُسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ

یہ ظرف اُسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعین مین ہے یا ثمن کی مقدار

مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی

ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور صحیح ہے

بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن ثمہ الوہبانیۃ شعر ولیس لہم قال الامام تقاسم + بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر

اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اُسکی بیع بھی مذکور ہے

لیعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ لیعنے شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین

کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وارتضاہ فی النہایۃ الاشباہ شعر ومالک الارض لیس یملک بیعہا + بغیر شریک ثم لو منہ ینظر +

اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اُسکو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین

سوا اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے لیعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے

او مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حد اسکے مین الطول

والعرض اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اُسکے حدود لیعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اُسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر

بعرض باب الدار العظمے اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے

هم بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اُس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہر الاعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ جیسے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہندی مین پہاٹک بولتے ہین واللہ اعلم **لا بیع مسیل الماء و ہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء** صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور ہبہ اُسکا بسبب اُسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین بہتا ہی اُسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی جیسا نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اُسکی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اُسکی حدود مذکور نہون تو اُسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکے بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور زمین باقی سے متعلق ہی یہ اُس صورت مین ہی جب کہ من حیث المسیل اعتبار ہو اور اُسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اُسکی بیع جائز ہی چنانچہ محشی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اُسکے حدود مذکور ہون تو بھی اُسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ لحسن الچلپی **وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث** اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اُسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی هم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اُسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اُس شخص نے اپنی زمین مع حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیۃ وشرح وہبانیۃ وحققہ فی احیاء الموات** اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی الفتح اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیۃ وشرح الوہبانیۃ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین **لا یصح بیع حق التسییل وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر وعلی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ** صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اُسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اُسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی **ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا النیروز سلطانی ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال** اور صحیح نہین بیع اُس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطانی ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے **والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان** اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے هم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطرهم وفطر اليهود وصومهم فاكتفا بذكر احدهما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے
اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان
نیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں
علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف
نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنے صوم نصاری
کی مدت پچاس دن ہیں ھ درر میں تحت ہاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں چپن دن
اور قہستانی میں ستاون دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد والدیاس والقطاف للعنب لانها تتقدم
وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بیلوں سے کہلیان یا گاہنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور
مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الدین الیها
المبیع او الثمن العین فسد والی هذه مسماة البها صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات
مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الحموی ھ ثمن دین یا
کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول انح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل مبیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے
جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات لان الجهالة الیسیرة متحملة فی الدین والکفالة لا الفاحشة جیسا کہ ضمانت
ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ تھوڑی جہالت دین اور ضمانت میں متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کہ مثل ہوا چلنے کے ہے جیسے ہبوب ریح اور قدوم غائب ولو اسقط
المشتری الاجل فی الصورة المذکورة قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا
اتفاقا ابن کمال وابن ملک بجهالة فاحشة کهبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے امثلۂ مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل فراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں
قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا صحح ابن کمال ابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے
ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائهما
ای وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صیده یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باهلیته و
انتقال الملک الی الآمر امر حکمی وقالا لا یصح وهو الاظهر شرنبلالیة عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو
شراب یا سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شراء امام
کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری
صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراء میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرهان ھ جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شراء اشد کراہت کے ساتھ
ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے
کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی النیروز وما دو صحیح نہیں یعنے فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بشرط عطف ہے نیروز پر یعنی

معطوف علیہ البیع اسے الیبع وزیر بہ لفظ بیع وزنکما لا یخفے شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث شریف مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہو کذا فی الطحطاوی

یعنے الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او فیہ نفع لمبیع ہو من اہل الاستحقاق

للنفع بان یکون ادمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اسکے مناسب ہی اور اسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہی اس مبیع کا جو اہل ہی استحقاق منفعت کا اسطرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو جیسا کہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی مضرت ہو جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول ظاہر مذہب بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہو جسمین نہ نفع ہو نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرطیکہ اسکے کھالے یا کپڑا مول لینا بشرطیکہ پہینے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم

یرد الشرع بجوازہ اما لو جرے العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج نہ جاری اور شرع مین اسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تسمہ یا لیف شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار شرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ

العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قباسی دے یہ مثال ہی اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین فائدہ ہی مشتری کا ہم اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ باغ کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوار بنا دے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شرط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع واما قال شہرا لما مر

ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام ذکرہ یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہی اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بناوے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہی جسمین نفع ہی اس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا ہم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسندیدہ آتا ہی کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس

المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتری افاد الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہی اس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہی جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکے اعتبار عرف دے تو قول اظہر فساد ہی اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی کہ شرط
ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری
نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہی او لا یقتضیہ
لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہی عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط
کرنا کذا صحح ابن الکمال مثلا بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ یا ضامن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا
ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا تسمیہ تو اگر مسمے اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون
اسکی تعیین پر مجلس عقد کے اندر راضی ہوجاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل
کردین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری
العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب
استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اسپر دوال لگا دے اور اسی کے
کیلا مین جڑنا ہی کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار
کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہی سیر سے بفتح سین یعنی تسمہ کہ جوتی مین پیوستہ ہوتا ہی صرم بفتح صاد ...
صرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کما یأتی والشرط اشباہ من الشرط
والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط تعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہی مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلان شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن کی خیار شرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعہ صریحا او
دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت
حال کے اس طرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجاے رضاے بائع اذن بائع مذکور ہی ابن کمال نے اذن
ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضامندی بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہی بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے
ملک ثابت ہوتی ہی باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجاے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی من ابی السعود
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فہو قید مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اسکا
حکم پہلے مذکور ہوچکا ہم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال
کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہین اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد
کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اس طرح کہ جب
فاسد شامل ہی باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا

ہم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنے بیع خمر او رخنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے
باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ تقسیم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مالک ہوتی ہے اور
حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینهه البائع عنه ولم یکن فیه خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی کی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو
ہم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضا بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ بصورت خیار شرط کے قبض
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولے نہوگی ملکه یعنے بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے
امر سے وبصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ہم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علما سے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد
قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک بھی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے
جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الهازل ح فی شراء الاب من الطفل
او بیعه له کذا لک فاسدا لا یملکه حتی یستعمله مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خریدنے
مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح یعنے اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم [illegible]
مین یہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہے باع عبده من ابنه الصغیر فاسدا او اشتری عبده من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضه ویستعمله انتهی
یعنے باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خریدا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ ہم
قبضہ نکرے اور استعمال مین نہ لاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال
ثابت ہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من ماله للطفل فاسدا وشرائه لنفسه من مال الطفل لا یملکه حتی یقبضه ویستعمله لطلب
واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانة لا یملکه به اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہے مشتری اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا ہم یہ قول مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ ہم
فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی

واذا ملکه تثبت کل احکام الملک الا خمسة لا یحل له اکله ولا لبسه ولا وطؤها ولا ان یتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا اشباه اور جبکہ
مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوا پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور
نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہے
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے کذا فی
الجوهرة وشرح المجمع ولا شفعة بها فهی ساقطة او جوهره اور شرح مجمع مین ہے کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت ساقط ہوئی
یعنے اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثله ان مثلیا

والا فبقیمته یعنے ان بعد ملکه او تعذر رده یوم قبضه لانه به یدخل فی ضمانه فلا تعتبر زیادة قیمته کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیگا
اگر مبیع مثلی ہے یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیگا مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ
بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے

کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور قدرِ رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم قدرت رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہے نہ قیمت
كذا في النهر والقول فيها للمشتري لانكاره الزيادة اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادتی یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور
قول منکر کا معتبر ہے ويجب على كل واحد منهما فسخه قبل القبض ويكون امتناعا عنه ابن ملك اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل
قبض مبیع کے اور یہ فسخ بازرہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک اھ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعا عنه مفعول رہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی
او بعده ما دام المبيع بحاله جوهرة في يد المشتري اعداما للفساد لانه معصية فيجب رفعها بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف
مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر اھ اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مثل
بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولا يشترط فيه قضاء قاض لان الواجب شرعا لا يحتاج للقضاء درر اور
چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں ہوا واسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر اھ واذا
اصر احدهما على امساكه وعلم به القاضي فله فسخه جبرا عليهما حقا للشرع بزازيه اور جب کہ بائع یا مشتری اسکے مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو
معلوم ہو تو اسکو فسخ کردینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ اھ طحطاوی نے کہا مصنف کو یہ کہنا تھا کہ علیہ تحریر
کرتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب جواز سے مستفاد ہوتا ہے نہ بالعکس اھ وكل مبيع فاسد رده المشتري على بائعه بهبة او صدقة
او بيع او بوجه من الوجوه كاعارة واجارة وغصب ووقع في يد بائعه فهو متاركة للبيع وبرئ المشتري من ضمانه قنيه اور جس مبیع فاسد
کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب کے واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ
میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ اھ اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن بظاہر بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل
ان المستحق بجهة اذا وصل الى المستحق بجهة اخرى اعتبر واصلا بجهة مستحقة ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا وتمامه في جامع الفصولين اور مسئلہ
سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہوا ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ جہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ
مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اھ اگر مشتری نے
مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی
مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان
باع المشتري المشترى الفاسد بيعا صحيحا باتا فلو فاسدا او بخيار لم يمتنع الفسخ لغير بائعه فلو منه كان نقضا للاول كما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع
فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بالشرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیچی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے
بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہے چنانچہ تو ابھی معلوم کرچکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الخ وفساده لغير الاكراه فلو به تنقض
كل تصرفات المشتري اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہو اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہو تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض
اور ناجائز ہونگے او وهبه وسلم او اعتقه او كاتبه او استولدها ولم تحبل رده مع عقرها اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور
قبضہ کروادیا یا غلام کو آزاد کردیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق
كذا في السراج بعد قبضه فلو قبله لم يعتق بعتقه بل بعتق البائع بامره وكذا لو امره بطحن الحنطة او ذبح الشاة فيصير المشتري قابضا اقتضاء زيلعي
المامور بالملك الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے لیکن بسبب علم کے

بلکہ امر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے
تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس حالت میں کہ امر کرنے سے
قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں و باقی الغایۃ علے خلاف ہذا اما روا
و خلا من الکاتب کما بسط العمادی اور جو فائدہ میں برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا افلاط کاتب ہے چنانچہ عمادی نے ہم سکو شرح
بیان کیا ہے ہم فائدہ میں ہے کہ جب غلام کو بشرا فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پس بائع نے اسکی طرف سے
آزاد کیا یا اوشکو بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ میں وقف واجب
عدوہ ملکہ و یا فی جامع الفصولین علے خلاف ہذا تصحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری
نے بیع کو ہلاک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور برخلاف اسکے روایات جامع الفصولین میں اسکی تصحیح نہیں
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ
باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بنا دے انتہی نہر الفائق میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر تطبیق ہے اور بحر الرائق میں اسکو عدم تحویل قاضی پر
محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رہنہ او اوصی او تصدق بہ لقصۃ البیع الفاسد فی جمیع ما مر لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ
فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ میں
یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے
حق العبد کے اس بیع سے مگر چار صورتیں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد متعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے
مگر غیر مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی
اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام
متن کا تصرف مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود
شارح کے آیندہ قول میں موجود ہے کذا فی الحلبی و کذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سواے اجارہ اور نکاح
کے چنانچہ یہ ہے سبب ہو لفظ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع تھا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح
میں اخراج عن الملک نہیں و ہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم و لعا تجبہ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہے اسکے فسخ بیع فاسد سے قول
مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ہم یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں
اور کلام و لو ابجی قبل القبض میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی بالخصاوری زال المانع کرجوع ہبۃ و عجز مکاتب و فک رہن
عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل
کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادا
قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کریگا کیونکہ ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں و لا یبطل
حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مر جانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ
ہوگا فسخ کرنے میں اسی کا فتوی ہے و بعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مالو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

فلیس للمشتری حبسه لاستیفاء دینه کالاجارة یعنی وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لیگا وقتیکہ اسکا ثمن منقود پھیر
ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہے خواہ نقد ہو یا غیر نقد ہو کوئی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور
شراء فاسد کے خریدی تو مشتری یعنی صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں ہے اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح
اور یہ فرق رہن اور غیر رہن کا کافی میں مذکور ہے ہم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خریدا بعوض دین جو اس کے اور غلام قبضہ
کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر
اجارہ فاسدہ میں سابق ہو پھر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
یعنی سابق انتہی قول بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ یعنی سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے
لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف
عقد البیع الصحیح کذا فی الطحطاوی انتہی اور اسی طرح نہر الفائق میں ہے فان مات احدهما او الموجر او المستقرض او الراهن فاسدا یعنی فی جمیع ما مر
فالمشتری ونحوه احق به من سائر الغرماء بل قبل تجہیزه حتی یاخذ ماله پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا
مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جبکہ مشتری مر جاوے اور
مستاجر و مقرض اور مرتہن زیادہ مستحق دائن باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس میں کا حق ہے یہاں تک
اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کالانہ علی التقدیم ہے اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری
احق بالمبیع ہے تا استیفائے ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز سے اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ
فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس
جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مر جاوے تو وہ شخص مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریموں (قرضخواہ) سے کذا فی الطحطاوی فیاخذ
المشتری دراہم الثمن بعینها لو قائمة ومثلها لو هالكة بناء علی تعیین الدراہم فی البیع الفاسد وهو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا
لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور انکے مانند اور دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہوں بنا بر تعیین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعیین کا اصح
ہے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو
جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور
حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کر کے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایة
الصحیحة المقابلة للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لا بتعینه فی الاول کما افاده سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ
فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت یہی دوسرے قول اصح پر بھی مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں
ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب
یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ کی جامع صغیر میں
امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اس چیز
مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی اسواسطے مشتری کو نفع حلال

کہ عقد متعلق ہو مال متعین سے جیسے جاریہ ہو تو خباثت اسمیں جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں ہوا کہ اسکا مثل دینا واجب ہے
تو خباثت اسمیں ممکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہے اس خباثت کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسا کہ مغصوب اور امانات
میں جبکہ اسمیں امانتدار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا امانتدار جبکہ عروض یا نقدین میں
تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک اسکا تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں ضمان ادا کیا ہو اور حلیت نفع بائع اور مستقل نفع مشتری کا محل وہ ہے جبتک بیع نقد
ہو کیونکہ اسمیں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی بیع یتعین بالتعیین بان باعہ
بازید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع میں جو متعین ہوتی ہیں متعین ہونے سے اس طرح پر کہ بیع
مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خباثت جم گیا نفع میں تو اسکو تصدق کرے [illegible]
اول میں منحصر ہو اور اگر مبیع بجائے اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح
مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقبضہ ای ادعاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شئ کان بدل المستحق مملوکا ملکا فاسدا
والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی
تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر مال مدعی کا نہ تھا تو اسکو نفع حلال ہوا کہ
مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بملک فاسد اور خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں بنابر علیہ مدعی مذکور کو نفع
حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوے کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعیین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے
مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو انکو ادا کر اس نے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا
تو یہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک میں نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونوں نے
عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہاں دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحطاوی اما الخبث لعدم
الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہو چنانچہ غصب میں تو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور
ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً
دعوی دروغ اپنے دین میں کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے
کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار میں تو اسکو دیانۃً مال لینا حلال نہیں ہاں اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو
اسوقت میں اسکو نفع حلال نہوگا اور بیان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے ولی نے
اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصادق ہوا تو اسے نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کر لے انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل
بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ
ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک شخص سے دوسرے شخص تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لیکر
داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ
اسکی ملک میں خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اسکے عقد کے فساد
کے سبب سے اور جسنے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہے بسبب اسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال [illegible]

خریدا ہی حرام ہی مگر یہ کہ غارت گرا دینا مسے اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کردے تو اب اسکو مول لینا درست ہی کذا فی الطحطاوی وفی خطر الاشباہ الحرمۃ
تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ حرمت متعدد ہوتی ہی اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین نہین ہم اگرچہ حرمت کا
علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہی سواے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق مین وہ
مال حلال ہی وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وتحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو اس قید سے مقید کیا ہی کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو
اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام مین ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہی تو اسپر واجب ہی کہ
انکو یا انکے وارثون کو مال مذکور پھیردے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہی مجتبی مین ہی کہ مورث مرگیا اور کسب اسکا حرام ہی تو میراث حلال ہی پھر
اسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقاً حرام ہی انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہی
اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بنی المشتری او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما انقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ
بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس زمین مین جسکو فاسد خریدا تھا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم
ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہی شروع ہوا ان مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہوجاتا ہی افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ
یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اسکے افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع وجہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور
درختون کو اکھاڑے اور مبیع کو پھیردے اور اسی قول کی ترجیح دی ہی کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہی وہ تحمل فسخ نہین
کرتا عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہی سو ممنوع ہی اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگاوے تو بالاتفاق قطع واجب ہی تو ظاہر ہوا کہ بنا اور
غرس کا سبب دوام کے واسطے ہوتا ہی اور کا سبب نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہی یعنی دفع کیا ہی نہر مین بنا
مین بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہی اس سے دوام مقصود
ہوتا ہی بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہی انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع
حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہوسکتا ہی کہ اسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کردیا حالانکہ مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق الشرع کے سبب ہی تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع
اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہی ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع
متصل ہی اور اس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری
سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ بمنزلہ زیادت غیر متولدہ ہی بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولد او متولدۃ کثمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سوے منفصلۃ
غیر متولدۃ جوہرہ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اسکو فسخ کا اختیار ہی اور اسکا تاوان دے اسکے
استہلاک سے سواے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہی کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے
فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہی نہ باقی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری
او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہی کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی
مشتری کے ہاتھ مین مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے
لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہی یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ
کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس بتعلیل النہی بالاخلال

باسعے فاذا انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی
حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی کلام قرآن مجید مین صورۃ
کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین
بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہے کذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین ہے کہ یہی مکروہ کہا ہے یعنی ہے واسطے کہ قصد مین سوال نہین کذا فی الطحطاوی
وقد خص منہ من لاجمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہوا اسی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے یعنے عورتین
اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ
لیروجہ اور مکروہ ہے لالڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی
تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لالڑیاپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے ثم اپنے مرسّت
لالڑیےپن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے لاتناجشوا یعنے لالڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو
بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاع الخداع عنایہ پھر روایت کرتا ہے
کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریداری ثمن کا زیادہ کردینا بقدر
قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین
والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا فر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ
مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے
بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم اور ذمی اور مستامن
اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کا فر کے
اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن
او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے
کہ یہ نیلام ہے یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہے عنایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو
شخص مول چکا دین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کردے تو یہ جائز ہے لیکن
مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد فیصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو
تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے
فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا
کہ ان دونو کو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک شخص نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے
خرید کرتا ہون رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک شخص نے کہا مین دو درہم کو لیتا ہون
سو حضرت نے دونون چیزین اسکو دین اور دونون درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید

یا میں خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمیں اپنے دست مبارک سے بنیت ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور جا کر دن میں تجکو پندرہ دن
نہ دیکھوں اسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوچکے سو اسنے کچھ درموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منھ میں ہو قیامت کے دن کذا فی الطحاوی ھم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہندوستان میں مشہور ہے
اصل ہے و تلقی الجلب یعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین یعنی مجلوب یا جالب ہم تلقی جلب کی صورت
اسبیجابی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلہ میں جا کر ملا اور اسنے سب غلہ خرید لیا
اور شہر میں آکر اسنے بیچا خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کشائش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہ ہوتا
تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو
یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحاوی عن الاتقانی و ہذا اذا کان یضر باہل البلد او یلبس السعر علی الواردین
لعدم علمهم به فکره للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے
تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہوں تو
تلقی جلب مکروہ نہیں و کرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑو لوگوں کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے
آدمیوں کو بعضوں سے و ہذا فی حالۃ قحط و عوز والا لا لعدم الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہو تو شہری بیرونی کا مال بیچے یا نرخ بڑھا کر
دلالی کرکے تو مکروہ نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے ھم یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیچ میں جلدی نکر میں تجکو گراں بیچ دوں گا
تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمیں اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے وقیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انہما السمسار والبائع لموافقتہ آخر
الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی میں ہے یہ ہے
کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے رواہ مسلم ۱۲ اور اسی واسطے
بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد میں لا یکرہ بیع من یزید لما مر انہ بیع الدلالۃ مکروہ نہیں بیع
من یزید یعنی نیلام حدیث گزشتہ جسمیں پیالہ او کمل کا قصہ مذکور ہوچکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالۃ کہتے ہیں کذا فی النہر اور بالفعل ہندوستان میں اسکو
نیلام بولتے ہیں اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا بالفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام لعن من فرق بین الوالدۃ وولدہا والاخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال الائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر
بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فافہم اور جدائی نکیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم
جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو سوچ لے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں
بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم نفی میں مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو
بمنزلہ عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر یعنی غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق
لڑکا قریب البلوغ بھی صغیر میں داخل ہوا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ او علی مال او بیع من حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالشرائع

او متعدد ولو الآخر کبیرا فلا باس بہ او لتعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بہما فتح یا جب کہ تفریق بسبب اعتاق
اور اُسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اُس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب تفریق ہو جسنے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی
قسم کہائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ
نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھم اگر صغیر کی دادی اور
نانی ہو تو ماں اور نانا کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او حق مستحق کو دفع ضرر کی وجہ سے تفریق ہوا ہو مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام مستحق
نکلا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اُنمیں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں و کلیس فی اسیرہا البنایۃ ویبیعہ بالدین
او باتلاف مال الغیر ورده بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینار دین سے ایک غلام کو بسبب اسکے اُسکا جنایت
اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اُسکے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر ہے کہ صغیر سے نہ غیر کے ضرر دین ہم اپنی طرف سے شرع میں یہ کہ پہلا
ضرر دفع ہو لہذا اُسے غیر کو جدا کرنا اُسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو دو صورت جنایت غلام
مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف
الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافاً لاحمد فالمستثنیٰ بعد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے خلاف امام احمد
حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ گیارہ ہیں ھم یعنی صغیر اور اُسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ا اعتاق ۲
توابع اعتاق ۳ اُسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کہائی ہے جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں
۷ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھیر دینا بسبب
عیب کے بحر الرائق میں ۱۲ صورتیں زیادہ کی ہیں جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اُسکی ماں اُسکی بیع سے راضی ہو و کما یکرہ التفریق بیع وغیرہ من اسباب
الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ الشراء الا من حربی ابن ملک والقسمۃ فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اُسکے سوا
اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خریدنا مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں
قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم نہیں ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہنچا ہے تو دوا
یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی اُنکا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ
مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما ایضاً بحر وغیرہ
لرفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ
بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ نصح شراء کافر مسلماً ومصحفاً مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ ویجئ فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہ بھی
روایت ہے کہ یہ صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی جبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالیٰ اعلم یعنی اگر کافر مسلمان
غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ اُنکو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے
واللہ اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی

یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ھم فضول نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل بمعنی زیادت کے چنانچہ انصاری اور اعرابی
مناسبتہ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شی پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الچلپی ذکرہ فی الخ

بہ الا استحقاق لانہ من سورہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق
وجودی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی
کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہو من یشتغل بالا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی
لغت میں اُسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیفائدہ کام میں تو جسنے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر
بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو بیفائدہ ہونا اُسکو فضولی کہنا ظاہرا نفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی نفی حقیقت تکفیر نہوگی اسواسطے کہ اس کلام
سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی واصطلاحا من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے
جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمیں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن
شرعی فصل ہے جس سے مانند وکیل و وصی کے خارج ہو گئے چنانچہ قاضی نے کہا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق و
اعتاق ولہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہے چنانچہ بیع اور
تزویج یا اسقاط املاک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حال آنکہ اُسکا مجیز ہو یعنی اُس تصرف کے واسطے ایسا شخص ہو جو قادر ہے اُسکی اجازت پر تصرف کے واقع
ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر ہے یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اُسکی
زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ
العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ
لم یجز لانہ وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل الا اذا قال اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلا منعقد
نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع کو
جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی اور
پھر وہ بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ
کے اہلیت طلاق کی نرکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی
تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں
کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اُسکو فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا
فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للعمادی اور غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا
منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے عمادی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے کہ اگر فضولی نے بیع کو اس
شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہو یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط
الخیار فیہ لمالکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اُسکو بیچا اس طرح پر کہ یہ مبیع میرا مال ہے یا اُسکو بیچا اپنی ذات
سے یعنی خود خرید کیا یا اُسمیں اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اُس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی
بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے کم ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو
غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ

بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہی سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہی لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اُسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہی اور ظاہر ایہی حکم ہی دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کی قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین متعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذا الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہی کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون مین باطل ہی ہم چار صورتین توبیان کرتے ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہی قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خریدیگا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اُسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہی نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اُس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا یہ جو بیان کیا کہ خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اُسوقت ہی جبکہ اُسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اُسکے ہاتھ بیچا تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہی کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہی کہ فضولی غاصب ہی بیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ مصنف کے قول یعنی للمالک کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولے طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہی اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علے الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہی کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین باطل ہی جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اسمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اُس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع منصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہی بسبب اسکے مخالف ہونے کے مسائل مذہب کے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہی نہ باطل اور اُسکی تصریح ہی کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہی وانا الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہی اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر جنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہی یہ ہی کہ بیع فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف زدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الیٰ ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہی اور مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہوگی

یعنے باطل ہے انتہی طحطاوی ۔ فکما الی ہہنا بمعنی انتہی ہے و وقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور
صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے و فی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد اقاریر الصبی
ولا عقودہ و تحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا مین ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہین ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر مین ھم ظاہرا
عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے و غیر منعقد ہے جواب یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے و وقف بیع مال سفیہ فاسد العقل غیر
رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ھم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو
و بیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن و مستاجر و مزارع اور جو چیز گرو ہو اور غیر کے اجارہ مین ہو اور جو زمین
غیر کے پاس بٹائی مین ہو اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ھم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کر بیعی نے
کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی و وقف بیع شی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا
اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی رقم یعنی ثمن کی علامت سے جو اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین مقدار مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہین
تو باطل ہے ھم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اسکے بالعکس ہے قلت فی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح علیہ فیحرم مباشرتہ و علی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صحت عارض
ہو سکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہین ہے قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر
قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہین و ترک المصنف قول الدرر و بیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے
اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ھم درر مین ہے کہ ایک شخص زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے
ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہو گی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ
مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا و بیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا لہما
والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور
بیع موقوف ہے بعوض اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہین جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین
یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کر لیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہے نہین تو باطل ہے و بیع
الشی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل انتہی اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد مین تو صحیح ہے نہین تو باطل
ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی و بیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح والا غیر
صحیح و وقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی جبکہ
غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا و وقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب
اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے بصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب
نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہین و بیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہو بائع کا اسکی
تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے ھم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا و بیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور موقوف ہے مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثة الترکة المستغرقة علی اجازة الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو موقوف ہے قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے
وبیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف علی اجازته او بغیبته فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک کی بیع یا
وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے واوصلہا فی النہر الی نیف و ثلثین و زاد فی النہر الفائق میں
بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق میں اڑتیس قسمیں بیع موقوف کی ذکر ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تینتیس قسمیں ذکر کی ہیں
وحکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازة من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازتہ کالبیع حکما اور حکم یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے
جبکہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہ ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع کی طرح
برابر ہے ہم تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور درست نہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا
رنگین کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہوگی یہ کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیز
امانة فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی
مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا مالک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت
اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب
المتاع ایضا فلا یجوز اجازة وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے
اجازت کے اسکی موت سے وحکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازة عمادیہ اور بیع فضولی کا یہی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا
اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ ولل مشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازة الاصح ثم ان لم یعلم انہ فضولی
وقت الاداء لا ان علم قنیہ واعتمادہ ابن الشحنة واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا
فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت
یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف
نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح
اور بصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں وقولہ اسأت نہر بئس ما صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی
سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت
او اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحاوی وھبتہ الثمن من المشتری والتصدق علیہ بہ اجازة اذا المبیع قائما عمادیہ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ قولہ لا اجیز رد لہ ای للبیع الموقوف
فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے
اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر
بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامہ جواز الاجازة بالفعل وبالقول ان للمالک الاجازة والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازة وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ معبر

ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے
اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول قبول نہوگا
بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے فہم وجہ تناقض یہی کہ عاقدین
یا قلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوے پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی قبول نہونگے کما لو
اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او برہن علی اقرار المشتری بذلک اصلان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ
گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے
اُس چیز کے توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلون مین مقبول ہے ایک یہ مسئلہ ہے
کہ ایک شخص نے غلام کو خریدا کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل بیع کے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ
اُسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا اور اُسپر
گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیر لے اور اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نہ رہے کذا فی
الطحطاوی وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان
التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التہمۃ فاذا توافقا بطل فی حقہما الا فی حق المالک للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان بامرہ فیطالب البائع بالثمن
لانہ وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے
مجکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب
نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب
کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی انکے
نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھر لے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیرہ بغیر امرہ واقبضہا المشتری ثم
وادخلہا فی بنائہ المشتری فقید اتفاقی دُر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت مین
چنانچہ کنز مین واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر ہم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر
المشتری لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا
تاوان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت اقرار بائع اُسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہے یعنے
مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے
نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برہن المالک اخذہا لانہ نور دعواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر
تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے باعہ فضولی وآجرہ آخر او زوجہ او رہنہ فاجیز امعا ثبت
الاقوی فقط مملوکۃ لا زوجۃ فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی
اجازت ہوئی ساتھ یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونو
عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتریون کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا کذا فی المنح سکوت المالک عند العقد
لیس باجازۃ خانیۃ من آخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین فصل اقالہ کی اخیر

باب الاقالہ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی بوجہ عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لغۃ
الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہے بعضون نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو
رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے
کہ اسکا مصدر شاذ ہے یائی آتا ہے نہ واوی مجمع اللغتین کہ اقال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہما نے اسکو ق ی کے
مادہ مین ذکر کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعا رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اوٹھا دینا
وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کیا ہے تو یون تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہا کو شامل ہے
وتصح بلفظین ماضیین وہذا رکنہا او احدہما مستقبل کالنکاح فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون
سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین بھاؤ تاؤ
نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے
بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ ہمین در حکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف
بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وہو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوے یعنی مین نے تجھسے
بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مین نے اٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ الفاظ
مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے
مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور
اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ مین ہے کہ تسلیم
مبیع اور قبض ثمن دونون جانب سے ضرور ہے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ
او قبضہ فور قول المشتری اقلتک ولان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو مثلا
بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم فی الفور سے مراد یہ ہے
کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن
بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی
بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثون یا وصی کی وقابلیۃ
للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط یہ بھی باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط یا خیار عیب یا
خیار رویت کے تو اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا لہما ہم زیادت مانع فسخ زیادت منفصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگ اور دوختہ

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسے بچہ و لد اور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہی قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں وان لا یہب البائع الثمن
للمشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہی کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نہ کیا ہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے کہا طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہی اگر بائع نے
اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ بیع ماذون و وصی و متولی اور یہ شرط ہی کہ بیع اس ثمن سے جو قیمت
سے زیادہ تہو غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہی اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو
بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں بر رعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر خرید الشئی بالقیمت کو ثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ
نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں وتصح اقالۃ المتولی ان خیرا للوقف والا لا اصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء والوکیل
بالسلم اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہو تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو بیع کا مالک ہی وہ اقالہ بیع کا بھی مالک
ہوگا پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہی کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کرسکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے
نزدیک اسکا اقالہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور
عتاق میں کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہی یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں
ہوتی عتاق کے مانند وابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہوگیا اور ساقط
پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہی بدلیل حدیث شریف ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت میں اسکی لغزش
اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت میں مسلما نادما وارد ہی کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غرہ البائع یسیرا نہر بحثا فلو
فاحشا فلہ الرد کما صحح اور اقالہ واجب ہی عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور واجب ہی اقالہ جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر
بحثا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار رہی چنانچہ آویگا وحکمھا انھا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات
بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہی کہ اقالہ فسخ ہی متعاقدین کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہی موجبات بفتح جیم سے احکام عقد
مراد ہیں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون کسی شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہی خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین
کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہی مطلقا متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں بھی
اور محمد کے نزدیک فسخ ہی مطلقا اما وجب بہ ہما لنا لو کان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان اشتری بدینہ المؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل فیصیر دینہ حالا لکانہ باعہ
ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع کسبب سے واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے
حق میں بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس کو خریدا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین
کی مدت اعادہ نہ کریگی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہوجائیگا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب
کے بحکم قاضی پھیرا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہی بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نہ کریگی
کذا فی الخانیہ ہم یعنی اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہی کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا
اعادہ ہوتا ہی نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہ فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع فلا تقبلہ مدفقا ابن ملک

ہونا۔ اقالہ کے متعلق چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ پیدا ہو بعد
قبض کے بخلاف فسخ شرعی یعنی بعد قبض کے قبل مطلقاً کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ
تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول وبالسکوت
عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو
سکوت ثمن سے جائز نہوتا ویرد مثل المشروط ولو بعد الرد اداء او ردا اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ
مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن سو دینار تھا اور مشتری نے اسکے عوض درم دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر ولو تقایلا وقد کسدت ردا لکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن الفتح الا اذا باع
المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمته او اشتریا شیئا باقل منها للوقف او للصغیر لم یجز اقالته ولو بمثل الثمن الاول کذا الماذون لہ
بتمام ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے
کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کم قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا قال وسیاتی شرط لغیر جنسه او اکثر منه او اقل وکذا فی الاقل الاصح فیکون فسخا بالاقل لو تعیب لا لو زید ولا القبض
قبل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی ردت
مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں اگر مبیع کے معیوب ہوجانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ
کمتر بعضوں نے کہا اگر اسقدر کی زیادتی اور کمی ہو کچھ مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اگر شرط کا ان علیہ ہے فصلیہ ہم
ان شرط متعلق ہے ماقبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقها بہ
کما سیجی اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا ہم
تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اسکے ہاتھ
بیچ ڈال اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچ کی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحاوی عن البحر والرابع جاز للبائع
بیع المبیع منه ثانیا بعدها قبل قبضه ولو کان بیعا حقیقیا لبطل کبیعه من غیر المشتری یعنی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری
بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی البحر
ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اسکے قبض سے والخامس جاز قبض الکیل والموزون منه بعدها بلا اعادة کیل ووزن
اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا کیلی اور موزونات کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز
نہوتا والسادس جاز هبة المبیع منه بعد الاقالة قبل القبض ولو کان بیعا حقیقیا ما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو
بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع
فسخ ہوجاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما هی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالة فلو قبله فهی فسخ فی حق الکل فی غیر عقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوا
زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخة او متارکة او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا

دو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاعلہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع
بیع ہے ہم بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیع جسکو تو نے خرید کیا وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع
الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثہما اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے موضع اول یہ
کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اسکے ہونے کے بیع جدید تو
شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول العیب بعلمہ بعد بالاقالۃ لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا
بسبب اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق میں یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم
ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیر دے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اسکے حق میں بیع ہے گویا
بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی البحر والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب ثم تقایلا لانہ کالمشتری
من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ
موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤہ منہ بالاقل والموضع
رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا
اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور
سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحاوی والخامس لو اشتری
بعروض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر
ثالثہما اذ الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام
میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو انکی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر
تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے اور غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید
استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع
واقع نہ ہوئی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوۃ واجب نہ ہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے جنس کا
مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحاوی وزاد والتقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء
لانہ حق اللہ تعالی فاستوی ثالثہما صدر الشریعۃ اور موضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا
متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ وجوب استبرا کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو
وطی اسکی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما نہر فہی تسعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے
متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے تو ہوئے نو ہم نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل
قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا فدا رہن پر موقوف ہے
اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہیں کذا فی الطحاوی
والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما کاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسا کہ بھاگ جانا غلام کا ہے اور اگر بعض بیع کا

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن وفی بدل الصرف نہ ہلاک کی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ہم چونکہ اصل بیع مین مبیع ہی
نہ ثمن لہذا ہلاک مبیع مانع صحت اقالہ ہی نہ ہلاک ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا ہی بقدر
باقی کے جزو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم از انجملہ یہ ہی کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر حصہ کے اقالہ صحیح ہی چنانچہ شارح اسکو
قنیہ سے ذکر کریگا ولیس منہ ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر
دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہین و اذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ
وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ
احد البدلین بیع مقایضہ اور ایسے ہی سلم مین ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہی باقی بدل مین اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہو اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک کا لازم ہی اگر وہ
مثلی ہو اور اگر دونون بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہی مگر صرف مین باطل نہین ہم مقایضہ مبادلہ ہی بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور عبارت کا
استثنا منقطع ہی تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ وہلاک المبیع بعد ما قبل القبض بطل الاقالۃ بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر
غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو وے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہی کذا فی البزازیہ ولو
اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہا او عبدا فقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیء للبائع من ارش الشجر والید ان لما
یعلم البائع بقطع الید و الشجر وقت الاقالۃ وان علم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام
خرید کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوا اور تمام ثمن اسکو لازم ہوا اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ
کے عوض سے کچھ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہوا اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ ہو تو وہ مختار ہی تمام ثمن سے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ
وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہی کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی زمین مین
حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ جاز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین
اسواسطے کہ عقد خوید پر وارد ہی نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہی کہ دونون نے اقالہ کیا پھر بائع کو
معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہی تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین ہی کہ پھیر دینے کا خرچ بائع
پر ہر طرح یعنے خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت مین کذا فی الفتح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو
تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط فلا یعود اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر
بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوا اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہو گیا اور جو
ساقط ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی جیسا قبل اقالہ کے تھا
تو اسمین تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ہم یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اسمین تصرف جائز نہین جیسے رب السلم کو بعد اقالہ
قبض راس المال کے تصرف جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف وحکم راس المال کا
قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہی مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم نہین
ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کھائینگے یعنے دوسری صورت عدم [illegible] کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا قبل
قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف مین جائز نہین ہم اور اگر متفرق ہووے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں ہو واسطے کہ قبض راس المال اقالہ عقد کی شرط ہو قوله الا فی الصرف استثناء منقطع ہو کیونکہ کلام راس المال میں ہو
وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اسی میں ہو کہ جب بائعین نے اختلاف کیا صحت
عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہو اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہو قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ
من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر
جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کم ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا
باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہو کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہو اور بائع مدعی صحت ہو اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم
صحت بیع ہو کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو لیکن قال لا اقبل
فنا روا لمبیع الا اذا استہلک فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکا عکس ہو تو یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خریدا کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو
دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں لازم سبب کہ غیر مشتری
نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہو مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی البحر
وراثت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ ثمرتہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ میں نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے
اسکا پھل کھایا ایکسال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم نے ترجمہ یوں اسواسطے کیا کہ اگرچہ کرم بمعنی رز ہی کے ہو لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہو

باب المرابحۃ والتولیۃ

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہو مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع و ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا یعنی پہلے
ان بیوع کا بیان تھا جنہیں جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جنہیں جانب ثمن ملحوظ ہو چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر
اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہو اور ثمن تابع الفائق میں ہو کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہو کہ ناواقف محتاج ہو تاجر واقف کار کے فعل کی طرف التواء کے مانند
ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو
صدیق نے دو اونٹ خریدے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ مجھکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہو سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن سے ولم یذکر
المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب انکے ظاہر ہونے کے ہم مساومہ بتاتے ہیں جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن
کیوں نہو تو اسمیں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہو اور وضیعہ یہ ہو کہ کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگروں میں کمتر ہو کیونکہ تجارت سے غرض
استرباح المرابحۃ مصدر رابح اور مرابحہ مصدر ہو رابح کا ہم عرب بولتے ہیں باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خریدا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کی نفع مقرر کر دیا
وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ
جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہو اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہو منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت
یا غصب کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مالک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مذکورہ مبیع کی جنس سے نہو
چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہو کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہو کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع
بائع کی خریدی ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے سوال ہو بلکہ ہر ایک چیز میں مرابحہ جاری ہو سو اگر مبیع خریدی بائع کی تو اسمیں مرابحہ یوں ہو
کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو اسمیں مرابحہ یوں ہو کہ اس چیز کی قیمت اولیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے

کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور شاید زیلعی میں بدائع سے
اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اسکو
بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہی کہ مرابحہ عبارت ہے
بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا او تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو
والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیعہ بمثل ثمنہ الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ وعبر عنہا بالثمن لانہ الغالب اولیطابق الشرح بیت تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی
سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہ تعریف
بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعینہ قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل
ہو جاوے طحطاوی نے کہا ہے بہتر تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے لفظ رفعہ
بصحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمتی کہ وہ چیز مملوک
مشتری کی ہو ثمن مثلی جیسے دراہم اور دنانیر اور کیلی ووزنی اور عددی متقارب مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ کپڑا اور ایک
غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی
سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ زید خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر عمرو کو بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ وغیرہ پھر عمرو کے مشتری
کو بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تصرف وکون الربح شیئا معلوما او قیمیا مشارا الیہ کہذا
الثوب لاستفادہ الجہالۃ ولو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح الجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم
اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا اس بیانی ہونے کی حالت کے تو اگر نفع کریگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز نہوگا
مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار رہیگا کذا فی شرح الجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن نہ معلوم ہوا
لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم
واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع اپنے راس المال
کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ
اٹھالانے اور بھیڑ بکریوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک وطعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت اور
انگوروں کی اور اسکی جاروب کشی اور بندوں اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موٹی پینا سوراخ
کرنے کی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملا دے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ صاحبہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح
البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط ہو یہی قید تیقن کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح
دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع او صاحب متاع کو بتا دے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط
بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرۃ دلال
بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم او قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے
جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت میں زیادہ ہو جیسا کہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتبار کیا ہے یعنی جسکو تجار

کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری وقال ابو یوسف لا وبہ قالت الثلاثۃ لابد من بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مرابحۃ نفع
لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اس طرح بیان کرنے کے کہ اس شئے مبیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اسمین عیب لگ گیا اسکے پاس لحوق عیب کی سبب
آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا
لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور امام ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب ثانی کا بیان کر دینا مرابحہ
مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح مین ثابت
رکھا ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تاکہ فریب دینا لازم نہ اوسے خلاصہ یہ ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی کہ
بعض مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی ورابح بلا بیان التعیب
ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے
عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا
اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسرہ بنشرہ وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف مما زاد قال ولم یقیدہا بالوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہی جبکہ جماع سے اسمین نقصان
نہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو انکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ
بکارت کا موجب ہی لہذا اسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ وطی نے اتلاف کا قصد کیا
اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری ادھار خرید کیا ہزار
درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے
فان تلف المبیع بتعیب او تعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا
مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسی طرح مرابحہ کے مانند
تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور
وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی ادھار خرید نے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والموجل بحر
ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال و ثمن موجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلا پندرہ
ہوون اور ثمن موجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری
کم قام علیہ فسد البیع بجہالۃ الثمن وکذا الحکم فی المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک نے دوسرے کسی چیز کا یعنی اسکو بطور تولیہ بیچا
بعوض اس قدر کے جتنا اسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اسپر پڑا تو
بیع مذکور فاسد ہی بسبب نامعلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور
اگر مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے مقرر فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش
ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم

وقال ان غرّه ای غرّ المشتری البائع او بالعکس او غرّه الدلال فله الرد والّا لا وبه افتی صدر الاسلام وغیره ثم قال تصرف فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن
غیر مانع منه فیرد مثل ما تلف ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جاننا چاہئے کہ رد بیع نہیں ظاہر الروایۃ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش
وہ ہے جو قیمت لگانے والوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعض نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر صاحب قنیہ
نے رمز لکھے اور کہا کہ غبن فاحش میں پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا
فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار
ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف
کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنابر صحیح اس
قول کے انتہی قول القنیہ ملخصا اھ مصنف نے تصرف کیا اسنے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں صحیح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اسکا
مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی لکن [illegible] باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور [illegible]
ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو صحیح نہیں دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر پر یعنی اگر غبن
فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہو والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ثم صاحب تحفہ نے
کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو
اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ من بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلاث
مسائل اور اشباہ کی کتاب الکفالہ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورتوں میں ان میں ایک
یہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے اور وہ ہے اگر اسکا دھوکا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا
رجع علی الدافع بالضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو جیسا کہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع
سے پھیر لے جسقدر اسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفاظت سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت
کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہو گئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو
جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لے کیونکہ اسنے اسکو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور عقد اجارہ یہ ہے کہ مثلاً
جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے
کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی
جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ
مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب لہ کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثالثۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی ہذا فانی قد اذنت لہ ثم
ظہر انہ حر او ابن الغیر رجعوا علیہ بالغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر میں نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پھیر لیں غرور کے سبب اگر
باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہے اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد پھیر لیں م بذا ان اضافہ الیہ امر مبایعتہ اور یہ یعنی دھوکا دینے والے سے پھیر لینا اسوقت ہے کہ
جب اسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو [illegible] المشتری [illegible]

استحقاقاً رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد او بقیمۃ الثمر و بقدر نقصان الارض کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی نکلی
تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھر لے ھ بائع سے قیمت لینا عمارت کا اسوقت ہے جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا گو
ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلا دیا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس قیمت کو بھر لے واسطہ علم
کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشتری فانا عبد بخلاف ارتہنی اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق میں آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کر کہ میں غلام ہوں
یون کہنے کے کہ مجکو خرید کر ... یعنی اسکے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو رجوع نہ ... واسطے کچھ نہیں الا اشتری کا اسی سے
بھر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کر کہ رد المحتار کے نسخ یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں یون ہے کہ اشتری فانا عبد ارتہنی اور بعض نسخوں میں یون ہے بخلاف
ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اسی کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہو
رہن رکھنے میں واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوجہ امراۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وتجیئ آخر الدعوی تیسری صورت ہے
جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت
مخبر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر میں آویگا فرع مسئلۃ ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحقوق المجردۃ
لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت وقدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہے رد بیع فریب
دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اسکا وارث اسکو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق
مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ او مشیت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یون ہے
کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں خیار الشرط میں درر سے نقل کر کے لکن ذکر
المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک
من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر
کیا ہے وہ جو اسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اسکی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب
معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اسکی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع
کر دے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ھم وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہے کہ
خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہرا مورث کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی امکن معرفتہ بالعیان تنتفی الغرور فتدبر اور پہلے ہم
ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب اسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غور کر لے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل الدیون

یہ فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے
دونون میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا تصح
اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ فسخ عقد کے بر تقدیر
ہلاک کے کیونکہ ہلاک عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا نہر یا دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے
تو اسوقت یہ غیر منقول مثل منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں ھ امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے
جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاک کے بیع کے فسخ ہو جانے کا احتمال ہے اور ہلاک کی عقار میں نادر ہو

نادر کا کچھ اعتبار نہیں تنبیہ انتہا میں ہے کہ مصنف نے تعبیر بیع سے کی ہے کی نہ نفاذ اور لزوم ہو اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد میں یا رضا کل بائع پر موقوف نہیں یا قبل اسکے باطل بیع جائز ہے
طحطاوی نے کہا کہ قول میں بالقبض سے متعلق ہو نہ بیع سے کتابۃ و اجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کتابت یعنی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی
اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف
عتقہ و تدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ یصح علی قول محمد وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے
اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا تو یہ صحیح ہے محمد کے قول پر
اور یہی اصح ہے یعنی اگر منقول خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح
ہے خلافا لابی یوسف و وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ اسکا ہو جاتا ہے قبضہ
مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کے وہ مفید ملک نہیں قبل القبض کے اور تملیک بائع قبل
قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض
ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز والا فجائز یعنی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو سبب ایسے عقد کے
جو فسخ پذیر ہو ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اسمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ
فسخ نہ ہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی و المنقول او وہبہ من البائع قبل قبضہ
فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا
جوہرہ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فلیحرر اور بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے
اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ کو
بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ تعبیر بلفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی
الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کرے ہم یعنی بیع منقول کی قبل
قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور غیر صحیح یہ دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں ام سنا
بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد بوجہ
ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل حراما
لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ یعنی خریدا کیلی کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اسکو ناپ لے اور البتہ علماء نے
اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور یہ کہ اسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا
حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اسمیں دو صاع جاری ہوں
ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اسی مضمون کو اسحق اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت
طرق اور اجماع علماء کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت عنقریب شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن
والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور کیلی کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے یعنی جب

کیلی اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل یا وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید
زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہے تا غیر کے
مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر دے اسلئے فتح القدیر مین کہا کہ معدود سے عددی
متقارب مراد ہے چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع کیلی و موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل و وزن اور شمار کے چنانچہ
ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین و قید بقولہ بغیر الدراہم والدنانیر لجواز
التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لایحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور
مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے ہے اسواسطے کہ
موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ حاصل خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات
مین دو صورتون مین مشتری کو دوسرے بار وزن کر لینا شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے صورتون مین اسواسطے کہ انکی مقدار مقرر ہے اور غالباً تفاوت نہین ہوتا اور دوسرے
بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرۃ
المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرتہ قبل البیع ثم اشتراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا
کیل کرنا یعنی ناپنے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا
اجنبی مرد کے سامنے پھر اُسنے کیلی کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ
عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض بھی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور
تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون ثمنا جاز التصرف
فیہ قبل کیلہ و وزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل او موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمین تصرف قبل اسکے کیل و وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض
کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات لابد مین اولی جائز ہوگا
لا یجیز ہم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمتہ اذا کموزون والاصل ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری
الا اذا کان مقصودا اھ واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع کا قبل از پیمائش گز اگرچہ اسکو بشرط پیمائش
خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے
نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنی کیا ہے
جسکو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا ہم مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبہ وغیرہ کا برتن قطع سے لائق
استعمال کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر
کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو معینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیک ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک
قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن معین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو
اسمین تصرف اسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک مین جائز نہین غیر مدیون کو کذا صرح
ابن ملک سوا تعیین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر جاز اخذ بدلہا شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ

اور بائع کو اسکا دینا لازم ہو بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی او مشتری اسکو قبول کرے ھم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہو
اسکو تو موجود فرض کیا ہو مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب پیدا حاجت ہو لہذا جائز نہین وبلتحق ایضا
بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہو تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل
قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ھم مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو
دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہوجائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل التسلیم انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن مین اسباب زیادہ کردیا
پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھم مثلاً ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن مین ایک کتاب
زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ہلاک ہوگئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی مین بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہو طحطاوی فی
کہا چونکہ مبیع قائم ہو تو اسکا مقتضی یہ ہو کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالی اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور
شرط نہین یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہین تو زیادہ کرنا صحیح ہو بعد اسکے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمین قیام مبیع شرط ہو
چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیصح بانفع فی براءۃ الاسقاط
لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہو کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہو اور اسقاط عین کا صحیح
نہین بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہو تو پھیرلے جو اسنے دیا تھا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ھم محیط مین ہو کہ معین گیہون پیمانہ پھر
خریدے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہین اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنی معین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط
عین صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خریدے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہو اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہوتی
براءت اسقاط کی مثال یہ ہو کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفاء کی مثال یہ کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا
بطریق براءت استیفاء اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع
مین خلاف ہو واما الابراء المضاف الی الثمن فیصح ولو بہبتہ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی وینبغی تامل المفتی عند الفتوی بحر اور وہ ابراء جو ثمن کی طرف مضاف ہو وہ تو
صحیح ہو اگرچہ ابراء بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیرلے جو اسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت
کذا فی البحر ھم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء مین تفصیل ہو کہ براءت اسقاط مین رجوع ہو نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا اور قبض کے
صحیح ہو تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہو اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمین خلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے
فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہو سو خلاف واقع ہو کذا فی الطحطاوی وقال
فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہو وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ
کذا جاز الحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہو بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کردے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کرکے
تو صحیح ہو بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوا ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق لبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد
ویتعلق بالزیادۃ ایضا فلو ردہ بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اس سے متعلق ہوتا ہو جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہو تو اگر عیب
وغیرہ سے مبیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیرلے یعنی ثمن اور زیادت ھم بسبب اتفاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہو تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو
مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرلے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ لیگا تو اس زیادتی کے ساتھ لیگا جبکہ بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی لزم تامل

الرابح والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف

وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثالث قیمتہا فی آخر یوم رواجہا وعلیہ الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے
پھر انکا رواج جاتا رہا تو اسپر انہی کے مثل غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسی طرح کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے
کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام
اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے
ہم گرانی اور ارزانی کا اسوقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور ادا قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ میں ہے کہ ظاہراً عدالی جمع ہے عدلی
کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں نہایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید
عدال بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الحمادی وقال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض
بمکۃ فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم اقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ [illegible] بزازیہ نے کہا
اور اسیطرح مسئلہ [illegible] ائمہ ثلثہ میں خلاف ہے جبکہ ایک شخص نے گیہوں یا اور اناج قرض لیا عراق میں پس مستقرض سے صاحب قرض نے مکہ میں مواخذہ کیا [illegible]
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو روز خصومت ہو اور صاحب قرض پر [illegible] نہیں
کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ کا حال بیان میں کیا ہے اگر دونوں شہروں کی ایک ہی
قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی
بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویومر المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد
الذی اخذہ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں
ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتبار کرا دے ضامن دیکر تاکہ شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر
میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجیء الحدیث
الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو
ادا نہ کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تا میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اسکی قیمت پر راضی ہو جاویں
بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جبکہ انکا رواج جاتا رہے تو انکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپید نہیں اور پورا بیان اسکا خانیہ کے
باب صرف میں ہے ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندہما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ القرض وفیہ تصحیحان
وینبغی اعتماد الانعقاد لافادتہ الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے
نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک تا قیام قرض اسکا رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ
قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور یہیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے مفید ہونے کے ملک کو
فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو
قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بدین بزازیۃ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز
ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہو قبل قبضہ دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ [illegible]

یا ثنی عشر او ثلثة عشر بطریق المعاملة فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا یعطی العشرة باز ید من عشرة ونصف ونبه علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمه فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظهر توبته وصلاحه فیترک میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اسکے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیئے جاویں اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا سزا اسپر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہاں تک کہ اسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینة ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو عمرو کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذه المعاملة بل یرد ما اخذه من الربح لصاحبه فاجاب ان حصل بنه بالتراضی ورد الامر بعدم الربح لکن یظهر ان المناسب الامر بالرجوع ودفع من ذ المسلم حتی ان البعض القری قد خربت بهذا الخصوص انتهی اور اسی معروضات مذکورہ میں یہ سوال ہے کہ کیا صاحب دین کہ جسنے نفع لیا ہے مدیون سے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اگر اسکو نفع اسی تیرہ میں حاصل ہو اور حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر ایسا ہے کہ حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد اسلم ہے یہاں تک کہ بعضے قریات از قبیل خصوص ویران ہو گئے انتہی جواب المفتی المرحوم یہاں سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم جاہلیہ دے اور بہت گیہوں یا کوئی غیرہ ٹھہرا لے جبر کر دراہم نصف بیع سلم نہ تھا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہ باب ہے ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادتی ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادتی حلال ہے اور ربوا کی زیادتی حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربوا کی بیع میں ہو اور کا ہے ربوا لغت زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر پس نصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یوں ہے کہ اسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغة مطلق الزیادة ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا نہ ہو اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئة والبیوع الفاسدة فکلها من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانه لانه یملک بالقبض قنیه وبحر اور شرع میں ربوا عبارت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا النسیئہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اسکا ضمان ہو اسواسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیئہ کی یہ صورت ہے کہ درہم کو درم سے بیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے اور اسی طرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط ہم خال عن عوض فیخرج مسئلة صرف الجنس بخلاف جنسه ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب صرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہوں اور جو سے بیچ کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وهو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل و وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلا دس گز تو ہیروی کو پانچ گز تو ہیروی

منسوب بہرات ۱۲

دست بدست بیچا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچا ربوا نہیں بشروط ذلک تفضیل لاحد المتعاقدین
ای بائع او مشتر فلو شرط الغیر بیعا لیس ربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی اصطلاح ربوا نہیں ہوا لا ان کو ہو گا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا
ترک کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ شرط ہر دو سکا ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ قرض خواہ اور
مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں لیکن تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر بسبب ہم بعد آئیگا
چنانچہ جواہر اور تہذیب میں صریح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی قال الطحاوی فضۃ فلیس بفضل و فی الہبۃ ربوا فاشتری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم فزادہ دانقا ان وھبہ منہ
انعدم الربا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہ الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل ذکرہ بمعاوضۃ کے اندر مشروط ہو تو فضل بیع میں
ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درہم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھٹا حصہ درہم کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو
ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی اسواسطے کہ فضل فی البیع ہے فضل فی الہبۃ ہے فضل ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی
اور یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درہم کا توڑنا درم کو ضرر ہو اسواسطے کہ ہبہ مشاع کا ہے قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد فی صرف الجامع
ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمد اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک لا فرق بینہما خفی عندی والصحیح کما فی البحر
کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل
کیا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اسکا یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض
تساوی میں پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے
قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحلل زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک
نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ
یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ
یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا ہے قلت وما قدمناہ عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام
سوا انہ العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا میں کہتا ہوں کہ جو ہم نے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ
کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوا عقد کے کہ وہ
فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں
ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور صحیح کا
موضوع وہ ہے جب کہ عقد تساوی میں ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں
زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے
جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر
ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو اسے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی والجنس عبارت ہے مشارکت
معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوا بخاری کے

بند ہوجاوے یا ہم ۔ جواب یہ جو سوال فتح القدیر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جو حدیث مشہور میں وارد ہے کہ صورت اختلاف جنس نقد حلال جائز ہے اور تاخیر حرام ہے تو واجب ہے کہ تاخیر حرام ہو تا کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو
راس المال قرار دیا موزونات میں چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں
بالاجماع مستثنیٰ ہو والا علم کے اکثر ابواب بند ہوجاوینگے اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تولون اور باٹون سے ہوتا ہے اور زعفران اور
روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب کہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے
کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی وغیرہ مثمن متعین ہیں اور حکمی خلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو جمع کرنیوالی قدر جامع نہوئی

ونقل ابن الکمال عن الغایة جواز اسلام الحنطة فی الزیت قلت ومفاده ان القدر بانفراده لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی السلم حرمة النساء بتحقق بالجنس او بالقدر
المتفق فتنبه اور ابن کمال نے غایہ سے نقل کیا ہے کہ گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط
قدر تاخیر کو حرام نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس یا قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت
ابن کمال یہ ہے کہ اقتصر علی جواز اسلام الحنطة فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر
ہیں کیونکہ گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اسنے اسلام کیلی کا موزون میں فرض کیا ہے اور جواز
وہ دونوں مختلف القدر ہیں تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا کیلی کا کیلی میں کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہوگیا زیادہ اس سے تحقیق تنقیح کی حاجت نہ رہی اور جوہرہ
سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کو محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقوله فحرم بیع کیلی و وزنی بجنسه
متفاضلا و لو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی وجود علت و وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے
اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہمجنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے جیسا
کہ کیلی اور ربوا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہو ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہو لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کی
حرمت نسیہ لازم ہے بالعکس اور علت تاخیر کی علت تفاضل لازم ہے بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطه الکمال
معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فتح القدیر میں بیع
کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص و اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے
سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور ربوا اور انگا اور شیرہ اجناس مختلفہ ہیں اور اسیطرح صوف اور بال کو
سورت اور گاے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنس ہیں اور دہان جنکے
اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور بحر میں ہے کہ جنس واحد ہیں الا ابو یوسف سے مروی ہے کہ تمام طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہے
اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہوکر بیع نہیں ہوتا عادتا میں کذا فی النہر وحل بیع ذلک کله متماثلا او متفاضلا اور بیع اسکی جنس
بعدم القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر ملا معیار شرعی فان تبیع مالم یقدر بالمعیار بالذرة وحبات ونصف صاع حفنة بحفنتین وثلث وخمس مالم یبلغ نصف صاع
اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے مقدار نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ جو کی دو لپ
سے اور تین اور پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہونچے ہم معیار عبارت ہے پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہوجاوے کذا فی النہر الفائق میں ہے کہ لپ
دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات الہیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے
کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ مقرر ہو چنانچہ بیع اور ثمن وغیرہ میں رائج ہے تو اسکا تفاضل [illegible]

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اگر قول صحیح یہ ہے کہ ایک لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاحۃ بتفاحتین
وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما ... لکان اولی لما فی النہر لتقییدہ فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیچنا ایک سیب کی دو سیب سے
اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل معین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب چیزوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ
نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں اتفاقا وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین
وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین واناء باناءین اقل منہ مالم یکن احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجوروں سے اور ایک
انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلواروں سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن
بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب
وفضۃ مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہما فجاز التفاضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفیا حل کحفنۃ بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرم الکل محمد وصحح
کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ
کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ
بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جو کی دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ تفضل ہو یا نہو بسبب
معدوم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اسی قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے حصہ فتح القدیر
میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر یہ کیل
نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکو مستلزم نہیں کہ تفاوت یقینی کو باطل کر دیجیے اور
ملک وقتا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک یہ مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شی کثیر میں حرام ہے وہ
اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع الحنطۃ بحنطۃ وزنا
کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح
کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح ہے تا قیامت کبھی متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں
کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے یعنی نص اسواسطے
عرف سے اقوی ہے کہ رواج کا ہے باطل پر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از
ثبوت باطل پر نہیں ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع
تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہو اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے فہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے
معتبر ہے کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں یہ اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں
جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج
کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند سے تول کر یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکے مثل
سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہی توجیہ جواز استقراض یہ ہوسکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری

میں تاتارخانیہ سے منع استقراض درماہم گن کر وارد ہوا اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہو کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہو اگر لوگوں میں رواج ہوا اور اسی پر فتویٰ
ہو تو اب سعدی آفندی کے اعتراض کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی و فی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر و اقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہو کہ لوگوں کی
عادت پر فتویٰ ہو کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہو ہم کافی کے فتوے کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو
تول کر جائز ہو کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہو واللہ تعالیٰ اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط التقابض
حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہو غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن
اور زیور کے غیر میں بلا شرط التقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہو بخلاف امام شافعی
کے بیع طعام میں وربا احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز وان کان احد البدلین دینا تو اگر وہ ثمن ہوا اور اسپر قبضہ کر لیا قبل تفرق کے تو بیع جائز ہو
مثلا گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو یعنی بدخول باجارہ ہو اس طرح پر کہ الیت منکہ بہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ ور جو بدخول باجارہ
نہیں وہ مبیع ہو قبض اسواسطے شرط جواز ہو کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا الا البیع بالبیع عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہ ہو
کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہو جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربوا لا حقوق العباد وکذا دیتہ ہو اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہو اور حقوق عباد
کھرا کھوٹا کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور ردادت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہوں دوسرے
گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور یہ اسواسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور یہ اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہو کہ جیدہا وردیہا سواء کذا فی الحلبی
پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت وارث کے برابر نہیں تو اگر
زید خالد کا مال تلف کریگا تو اسکے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو اور قیمت اسکی لازم ہوگی کیونکہ عمدہ جودت لیتے بیع ہو گا کذا فی الحلبی
الا فی اربع مال وقف یتیم ومریض وفی قلب الرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور ردادت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں
اور گروی کے کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہو بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے
ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال میں نافذ ہو گا کذا فی البحر
حموی اور اگر گروی کا کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم
او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا ان کے مثل یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہو اور اگر بائع اور مشتری
متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہو کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہو کہ بیع فلوس بالفلوس میں اور بیع فلوس باحد النقدین میں
التقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری کا اسپر دلالت کرتا ہو اور کلام محمد میں مختلف ہو انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں اشتراط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع
اللحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بالعددی بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہو بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے
جنس سے ہو مثلا گاے کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہو کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہو غیر وزنی سے تو جائز ہو جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے
اور بطریق نسیئہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہو کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہو اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گاے کا گوشت بکری سے بیع کرے
تو اگر نسیئہ بکری میں ہو تو یہ سلم ہو حیوان میں اور اگر اسکے برعکس میں ہو تو یہ سلم ہو گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم دونوں میں سلم جائز نہیں و شرط محمد زیادۃ المجانس او
محمد نے شرط کیا ہو زیادہ ہونا گوشت کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہو تاکہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے چمڑا اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو والا
ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی وباع مذبوحۃ بمذبوحۃ جاز اتفاقا وکذا مسلوختین ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخۃ المفصولۃ عن السقط

بصنع العباد کالحنطة بالدقیق والحنطة المقلیة بغیر المقلیة کما تجی اور غنایہ مین ہو کہ جو تفاوت پیدا ہو چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور جلدہ اور ناقص سے بیع متساویا
الاعتبار ہو یعنی انمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہو چنانچہ
آگے مذکور ہوگا وبیع اللحوم المختلفة بعضہا ببعض متفاضلا یدا بید اور جیسے جائز ہو بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست ہم لحوم مختلفہ مین
تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہو بیع گاے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے
بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل الدقل بخل العنب وقید بالتمر وخصہ باعتبار
العادة بخل عنب اور جائز ہو ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر دقل بفتح دال ناقص عبارت ہو ناقص کھجور سے اسکو مخصوص بذکر کیا باعتبار عادت
کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہو لیکن عادت خلق یہ ہو کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اسکو ذکر کیا وشحم البطن بالالیة بالفتح او باللحم اور جائز ہو
بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیة بفتح الالف وہ ہو جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین وخبز ولو نیرا او دقیقا
ولو متفاضلا اور جائز ہو روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو اور کچھ بھی زیادتی جائز ہو اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل صناع کے دوسری جنس ہو گئی کیلی ہی نکلا بخلاف
گیہون اور آٹے کے کہ وہ دونون کیلی ہین تو قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہان تک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودہن مربی
بالبنفسج بالغیر المربی بہ متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد اللحم متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لایوزن عادة حتی لو وزن زیلعی اور جائز ہو بیع روغن زیتون پختہ
غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جس طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع مین تفاضل
اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہو کیونکہ انکا گوشت وزنی
رواج مین اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادة مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا وحاصل
ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصنعة فلیحفظ در فتح القدیر مین ہو کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہو مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہو کہ شاید وزنی
ہونا اسکے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہو کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہو یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبے کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ
غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر وہو الخبز نسیئة بہ یفتی وعند ابی یوسف بشرط السلم لحاجة الناس الاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہو اخیر یعنی روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اسیکا فتوی ہو کذا فی الدر یعنی تاخیر اسوقت جائز ہو جب سلم کی شرائط پوری ہو جاوے فتوی ہوا ہو بسبب حاجت لوگون
کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہو اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہو مسمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہو کہ سلم ہوتا ہو گیہون کی روٹی مین اور مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہو
تو اسمین تبدل السلم فیہ ہو اسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانة الاحسن ان یبیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز فیجعل الخبز
الموصوف بصفة معلومة ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمة الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہو کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی
مین یہ ہو کہ مثلا انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہو ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے
اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریقے سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وہی
جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہو کہ سلم جائز ہو روٹی مین تول کر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتوی ہو اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز
روٹی مین گن کر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور رسالہ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہو کہ روٹی مین سلم
ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو کیونکہ وہ وزنی ہو انکے نزدیک تو سلم جائز ہو بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن بخلاف لما

والاسم حادث اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور صورت تام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو البر المقشر ولا بیع دقیق بسویق مطلقا
ولو متساویا لعدم التسوی فیحرم لشبہۃ الربوا خلافا لہما جائز نہیں گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونون برابر ہون
اسواسطے کہ دونون کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور مقاصد
مقصود کے جائز ہے دست بدست اسلم گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاضل سے ہو یا برابر جائز نہیں کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے
اجزا ہین اور تساوی سے بھی جائز نہیں کہ معیار دونون مین کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہین ہو سکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے واما بیع الدقیق بالدقیق متساویا
کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرہا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونون کو
پیمانے مین داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہے اور بھنے
گیہون کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم سمجھے کہ بھونے سے گیہون ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے
سے بیچے تول کر تو اسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل ای بالشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ
بمثلہ والزائد بالثقل وکذا کل ما لثقلہ قیمۃ کجوز بدہنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز
نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع میٹھے تیل سے یہانتک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ
روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز مین جسکی کھلی اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی
بیع اسکے تیل سے اور دودھ کی اسکے گھی سے اور انگور کی اسکے شیرے سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے ذرات سونے کی مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہو
سے بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے
تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے
وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرات الخبز کیف کان اور مجتبی مین ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی ادھار دو روٹیون سے تو جائز ہے اور
بالعکس سے یعنی نقد دو روٹیون کی بیع ایک روٹی ادھار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا
لا مکاتبا اور بیاج نہین درمیان مولی اور اسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب کیونکہ غلام کا مال مملوک ہے مولی کا جس طرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب
کے کہ وہ بجاے حر کے ہے قبضہ اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق
الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء درمیان کے بیاج نہین اسوقت جب کہ غلام کا دین اسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو
تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحرالرائق مین معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور
غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا
تبایعا من مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جب کہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی
الزیلعی ہم قید مذکور شرکت عنان مین ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال الشرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ
ثمن اور مبیع مین دونون شریک ہین تو احد المتفاوضین کا فضل اسکے ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان
مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج
نہین وہان یعنی دارالحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دارالحرب مین مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو وہ حلال ہوگا اسکی رضامندی سے ہر طرح بدون عذر یا بازی کے بخلاف ابو یوسف

اور اسلئے شبہ کے حکم میں علت ربا ہیں دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آویگا اور مسلمان سے ایکدرم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہ
ہوگا اور اباحت مال حربی کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاج اسوقت تک جائز ہے جبکہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ یہ بیاج عام ہے خواہ زیادتی مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کیطرف سے
اور یہ اباحت علت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی شرح القہستانی ... ابویوسف اور ائمہ ثلثہ کی دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہیں خواہ دار الحرب میں ہو
یا دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول
ثقہ ہیں اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین
مکہ سے اور حکم نبی صلعم سے مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب
تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرطیکہ عدم غدر اور اطلاق نصوص حرمت مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علما مذہب نے درر میں التزام کیا ہے کہ جو علت ربوا
اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکا خلاف ہے (تنبیہ) مافی الفتح لمخصہا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی
فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرہ قلت ... وحکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہوگیا
دار الحرب میں اور اسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابویوسف اور شافعی کے کیونکہ
کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں
مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف انہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ وہ دونوں حربی کے مانند
ہیں حکم میں ہم یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت ... حرام ہونے ربوا نہیں سو غلط ہے شبیک ہے کہ اسمیں ربوا بالاتفاق ربوا جائز نہیں [illegible]
ہیں ہو کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہیں
والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل یعنی خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہے ۱ سو اچھا یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا
مہاجر کو ساقط کرکے ۱ آقا کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵
مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ ساتواں قرار دیجئے تو صحیح ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

اخرہا لتبعیتہا وتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب
اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب جیسے پانی کی راہ
وغیرہ چونکہ مصنف نے جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے
اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ہو لہ فیہ ومنہ ... شخص نے ایک کوٹھری خریدی کہ اسکے
جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید میں بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق کہا ہو یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح نہ کردی بالاخانہ کے بیع کی
اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو ... عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام ہر حال ساکن ہے [illegible]
کہ یہاں تین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہوا ہو ... کے نزدیک بیت میں ... کا
ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ... کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند ہے مسقف
ہونے اور شب باشی میں اور شی اعلیٰ کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمیں ...

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہیں ہو اسواسطے کہ اقرار
حجت قاصرہ ہے متعدیہ ہو والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر وذکر المصنف
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا اثر سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں چنانچہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہے بلکہ عتق اور اسکے
مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولا اور عتاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں والاقرار بالعکس حجۃ قاصرۃ علی المقر
لعدم ولایتہ علی غیرہ اور اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں
لہذا اسکا اقرار اسپر حجت ہے غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا اسکا نفاذ
کل میں نافذ ہے کذا فی المنح قلت لو اجتمعا فان ثبت الحق بالقضی بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں
سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہر حاجت کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا
دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی سنکر ہی معلوم ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے جیسا
مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی فلو استحقت بینۃ ولدت عند المشتری لا باستیلاد ببینۃ تبعہا
ولدہا ان قضی بہا لہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ پھر اگر وہ بیچی
ہوئی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اسکا بچہ اسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا
کلام مفید ہے اس تقیید کا جبکہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کردیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم
نکرے کذا فی النہر ثم الاستیلاد لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ المستحقۃ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد
ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اسکے مستحق کو لڑکے کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر بہا لرجل
لم یتبعہا ولدہا فیاخذہا وحدہا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اسکا بچہ لونڈی کا تابع نہوگا تو وہ مرد فقط
اس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ
کان لہ کسائر الزوائد ثم الزوائد کالضمان بلا کلام کزوائد المغصوب اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اسوقت ہے جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد
تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر جس صورت
دعوی مقر لہ ان پر البتہ ہے کہ بائع کی زوائد سے ضمان نہیں لانہ زوائد مغصوب ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک
لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ منع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری میں ہے کہ لونڈی
نکاح طلب کرنا اسکے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہے تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں تو
دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کی درخواست کرنا صریح تناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال
ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق او رجع
تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے علم نہ آیا میں ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میری ہے فلاں نے مجھکو دی
پھر دعوی کیا کہ وہ دوسرے موکل کی ہے تو یہ دعوی مقبول نہیں مگر دو صورت توفیق اس طرح پر کہ یہ چیز میری ہے فلاں نے موکل کی تھی جسنے مجھکو خصومت میں وکیل کیا تھا پھر اسنے میرے دوسرے

موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اسنے بھی مجھکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی یمکن التوفیق بحمل الاختلاف بعقبیہ فی متفرقات القضاء اور کیا اسکا توفیق فیہ تناقض
کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفروع ہذا الاصل کثیرۃ منہا فی کتاب الدعوی وبہا ادعی
علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی ثم تقبل للتناقض وان قال
لم یکن اخی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اسپر نفقے کا دعوی
کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب
تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اسکے بعد مدعا علیہ نے
ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر پہلے سے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ
دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصا الا اکثریہ کلام کا تناقض دعوی
حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب
مخفی ہو چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے
دعوی کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ زمانہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور
اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تبائن بتلاوے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے
خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال پھیر لیگی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین
مستقل ہے اور اسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر او حر
الاصل فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھکو خرید کر مین زید کا غلام ہون
سو اسنے خرید کیا اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہے یا الغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ
نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم
نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیر لے بخلاف ابو یوسف کے کہ عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے انسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط
او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اسنے کہا کہ مجھکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ہم عدم رجوع کی وجہ
پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص
کا بیٹا غلام ہوتا ہے کسی کا اور اسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیر لے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف
الرہن بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن مطلقا والاصل ان التغریر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح پر ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھکو
رہن رکھ لے مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی
بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل
والا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیء آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ
وہ زمین موقوف ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم
قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصحیح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہو چکا

اور آخر کتاب میں آویگا اور حکم اشتراء اور حکم قاضی لزوم وقف میں امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک ہے مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی غاب واخبر انہ لا یسمع دعواہ
بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خریدی ایک چیز اور اسپر قبضہ نہیں کیا تھا اتنے میں دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اسکا مسموع نہیں
بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اسپر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع
وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے
اسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے العبرۃ لتاریخ الغیبۃ لا لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند
الدعوی غاب عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکی منذ سنتین
وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی الملک المطلق قال ابن الشحنۃ من الظہیریۃ نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ
بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس ہوا تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا
حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملک تھا دو برس سے مثلا اور اسپر گواہ لایا تو خصومت
مندفع نہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے اور اسی طرف سے یعنی دخول ملک الخ جو ملک
کی تاریخ ذکر نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فتح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر
نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار رہا اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی والعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی
البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراہ ثم ادعی غصبا لم یبرأ بائعہا لان الولد رقیقا لا اعلم الا بقوله ویرجع بالثمن وان اقر بکلیۃ البیع للمستحق اور اسکا معلوم ہونا کہ
مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی ہوئی لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو
غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہ ثابت ہونے حریت کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ مالک مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کیا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے
مطلع ہے تو بائع کا قرینہ ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ برأ باقرار المالک بالبائع ثم استحق من یدہ رجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب ما امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا ام
لانہ یحتمل بخلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے مالک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع حق غیر کی مشتری کے قبضہ میں اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل
نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جبکہ مشتری نے مالک
بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگرچہ خریدنا مالک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق
بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لابد من الشہادۃ علی مضمونہ لیتمکن المستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم
کرے قاضی استحقاق کی سجل پر ساتھ ثبوت کے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں
بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے علم ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس سے ایک گدھا مستحق
ٹھیرا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو سمرقند میں پایا سو اسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر
کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا
حکم دینا جائز نہیں تاوقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدھا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع
سے حکم دیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ فانہا
لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا اسی طرح عدم اعتماد کا حکم ہے سوا نقل شہادت اور وکالت کے محاضر اور سجلات اور صکوک کے

اسواسطے کہ ان مین ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہی بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونون قاضی کے علم حاصل کرنیکے واسطے ہین اور اسیواسطے
اسلام شہود لازم ہی اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت مین تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہی اور تحفہ اور تنقیح اور بحر مین ہی بلا شہادت اسکے مضمون کے معتبر نہین نقل
شہادت کی یہ صورت ہی کہ گواہون نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تا قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو پورا کرے
اور نقل وکالت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے جو دوسرے قاضی کی حکومت مین ہی اور قاضی وکالت نامہ لکھکر
اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے مختصر وہ ہی جسمین قاضی حضور خصمین اور دعوی اور شہادت لکھے اور تقلید وہ ہی جسمین اسی کے مانند لکھے اور وہ اسکے پاس ہو اور سجل وہ ہی جسمین دوسری
اور تنفیذ بھی ہو لکھی ہے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی دعوی حق مجہول من دار صولح علی شیء معین ای استحق بعضہا لجواز دعواہ فیما بقی وان استحق کلہا رد کل العوض
لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہین ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جبکا مصالحہ ہوگیا شی معین پر لیکن اگر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہو کہ مدعی کا
دعوی باقی مین ہو نہ مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جاویگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین وافاد [illegible] المسئلہ امران احدہما
صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح لجہالۃ المدعی بہ حتی لو برہن لم تقبل الا ببیع اقرارہ
اور انتہی یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوا ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شی معین پر اسواسطے کہ ساقط شی کی جہالت منازعت کو نہین پہنچاتی
دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک کہ دعوی کرے
کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہی یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی ورجع المدعی علیہ بحصتہ
فی دعوی کلہا ان استحق شیء منہا لفوات سلامۃ البدل اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھ اسمین سے مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر اسکے حصے کے پھیر لے بسبب فوت ہونے
سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین کیا اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل
صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہا لم یرجع ما دام فی یدہ ذلک المقدار وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا جیسا چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اسکے ہاتھ مین یہ مقدار یعنی چوتھائی باقی ہو اور اگر اس مقدار
سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر نصف ثمن
کے مدعی سے پھیرے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق
البدل بطل الصلح فوجب الرجوع درر وفیہا فروع اخر فلینظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ
صرف کے ہی جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اول یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اسی کتاب مین اس طرح کی چند فروع اور ہین انکو دیکھنا
چاہیے وفی المتفرقات المجتبیٰ بجملۃ منہا اور متفرقات مجتبیٰ مین چند مسائل ضروریہ ہین ازانجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہی اشعار [illegible] المبیع ٭ لہ علی بائعہ الرجوع ٭ بالثمن
الذی قد دفعا الا اذا البائع ہو ادعی ٭ بانہ کان قد باع المشتری ٭ وذلک من ذا المشتری بلا مرا ٭ اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اسکے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اسکو
دیا ہی جائز ہی مگر جبکہ بائع نے یہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمانہ قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین شرط
اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہی تو رجوع بقدر زیادت جائز ہی کذا فی الطحطاوی اشعار ولو مشتری خرابۃ وانفقا ٭ شیئا علی تعمیرہا وانفقا ٭ وذلک سوی بعد اکامہا ٭ ثم استحق
رجل تمامہا فالمشتری فی ذلک لیس راجعا ٭ علی الذی عنہ التملک بائعا ٭ ولا علی ذا المستحق مطلقا ٭ بہذا الذی کان علیہا انفقا ٭ اگر ویران زمین خریدی اور کچھ اسکی مرمت مین
خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اسکے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمین پھیر نہین سکتا اسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پھیر سکتا ہی
اس مال کو جو اسکی درستی مین صرف کیا ہم مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہین ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہی کذا فی الطحطاوی اشعار

وان بیع مستحقا مطلقا ثم نقض القاضی علی المشتری به فصالح الذی ادعاه صلحا علی شیء له اداه رجع فی ذالک بکل الثمن علی الذی قد باعه کما بین ۔ اور اگر ایک
مبیع مستحق غیر کا ظاہر ہوا پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اُسکے مدعی سے کچھ اسکا مال دیکر صلح کر لی تو مشتری کامل ثمن اسکے بائع سے
پھیر لے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم
النقض الیہ یوم تسلیمہ وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خریدا اور اسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت
کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کر دے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھ اور
کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ
تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلا پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر او
نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ الجزائیۃ وکتب فی ہامشہ فیما انفق او اشتری
فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع لفساد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا
تو اس تمام کا صرف اُسکے بائع سے کچھ نہ پھیر لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ جزائیہ زمین کے مسئلہ میں مذکور
ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیعنامے میں لکھدیا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہے تو اس صورت میں بطور استحقاق ثمن
فاسد ہوگی اور فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بیرا وطواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطاہا فسدا اور اگر کنواں
کھودا اور اسکی من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر
علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین وتمامہ
فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا
تو اسوقت ہے جب کہ اسمیں کچھ عمارت بنا دے یا درخت بو دے اس چیز کی قیمت پھیر لے جسکو توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی
کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیہا شری کرما فاستحق نصفہ له رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین
میں ہے کہ انگور کا باغ خریدا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اُسکے پاس متغیر نہ ہوا ہو اور اُسنے اسکا پھل کھایا
ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر المستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک ان میں
مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اسکے قطعہ ثانیہ کی
کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا اختیار ولو استحق العبد والبقرۃ لم یرجع بالنفقۃ ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع
تبعا لا حصۃ له من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیۃ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی جھول کا مالک
مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ
ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف
وان لم یرجع قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فللکل الرجوع قبلہ ثمانیۃ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری
کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ شہادت لیکن نہ پھیر لے قبل اسکے
کہ اسکا مشتری اس سے پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا اگر کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر

مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی
الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے خلاف ہے خبردار رہنا وان اشتری عبدا فاعتقہ بمال واخذ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المشتری
بالمال علی المعتق اور اگر غلام خریدا پھر اُس سے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق ظاہر نکلا تو مشتری معتق سے مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اُسکا
عیوض پورا مال مل گیا ولو اشتری دارا بعبد واخذت بالشفعة ثم استحق العبد بطلت الشفعة فیاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر
خریدا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے لے لیا بسبب شفعہ کے پھر غلام مذکور مستحق ظاہر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لے لیگا بسبب باطل ہونے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں ہے مصنف نے اُس بیع کا ذکر شروع کیا جس میں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسلئے کہ سلم بمنزلہ
مفرد کے ہے اور صرف بجائے مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسلئے کہ ابن عباس
آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین
سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور
ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الجوہرۃ ہو لغة کالسلف وزنا ومعنی سلم لغت میں
سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں ہم معنی ہے کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ اسلفت فی کذا واسلمت واسلفت کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم
فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے
یعنی مثلاً پہلے روپیہ دینا اور ایک دو مہینہ کی مدت پر گیہوں یا جو خریدنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی بیع کا
رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں ہے اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع
بلفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اس طرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ اسلمتک واسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب
الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطة مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ
کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ورب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں
مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت
نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ اور صحیح ہے سلم اُس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اُس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا ہم ناضبط
صفتہ اور معرفت مقدار سو اسلئے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں ہے ومعرفة
قدرہ کمکیل وموزون خرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اُس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور وہ
موزون مثمن ہو ثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن مثمن نہیں ہیں ثمن ہیں تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں
ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واجر بقالب معین ہیں صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار
جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردآلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور ناپنے کا امکان صریح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد وہ ہے
جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ
وطولا وعرضا وصنعتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زبید او رقتہ او غلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلما ثقل زادت قیمتہ والحریر کلما خف زاد

قیمتہ فلا بد من بیانہ مع الذرع اور جیسا کہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار صریح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی صریح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا
کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب ہو اور اسکی صنعت کا بیان ہو گیا ہو چنانچہ شام کا بُنا یا مصر کا یا زید کا بنایا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اسکی شرح
ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا کم ہوتا ہے قیمت اسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے
میں وزن کا بھی بیان شرط ہے اور جو شرطیں گزر گئیں ان کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان ہوا واسطے صحت سلم کے یہ شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا یصح
فی عددی متفاوت ہو التفاوت بالقیمۃ کبطیخ وقرع ورمان قلم یعنی عددی متفاوت میں سلم صحیح نہیں عددی متفاوت وہ ہے جسکی آحاد میں تفاوت
یعنی باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا میزان یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلظ یا
غیر ذلک فقد ذکر ... عددی سلم جائز نہیں کذا فی الفتح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا اور جسمیں سلم جائز ہو گن کر اسمیں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر اور جسمیں کیل
جائز ہو اسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہے بقول معتمد اور یہی اصح ہے اسمیں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح فی سمک ملح ومالح لغۃ ردیۃ اور
صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا سمک ملح بفتح میم ہے اور مالح کہنا لغت ردی ہے وفی طری حین یوجد وزنا وضربا ای نوعا قیدلہما اور صحیح ہے
سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے طحطاوی نے کہا جواز سلم
بوقت وجود ظاہر تر مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر کسی وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں تمام مچھلی کے کہنے میں
چنانچہ ... اور چال اور ... وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جاوے ولا عددا للتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں گن کر اسواسطے کہ تفاوت کرتی
مچھلی یکساں نہیں ... اور نزاع واقع نہو ولو صغارا اجاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو تول کر یا پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے
تا نزاع منقطع ہو وفی کبارہا روایتان اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل میں بروایت واحدہ جائز نہیں اور
متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان مطلقا خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے عام حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمیں جائز نہیں
اسواسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر واطرافہ کروس واکارع خلافا
لمالک جائزۃ فی روایۃ اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اسکے کلہ پائوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تول کر والا فی حطب بالحزم
ورطبۃ بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور نہ رطبہ میں مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اس طرح ضبط اور تعیین ہو جاوے کہ باعث
نزاع نہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تول کر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اسکا طول صریح ہو جاوے اسطرح کہ مقام گفتگو باقی
نہ رہے حزم بضم حاء مہملہ و فتح زاء سے جمع ہے حزمہ کی یعنی گٹھا اور جرز بضم جیم و فتح راء سے جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی وجوہر وخرز اور سلم جائز نہیں جواہرات
اور پرونے کی چیزوں میں ہم خرز البحر کے وہ چیز ہے جو تاگے میں پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر جواہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ
دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا صغارا تباع وزنا لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی جو بکتے ہیں
تول کر اسواسطے کہ انکی قیمت تو تول ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے ... سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق
اور ایسی چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھروں میں ہو
تو اسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یصح فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں شی منقطع کی
سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہیں فان اسلم ثم انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر مسلم فیہ
منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اسکے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے و کلام ... عظم ...

ہوگی اسیر کہا ہے جو سکتی ہے اور چھپنا نہیں وأجل اقلہ فی السلم شہر یعنی بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہے اسیکا فتوی ہے اور کم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح
وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی آجل ہے اور ماخوذ ہے مسئلہ قسم سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اسنے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا
تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ مادون شہر حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اسکے آجل ہے علما نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر و فی الحاوی لا بأس فی السلم فی نوع واحد علی ان
یکون حلول بعضہ فی وقت و بعضہ فی وقت آخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت
میں و یبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیؤخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن الا اذا اشترط دوام وجودہ فیلزم
القدرة علی التسلیم ہوتا اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل
ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور یہ واسطے لیئے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہے کہ جسمیں مسلم الیہ
تا اسکی تسلیم پر قدرت باقی رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو و بیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدارہ فی
کیل و موزون و عددی غیر متفاوت و اکتفیا بالاشارة کما فی مذروع و حیوان و مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ
کیلی و موزون اور عددی غیر متفاوت ہیں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو بیان اسکی
مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اسلئے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اسکی مقدار سے
متعلق نہیں اسواسطے کہ مسلم فیہ گزوں کے شمار پر منقسم نہیں اسواسطے کہ گز وصف ہے اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الحاکم
قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ کبھی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل میں تو
راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صحح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کو معین نہ کیا ہو تو اسکو پھیر دینا ہے اور رب السلم مجلس میں بھی اسکو بدل نہیں سکتا عقد سلم فسخ ہو
تو مقدار راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور جو باقی رہیگا غیر معلوم ہے تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی یا نہیں ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو وجوبا بیان راس المال کی مقدار کا واسطے
بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل و مؤنة اور ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اس مسلم فیہ میں جسمیں باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں
کلفت اور مشقت ہے وہاں بیان مکان ایفا شرط ہے و مانند ذلک کو مثلا الثمن والاجرة والقسمة اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے غیر حاضر گیہوں کیلی یا موزون سے ادھار خریدا یا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا عوض
کیلی یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور
بمقابلہ زاید کے کیلی یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الحاوی و تعین مکان العقد و یتعین
الثلاثة کبیع و قرض و اتلاف و غصب قلنا ہذہ واجبة التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل اتلاف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض یا اتلاف
اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ تینوں یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا انمیں وہی مکان متعین ہو گیا بخلاف پہلی صورتوں کے
یعنی مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینة فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلة منہا برئ ولیس لہ ان یطالبہ فی محلة اخری
بزازیة ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اسکے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ
اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیة و فیہا قبل شرط الحمل الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح اجماعا لصفقتین الاجارة والتجارة اور بزازیہ
میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہنچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب جمع ہو جانے دو عقد کے یعنی اجارہ

اور بار برداری ہو تو شرط محل ایفا سے ثابت ہوا اور بار برداری تو خود عقد سلم سے ثابت ہو جاتا ہے مثل مشک کے کافور و زعفران کے لکھنا تو شرط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا فیما
حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اسمیں مکان ایفاء مسلم فیہ کا
بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور جہاں اسکا جی چاہے وہاں دیدے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے حمل اور مونت جن
میں نہیں ہیں یعنی جسمیں لادنے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکرنا مکانا تعین فالاصح فتح لانہ یفید
سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر دیا اسمیں جو مذکور ہو چکا یعنے جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی
الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطر راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر اور
باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا بدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا ایک فرسخ
یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی ہیں جنکا ذکر کرنا شرط نہیں انکا وجود بلا ذکر کافی ہے
ولو دخل لیخرج الدراہم ان تواری عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اس طرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالۃ والحوالۃ والارتہان براس مال نیز اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا
سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا الشرط اتحاد مجلس باعتبار عاقدین
مجلس کا ہونا محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال
علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے
صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط انعقاد سلم کی بوصف صحت تو صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم
الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون راس المال
منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا
نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت
ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین میں وزن
متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للنہایۃ
ستۃ عشر اور عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سولہ شمار کی ہیں ہم ازانجملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال
اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور دس شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو
تعیین سے اور منضبط ہونا صفت سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے کیلی اور موزونی اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے تعلق ہے یعنے عقد کا لازم ہونا
جسمیں خیار شرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم
فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع
کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی اشتراط التاسع بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بر بفتح فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ
مکاکیک والمکوک صاع ونصف یعنی بحال کون المائتین منقسمۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ و مائۃ نقدا النقد راس المال و افترقا فالسلم
فی حصۃ الدین باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولا یشیع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی المجلس صح فی الکل مصنف نے شرط تاسع یعنے قبض راس المال پر

اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کُر گیہون مین حالانکہ دو سو باین طریق مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو
نقد جسکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہی دین کا دین سے اور یہ جائز نہین
اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ
اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کُر بضم کاف و تشدید را سے معلوم ہے عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے
اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ھ اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ہو واحد بیاد ناہیر ہو علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار
ہون اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ
بنحو بیع و شرکۃ و مرابحۃ و تولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین
اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہون جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ
مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے ھ راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اسمین
قبل قبض کے قبضہ کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول ہے قبل قبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے
شخص سے کہے کہ تو مجھکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ فائدہ زیادہ دے یا اسکے برابر دے
تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغرا مین ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ
باقی معلوم ہو جیسا کہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی العمادی ولا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ
فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے عوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر
سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون مین جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای
الا سلمک حال قیام العقد او راس مالک حال انفساخہ فامتنع الاستبدال خرید کرنا جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ در صورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے در حالت انفساخ عقد
تو بدلنا ممتنع ہوگیا ھ یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین باین الفاظ
ابو سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ الی غیرہ یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر مین نہ پھیرے اور ترمذی نے
اسکو حسن کہا اسی طرح ہے کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز التصرف فیہ بخلاف السلم عند الثانی
کیونکہ اسمین استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال مین تصرف جائز نہین
ھ یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض کے
کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین
لہذا اسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی العمادی ولو اشتری المسلم الیہ کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء لما علیہ لم یصح لانہ لزوم الکیل
مرتین لم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اسنے ایک کر گیہون مثلاً خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اسکے قبضہ کر لینے کا اپنے ادا
سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دو بار حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ھ یہان ناپنا دو بار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع
ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان ایک کیل ہین لہذا صحیح نہین اور وصف ...

حدیث ہے جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد مجتمع ہون اور ایک
عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور تکمیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح لو کان الکر قرضا والامر بقبضہ لانہ اعارۃ
او استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقروض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے یا بدلنا ہے صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لیے
پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اوسے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تھا یعنی جبکہ مدت اسکی آئی
تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنے کا قرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ
منہ لہ ثم لنفسہ ففعل فاکتالہ مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے
بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے
تو یہ قبض صحیح ہے بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ
فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ای ظرف البائع لم یکن قابضا
لحقہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ کے میرے ظرف مین سو اسنے
ناپ دیا اسکے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا
اسی طرح کے ناپنے کو سو اسنے ناپا بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا بخلاف ناپنے بائع کے مشتری کے ظرف مین مشتری کے امر سے کہ
تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہے کہ دونون صورتون مین مشتری
قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہوگیا اسکے ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق
ثابت فی الذمہ ہے سو اسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب یہ قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ متبرع ٹھہرا ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین
المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا
بھر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کر مین پھر جب سلم کی
مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اسمین بھر دو تو اگر اسنے
پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہے کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا
تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین ہے اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ بالک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط
امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ بین نقض البیع وشرکتہ اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا
نہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے
اپنے مال مین بائع کا شریک ہوجاے واسلم امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود
علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم قبض فیہما ای المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ
نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے
معقود علیہ یعنے مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب
ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوگی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر موقوف ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہوتا ہے کہ وہ

رونما مندی کے تو صحیح ہے جیسے الناکاریگ کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اُسکے آمر کے اور اگر بیع اُسکے واسطے نہیں ہوتی تو اُسکا بیچنا درست نہوتا ولہٰذا للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لاخیار للصانع بورویۃ المصنوع لہ وبہ الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اُسکے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اُس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر وطم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہیں اُسمیں جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں مگر بدت مقرر چنانچہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جسمیں تعامل نہیں ہے فرالشیں صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اسمیں رعایت جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اھ بالفعل ہندوستان میں طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدرہ کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر ہے کہ استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمایشیں میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض و طول اتنا ہو اور خط ایسا ہو اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک ورجب فرمایش کو بعد روبیت کے اخذ و ترک میں اور چھپنے والے کو قبل روبیت صاحب فرمایش کے بیچ کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اسمیں مرعی ہوں تو اسمیں عقد سلم منعقد ہوگا واشترہ الی اخرہ فان لم یصلح فسد ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان تفرغہ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہ لیئے مہینہ سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ کل جمعہ کو کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ توجیہ ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت مذہب اس حال کے ہی فرع مسئلہ ملتقطہ شرح کا اسلم فی الدبس لا یجوز لانہ اجارۃ جوہرۃ القنادی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز لانہ لیس مثلی لان النار عملت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتے لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب میں جائز نہیں اسواسطے کہ جوہرۃ القنادی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اُسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اُسمیں جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر معین ہوئی یعنی بیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معائنہ اسمیں دھوکا نہیں ہم وبس بالکسر و کبسر تین عبارت ہے نسل خرمے سے سلم اسمیں اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کا ہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کا ہے پتلا تو اسکی صفت کا منضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اسمیں تاثیر آگ کی معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ ہو اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت ویجی فی الغصب ان الرب والقطر والسکر واللحم والاجر والصابون والعصفر والسمن … والعدم وبتر مخلوط الشعیر قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور … اور کھال گیہوں جو ملے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوئیں تو انمیں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی کہا باب السلم میں رب جو چیز … اور قطر ایک قسم ہے عسل قصب … محشی نے کتاب الغصب میں کہا کہ عبارت ہے پھل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہ ہے جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر میں کہا کہ اصطلاح اطبا میں رب عبارت ہے اُس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب میں …

باب المتفرقات

من ابوابہا وعبر فی الکنز بمسائل منثورۃ وفی الدرر بمسائل شتے والمعنی واحد یہ باب ہے اُن مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درر میں مسائل شتے سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متعلقہ میں چھوٹ گئے اور اخیر مولف کے یاد آئیں ہوئے تو اُن سب کو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور انکو اسمائے ثلثہ سے کسی ایک نام سے موسوم کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ فلا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خریدا کسی نے بیل یا گھوڑا پختہ مٹی کا اسلئے کہ بچہ جی لگانے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اسکی کچھ قیمت نہیں اور اُسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور تلف کرنے پر تاوان ہے کذا فی القنیہ ھ جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اسکا خرید کرنا حرام ہوا اور ضمان اسواسطے نہیں کہ منجملہ آلات لہو ہے وفی الحظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے اخیر میں ابو یوسف …

روایت ہے کہ کھاونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول ابی حنیفہ ہے وصح بیع الکلب ولو عقورا والفہد
والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الہرة وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بها وبجلدها کما قدمناه فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے
کی اگرچہ قابل تعلیم ہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع انکی باقی قسمون کے ساتھ یہان تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی
خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوائے سور کے اور یہی قول مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے انسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین
ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کا مطلقا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب و زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے
لیکن ابوحنیفہ نے اپنی سند مین ہیثم سے عن عکرمة عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی
کتے شکاری کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے وتمامه فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد وان کان حراما
لا یمنع بیعه بل یکره کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اسکی بیع کا نہین بلکہ اسکی بیع مکروہ ہے جیسا کہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب
بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ولا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیره فلا بأس به ومثله سائر السباع عینی لائق نہین کتے کا پالنا اور
رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف
سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجره کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے سوائے شکاری اور مواشی کے کتے کے تو
ثواب سے اسکے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناؤه للصید وحراسة الماشیة والزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور ریوڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے
واسطے بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ
یہ اقل قیمت مبیع ہے صح بہ فی القنیه اور صحیح ہے اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیه وادنی القیمة التی تشترط لجواز البیع فلس فرکتہ وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط
ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کسرة خبز لا یجوز قنیه اور قیمت اگر ٹکڑا روٹی کا ہو تو جائز نہین کذا فی القنیه ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی ہو تو بیع جائز نہین
کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس
اور سیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خاء معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ یہ ایک کیڑا ہے گندہ بو سوائے جعل کے فارسی مین اسکو خبز دوک
کہتے ہین طحطاوی نے کہا محیط مین ہے کہ علق یعنی کبری اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اسکی طرف حاجت ہے
ولا ہوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا انکی بیع
جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل مافیه سوی سمک وجوز فی القنیة بیع ماله ثمن کسقنقور وجلود خز ونحوها وحیة الماء والحق الحسن انه ان جاز اور جو جانور کہ دریا مین ہین
سوائے مچھلی کے انکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہے اسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کھال خزکی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ مین بے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور زائے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہے اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہے بحر الجواہر مین ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر نام
اس کپڑے کا ہوگیا جو اسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بها فی الادویة والا لا ورده فی البدائع بانه غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز
الانتفاع به للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجة الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہے اگر انسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروقی
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا حرام ہے
اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہین ہوتی ہم کتاب الطہارة مین مذکور ہوچکا

کہ حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم و یجوز بیع دہن نجس اے تنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد تنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اسکے مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم نے تنجس کی قید سے مراد ادر سور کے تیل سے احتراز ہو گیا و ینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد اور فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے سوا ہو چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم وربوا وغیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ میں تمام ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اسکو بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اسکو بھی جائز نہیں سوا مستثنات آیندہ کے بخمر الخمر والخنزیر و میتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او نحر مجوسی فانہا کخمر ہو قد امرنا بترکہم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے مگر شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم با مور ہیں انکے عدم تعرض پر اور انکے معتقدات کے ترک پر شارح نے اس قول سے اشارہ کیا بل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسواسطے نہیں کہ یہ چیزیں انکے حق میں شراع مباح ہیں چنانچہ بعض سمجھے ہیں بلکہ حرمت انکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ انکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں انکے اعتقاد یا کے عدم تعرض پر و صح شراءہ اے الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما و صحیح ہے کافر کو خریدنا مسلمان غلام کا و مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و یجبر علی البیع اور کافر پر جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ فرد ست سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اسپر بیع میں زبردستی کیجائے وکذا العبد المسلم عبدہ و نفسیہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہو گا اسلام میں و لو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب اوا سے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے و لو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں و یوجع ضربا لوطیہ مسلمۃ و ذلک حرام اور ذمی مستولدہ دردناک کیا جاوے اور کوشت کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع مسئلۃ شائع کا من دیدنہ شراء الامرد ان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد نہر وغیرہ وکذا محرم اخذ صیدا الیوم بارسالہ لونڈوں کا خرید کرنا جسکی عادت ہے تو اسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے و لو اسلم مقرض الخمر سقطت و لو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی الطحاوی و وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اسکے مشتری نے اسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا الا مجرد نکاحہا استحسانا فقط اسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن ابطالہ بموتہا فلو قبل القبض لم یبطل النکاح
وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل
ہوجانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کے واسطے مہر کا
لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جاوے مگر
قول فقہا یہ ہے کہ نفع بسبب نقصان کے ہے کذا فی الطحطاوی **اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن وغیبتہ**
معروفۃ فاقام البائع بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب وادی الثمن
وما فضل یمسک للغائب وان نقص تبع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادا کے ثمن کے غائب ہوا اور غیبت معروفہ یعنی اسکا مکان
معلوم ہے اور اسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اسنے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں نہ بیچی جاویگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے
پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اسکو بیچے یا نائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع
ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جبکہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول
کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اھ اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنیگا کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور
بیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ
بیع اسکی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین **وان اشتری اثنان شیئا وغاب احدہما فللحاضر دفع کل ثمنہ** ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع
الکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل ثمن دینا
جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجاوے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر **ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ** الثمن بخلاف احد
المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہانتک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین
کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا ادا سے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع
لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف
موجر کے ھ یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو وہ مضطر ٹھہرا اور مضطر کو
رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفاء
اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت کا شرط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہوگا یہ بحث ہے
صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب **باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا** ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ کوئی چیز
بیچی سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال
چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہو مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے
نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جید ہی دینے ہونگے
وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع میں
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

پھیرے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر مستوقہ اور نبہرجہ درم ہوں تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے مگر اشارہ کیا ہے
اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو اسکا فتوی دیا جاوے ہم مستوقہ درم جسپر چاندی کا ملمع ہو اور نبہرجہ درم جو دار الضرب سلطانی
میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر ظبی فیہا ای تکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر الا اذا اخذہ فہو للآخذ لسبق یدہ لمباح اور اگر
چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اسمیں خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا مالک ہے جسنے اسکو پایا اور لیا کیونکہ اسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے
ہوگیا تھا اگر کوئی مرد اسکے پاؤں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ کسی دوسرے کا الا اذا ہیأ ارضہ لذلک فہو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی
واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ او مد یدہ فہو لصاحب الارض
لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہے اس طرح پر کہ قادر ہو اسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلا دے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے
اسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑیگا تو اسکا مالک نہ ہوگا کذا فی النہر وکذا الشبکۃ ای شبکۃ الصید تعلق شبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل
او درہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکفہ لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہے وہ شکار جو پھنس گیا
اس جال میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہوگیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے
واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا
سمیٹ لیا ہو اوپر پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل لقطہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزال ارضہ
شہد مکھی کا جو اسکی زمین میں ہو تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات سے ہے یعنی اسی سے ہوگیا ہے انزال بالفتح
جمع ہے نزل بفتحتین کی یعنی ریع و زیادہ شارح کذا فی الطحاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب البائع صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء
بعدول وصک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجاویگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے
باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہے صک وہ وثیقہ ہے جسمیں اقرار
بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلیے جائز نہیں کہ یہ مقتضا سے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید لگا کر مشتری کی ہے
سو واسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے ورنہ اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہے کذا فی الطحاوی شری قطنا فغزلتہ امرأتہ
فہو لہ روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہرا زوج پر اجرت لازم نہو گی المرأۃ
اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثل میت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع بالزیادۃ قال رحمہ اللہ قوله
ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یوں کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ
سے پھیرے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر میں مطلع نہیں ہوا اھ ظاہرا مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہاں سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح
مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم التسبب او اشتری بہا او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء ولا یطیب لہ
کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا
تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابوبکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان
بعد ادا ہے اور ظاہر قول ابوبکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض
عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اسکو تصدق کرے کذا فی الطحاوی عن العالمگیریہ کذا
اسباب ۱۲

او لو اشتری بالف القبل بهذه الدراهم واعطی من الدراهم اور اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم غصب سے
صرف فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالفت کرکے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کیا
کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بشرط غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسی طرح ہے اور ابو یوسف کے
قول میں اور امام نے کہا کہ اس میں تصدق نہ کرے کذا فی الطحاوی وفیہ بالمضاربۃ احل حاصل جاز فذریحہ بالمسلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال بالطریق مضاربت کے اس
مرد کو مسائل مضاربت سے حاصل ہے تو اسکی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا امام طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو فتاوی
میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خریدا تو اسپر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے میں ہو جسکے
بازاروں میں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور بنا حکم ظاہر پر رکھی اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں رکھتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے
من رمی ثوبه لایجوز لاحد اخذه مالم یقل من رمی لیاخذه من اراد جسنے اپنا کپڑا پھینکدیا تو کسیکو اسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اسنے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت
یوں نہ کہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ہم یہ قول ظاہرا اباحت ہے نہ ہبہ کیونکہ ہبہ مجہول کو نہیں ہوتی اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جبکہ اباحت
یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہرا لینا جائز نہیں کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہے کذا فی الطحاوی باع الاب ضیعۃ لطفله والاب مفسد فاسق لم یجز بیعه استحسانا باپ
نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اسکی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شرت لطفلها علی ان لا یرجع علیه بالثمن جاز و هو کالهبة
استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ طفل پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہے اور یہ خریدنا ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الاسیر
اشترنی او فکنی فشراه رجع بالفدی کان امر قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سو اسنے اسکو خرید کیا تو جو اسنے دیا ہے قیدی سے لے گویا
اسنے اسکو قرض دیا ہم پھیر لینا احد القولین ہے اور فتوی بہ عدم رجوع ہے اور اسیر کے مانند وہ شخص ہے جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحاوی
وفی جامع الفصولین ولو قال بالف فشراه باکثر لم یلزمه الفضل لانه تخلیص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلا ہزار درم سے خرید کر سو اسنے اسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا
تو اسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہے نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین میں لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم
کذا فی الطحاوی ملخصا اشتری دارا ودبغ وتاذی جیرانه ان علی الدوام یمنع وعلی الندرة تحمل منه اور ایک گھر خرید کیا اور اسمیں دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اسکے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر کاہے ماہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے
کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ روکا نہ جاوے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بضرر صریح بعضوں نے کہا اسی کو اکثر مشائخ
نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحاوی شری لحما علی انه لحم غنم فوجده لحم معز له الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا
تو اسکو پھیر دینا جائز ہے ہم غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے بلکہ یہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہے قال زن لی من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن
اجبر من هذا اللحم فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اسکے لینے پر اور اگر کہا کہ ایسا
رطل میں سے تول دے اور اسنے تول دی تو اسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری بزرا خربزا فاذا هو بزر بطیخ او شری بزر البطیخ فاذا هو بزر القثاء ان قائما رده وان
مستهلکا فله مثله خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اسپر اسکے
مانند پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے ساوم صاحب الزجاج فدفع له قدحا ینظره فوقع منه علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح
لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اسنے پیالہ دیا کہ اسکو دیکھے سو اسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے
پیالوں کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا ہم پیالوں کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اس پیالے کا ضمان اسواسطے

شمین کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہی یا بیان ثمن تو وہ امانت ہو کر بلا تعدی ہلاک ہو گئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں شری شجرۃ یا علی ان یقلعہا
من الاصل ضر بالبائع لقیامہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع و لو انہدم من سقوطہ حائط ضمن القالع ای تو لازم من قلعہ ایک درخت خریدا کیا جو بیچا
اور پھر سے اسکے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہو تو اسکو کاٹ لیے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہو اور اگر اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو
درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان دے سے جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فاکسرہا المشتری لا شیء علیہ و نعم ما صنع حیث غشہ و خانہ و کذا لو دفع
الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اسنے اسکو دغا دی اور خیانت کی
اور اسیطرح اگر اسنے اسکو دیا تا وہ اسکو دیکھے اور اسنے اسکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجاے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف
محمول ہو کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہی لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا یری و کذا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط
فیہا الشعیر و الشعیر یری لا باس ببیعہ و ان طحنہ لا یبیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی ملونی بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری
اسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اس گیہوں میں جسمیں جو ملے ہوں اور جو نظر آتے ہوں اسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر انکو ملا
آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں رہتا ہاں اگر بیان کردے تو بیع جائز ہی و قال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتی یبین
اور ابو یوسف نے کہا اس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو نہ بیچ کرے یہانتک کہ بیان کردے و کل شیء لا یجوز فانہ ینبغی ان یقطع و یعاقب صاحبہ
اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سو لائق یہ ہی کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک مارا جاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر شری فلوسا
بدرہم فدفعہا الیہ و قال ہی بدرہمک لا ینبغی لہ ان ینفقہا حتی یعدہا پیسے خریدے ایک درم سے سو بائع نے اسکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ تیرے درم کے عوض ہیں تو انکو خرچ
نکرے جبتک انکو شمار نکرے ہم ظاہراً شمار کرنا اس صورت پر محمول ہی جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید
درم یا عیب ہادن تو فلوس کے خرچ کرنے لینے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزیف و رضی بالاقل حل للمشتری بالجید حل کہ کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم سے
او جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اسکے کمتر سے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً اسیر بکتی ہو اور اسنے کھوٹے درم سے آدھ سیر
لی راضی ہوکر تو اسکے واسطے حلال ہی شری ثوبا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ الاجل کپڑے خرید کیے بغداد میں اس شرط پر کہ اسکا ثمن سمرقند
میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ
ساری زمین کا خراج مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہی یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہی اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی
الدہقان استحسانا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھر لینا بطریق استحسان جائز ہی شری الکرم مع الغلۃ و قبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من
الثمن و ان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہی اور کاشتکار کو بقدر اسکے حصے کے ثمن ملیگا
اور اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کاشتکار ہی جسکا پھلوں میں حصہ ہی قضاہ دراہم و قال انفقہا و الا فردہا علی فقبلہا ولم ینفقہا ردہا استحسانا
بخلاف جاریۃ وجد بہا عیبا فقال اعرضہا و بعہا فان لم تبع و الا ردہا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر دو سو اگر
خرچ نہو تو مجکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بطریق استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمیں مشتری نے
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جاوے تو بہتر ہی و الا مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا
تو پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہی کہ درم مقبوض ہیں حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین کا مالک قابض ہو لہذا
اسمیں خیار باطل ہو گیا کذا فی الطحاوی ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ [illegible] رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء و قال ابو یوسف استقبح

اور مالک کے اس قول مین غاصب دار سے کہ گھر کو فارغ کر دے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر مہینے مین اتنا ہو جائیگا چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا بالجملہ یہ تعلیق ہی عدم تفریغ الدار پر فالاجارۃ
بالزام سے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی بیطل الاجازۃ لا بزازیہ اور اجازت بزازیہ سے سمجھہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز کیا اگر میری مان راضی ہو باطل ہی اجازت
کذا فی البزازیہ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہ علے البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر
صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہی جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہی
چنانچہ منح الغفار مین واقع ہوا ہی ط طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہی اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے
خود ذکر کیا ہی یعنے تو اب کچھ قصور نہ رہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا تبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا
وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر للشہود والمہر ولو راجعۃ امۃ علے حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہی ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا کہ رجعت کا یہان ذکر کرنا خطا ہی
اور ٹھیک بات یہ ہی کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہی یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت
بھی باطل نہین ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہی لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہی اور فرق بیان کیا ہی رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہون
اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اس حرہ پر جسسے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہی اور رجعت باطل ہوتی ہی شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہون
اور مہر کی حاجت ہی اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے ط طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے لازم نہین کہ
رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور تعجب ہی صاحب نہر سے کہ انھون نے صورت اجماع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والصلح عن مال بمال در وغیرہا اور صلح مال کی بعوض مال کے
کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہی یعنی بیع کی تخصیص نہین
یہان تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ح حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اسکی ہی جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہی
لقیدہ معاوضۃ مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضہ مالیہ سے نہین اور ہر چند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہی اسکے بطلان مین شرط فاسد سے ولا براء عن الدین لانہ تملیک
من وجہ جبر اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہی ایک راہ سے ح منح الغفار مین ہی کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا پھر جاتا ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنی سقوط ہی انتہی
حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لائق یہ ہی کہ شرط سے باطل نہو اور تملیکات مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا مگر اسکے بطلان پر تو صحیح رشتہ انکا یہ ہی کہ
قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق الابراء صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ مبتوتہ نے زوج سے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید
نکاح کرے بعوض مہر کے اور اسکا مہر مثل سو درم ہی تو وہ بری الذمہ نہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او علقہ بامر کائن کان علیہ شیء فقد ابرأتک فقد علاہ صح یا ابرا کو متعلق
کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اسکے شریک کو دے چکا ہی تو یہ تعلیق
مذکور صحیح ہی وکذا ان مت بتقدیم ونہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما بحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہی طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو
چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہی وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ح چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجھکو معزول کیا
بشرطیکہ تو مجھکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجھپر اعتکاف واجب ہی اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط
اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اس جنس سے نہین جنسے قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز
تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی نہر الفائق مین ح نہر الفائق مین مذکور ہی کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہی اور عدم جواز تعلیق
اعتکاف منافی ہی اسکی جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا

وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين لانها تمليكات فلا تضاف الى الاستقبال كما لا تعلق بالشرط لما فيه من معنى القمار
اور عین کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال
سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں معنی
قمار ہے یعنی مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ہم ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیکات صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیے کہ رجعت بھی تملیک نفع ہمبستری
سے اور ابراء بھی تملیک ہیں یہ دیون کو وبقي الوكالة على قول الثاني المفتى به اور جنکی اضافت صحیح نہیں انمیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا ہے جو ابو یوسف کے مفتی بہ
قول کے ہم جبکہ ہم صحت اضافت وکالت پر فتویٰ ہوا تو اسکا شمار کرنا ان تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول الحسن ناہر

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں عنونه بالباب لا الكتاب لانه من انواع البيع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی اسکو بعنوان باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف
نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اسمیں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہے کہ بیع کی
چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین
بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هو لغة الزيادة صرف لغت میں بمعنی زیادتی کے ہے ہم ولہذا حدیث شریف میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے
باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالی اسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور معنی شرعی میں بھی ہیں جو اسواسطے
صرف میں تقابض بدلین شرط ہے تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض بدلین شرط نہیں وشرعا بيع الثمن بالثمن اى ما خلق للثمنية ومنه المصوغ صوغا بجنس او بغير
جنس كذهب بفضة اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی
بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہے یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے
خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نہ رہا ولہذا عقد میں متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو
ثابت فی الذمہ ہو بطریق ثمن کے مقابلے کے وقت اور نقود متعین بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق ثمن کے وشرط عدم التاجيل والخيار والتماثل اى التساوى وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور
عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا اور ان ہم عدم تاجیل و خیار کو ہم کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلية قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا
عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہر اسمیں سے قبض تقابض بالبراجم
میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے
عاقد نے اپنا حق باطل کردیا قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا
وان اختلفا جودة وصياغة لما مر في الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس سے ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسواسطے کہ باب الربوا میں مذکور
ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہے ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا چھلا یا آرسی
بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں یہ عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی
چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا ان لم يتجانسا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس نہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا
شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی ادھار کے اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا
کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو صرف قبض احد البدلین قبل الافتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدين احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا

یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو شرط یہ ہے کہ خالص جس سے اکثر ہو ورنہ جائز نہیں اور اگر اپنے غیر جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی
جائز ہو یا وجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی و اشتری به شیئا به ای بالغالب الغش وهو نافق او بفلوس نافقة فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل
البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانه کالکساد اور جبکہ خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہو یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع
کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہو گئے ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا حکم الدراهم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر
انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہے وصححاه بقیمة المبیع وبه یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح
کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجائے قیمت مبیع کے کاسد کہنا صحیح ہے تھا علامہ نوح نے کہا ہے وعبارۃ ... قیمت کا
واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر
فتوی ہے اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی توجہ اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا انتہی
الطحطاوی وحد الکساد ان تترک المعاملة بها فی جمیع البلاد فان راجت فی بعضها لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبها اور کساد کی حد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ انکے معاملہ کرنا تمام بلاد
میں ترک ہو جاوے تو اگر بعض بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب انکے عیب دار ہو جانے کے یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہوں تو اسکو اختیار ہے
چاہے انکو لے چاہے انکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودها فی السوق وان وجد فی ایدی الصیارفة وفی البیوت کذا ذکره العینی وابن الملک تبعا
لما فی شرح المصنف وقد عزاه للهدایة ... فیه ... اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہوں اسی طرح اسکو ذکر کیا ہے
عینی اور ابن الملک نے بحوالہ شرح مصنف یعنی فی البیوت کا لفظ ... اور ... مذکور ہے ... مصنف کے ... ہدایہ میں ذکر ... اور مصنف نے عدم ... کو
ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور تتبع ... ہدایہ میں اسکو نہیں ... والله اعلم طحطاوی ... ہدایہ ... مسئلہ کے بیان میں مذکور ... محل میں مذکور ہے
وفی البزازیة لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وهذا یقوی قول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایة فسخه والله الموفق اور بزازیہ میں ہے
کہ اگر دوسری بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور یہ جیسا ... مصنف کا قول
کہنا کہ قبل التسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد
لانه لو نقصت قیمتها قبل القبض فالبیع علی حاله اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہو جاتی قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق
اولی ثابت ہو گیا وعکسه لو غلت قیمتها وازدادت فکذلک البیع علی حاله ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور برعکس
اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا
کذا فی الفتح ہم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقوله قبل التسلیم لانه
لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنه بدراهم معلومة واستوفاها فکسدت قبل دفعها الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض له عینی وغیره
اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا
اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہ ہو گی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی
کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع ہم اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے اور اسنے فلوس
خرید لیے اور انپر قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن المکی

صح البیع بالفلوس النافقة وان لم تعین اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں ہوں کیونکہ وہ اصطلاحاً اثمان ہیں اسلئے صحیح ہے کہ وہ منجملہ انواع اثمان ہیں
اشتبہ تا اینکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس کو بدل کر دے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین نہیں ہوتے کیونکہ اثمان ہیں وقبل دین اور ثمن نقد متعین نہیں
ہوتے بلکہ اگر ثمن کو متعین کر دے تو بھی متعین نہیں ہوتا اگرچہ بعض دین ہوں کیونکہ اس کا تعلق حکم کا فلوس سے ہوا ہے ارادہ کیا تو البتہ تعلق عقد کا بعینہا
فلوس سے ہوگا کذا فی النہر بالکاسدة حتی یعینہا کاسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ اکو معین نہ کر دے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں
ہے تعیین اسلئے ضروری ہے کہ وہ حالت عدم رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضروری ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت
واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی
قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ محل خلاف اسکا رہتا ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہوں پھر انکا رواج موقوف
ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بعینہا انکو پھر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعکس فی الایضاح الخ وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایة دلیلہما
ظاہر فی اختیارہ قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل
پیچھے ذکر کرتا ہے واشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم اور اگر خریدی کوئی چیز
مثلاً نصف درہم کے فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درہم کو بیچے
جاتے ہیں اور اسیطرح ثلث درہم یا ربع درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے اور زفر کے نزدیک بیع مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب
اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا امکان نہیں تو معلوم ہوگیا کہ
قول مذکور سے اتنے فلوس کا اسنے ارادہ کیا ہے جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہیں اور معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس
او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درہم کے فلوس سے یا دو درہم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف
کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفة نصف ونصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف
الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درہم کبیر یعنی درہم کامل دیا پھر کہا کہ دے مجکو اسکے عوض نصف درہم فلوس اور نصف چاندی کا درہم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درہم صغیر
جو وزن میں بقدر نصف درہم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درہم مگر حبہ بمقابل اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے ذکر کیا لفظ فلوس
منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دو بار کہا اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجکو عوض
نصف درہم کبیر کے فلوس اور عوض نصف دوسرے کے درہم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درہم کبیر ہو مگر حبہ تو فلوس اور درہم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم ہونے ربوا کے
کہ ہم بیان کر چکے اسلئے کہ لازم آیا کہ نصف درہم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درہم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض ہے نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین
کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اسمیں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس
میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی وحاصل ہذا ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل بجنسہ اولا اور یہ
ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ
اسپر حرف جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس کے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب
والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور جانور جو مبیع ہیں ہر حال میں یعنی خواہ اپنی جنس کے مقابل ہوں یا غیر جنس کے یا حرف جارہ اسپر آوے یا نہ آوے
والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزیں مکیلات اور موزونات سوا نقدین کے

اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب اتفاق ہونے دونوں کے پھر کہا اظہار بیع کا ہزل کے طور پر تھا اور نہیں تو بیع لازم
ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہو گئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع
باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیہ ہم نے اس میں صحیح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو گویا یہاں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی
اس مسئلہ میں دو قول ہیں چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اسپر دلالت کرتا ہے واللہ تعالی اعلم قلت استفادہ انہما لو تواضعا قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء
فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ میں کہتا ہوں کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا ٹھہرالیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا سے
تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ہم وجہ افادہ یہ ہے کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جبکہ دونوں اسکا اعتراف کریں کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی الا بیع
لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں ہے اس لئے کہ بیع الوفاء ذکرتہا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا درر کا تابع ہو کر
وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وسماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی
صورت یہ ہے کہ کوئی عین بیع کرے ہزار درہم سے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو عین مبیع پھیر دے اور شافعی اسکو رہن معاد کہتے ہیں
اور مصر میں بیع الامانۃ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعۃ کہتے ہیں ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عود رہن کی طرف ہوتا ہے ایفا ثمن کے وقت اور بیع الامانۃ
کی وجہ یہ ہے کہ مقصود اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ جیسے مشتری نے بائع کو امین جان کر درہم دیئے اور بائع نے مشتری کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب میں اسکو درہم دونگا تو وہ
بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہے بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ
رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہیں مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے
کہ مبیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے وفی اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر
وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہے تو رہن نہ ہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل
ہیں کذا فی الدرر ثم ان ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقد نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے
اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ
واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا کرنا
لازم ہے اسواسطے کہ وعدہ کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت کہا ہے اس قول کو ملا خسرو نے
یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی
مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا
یا بعد اسکے ہم حسب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوگی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس بیع کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ لآخر باتا توقف علی
اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم
کے تو بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق
استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب
رہن وفادی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہ بائعہ

لا یلزمه الاجر لانه رهن حکما حتی لا یحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہانتک
کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں ھم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صحة الاجارة بعد قبض المشتری
المبیع وفاء ولو الیه وحده فهی صحیحة والاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتهی فتنبه اور میں کہتا ہوں اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ اگر اجارہ صحیح ہوا
بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بائع کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا
ھم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے جیسا البیین میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہیں از آنجملہ بعض علما سے متقدمین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے
احکام میں تو فاسد ہے یہانتک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہیں اور بعضے احکام میں بیع الوفا
رہن ہے یہانتک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یہی ہے کہ فتوی دیا جاوے اس قول جامع پر عدول
نہ کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع مبیع کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم
کذا فی الطحطاوی قلت وعلیه فلو مضت المدة وبقی فی یده فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل وسموه بیع الاستغلال میں کہتا ہوں اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے
اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اسکے ہاتھ میں باقی رہے تو علماے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہے اور علما نے اسکا نام بیع الاستغلال رکھا ہے فی الدرر
صح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور درر میں ہے کہ بیع الوفا عقار میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے
غیر صحیح ھم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اسواسطے کہ اسمیں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی
اور اسکا کھانا اور پہننا جائز نہیں اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی المنتقی والبینة اختلفا ان البیع بات او وفاء فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینة
الہزل والوفاء والمنتقط اور منتقی میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول معتبر ہے جو واقعی
اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقرینہ ہزل اور وفا یعنی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ھم قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت لکنه
فی الشهادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجیء فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہے
بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتک
بیعا باتا فالقول له الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبه تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع
لازم کے تو اسیکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوے لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع تغیر ہو جانے
نرخ کا دعوے کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباه فی اواخر قاعدة العادة محکمة عن المنیة لو دفع غزلا الی حائک لینسجه بالنصف
جوزه مشایخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرها عن اجارة البزازیة ان به افتی مشایخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانه منصوص
علیه فیلزم ابطال النص اور اشباہ میں اواخر قاعدة العادة محکمة کے اندر منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تاکہ اسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری
لینے پر اسکو مشایخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر میں بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا
کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشایخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں
مذکور ہے یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ھم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب
سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہے جسکو اصل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے
کہ اگر آٹا پیسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کر کے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کی مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا

فتبصرہ وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ *شباہ* نے کہا اور بزازیہ میں باب البیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہیں ہوا مگر اُسکا حکم کشادہ ہو گیا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ فالقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر *صاحب اشباہ* نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو میں کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوے دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون میں واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اُسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اُسکے کرایہ دینے کا اُسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو *تحقیق* خلو اول کتاب البیع مین مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اُس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑ دے اور مال وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت وایدہ فی زواہر الجواہر بما فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجاز ورجع بخلوہ علی المستاجر ویومر المستاجر باداء ذلک ان رضی بہ والا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ *شارح* کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اُسکے ہاتھ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اُسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اُسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے لیکن اسواسطے کہ اُسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی ہے اور اُسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اُسکے باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہو گا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیہ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب اسکے ضمانت کے بیع مین اکثر ہونے اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین ہے چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے بابیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے ہوگا اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اُس سے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر ہی لغۃ الضم کفالت لغت مین معنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کو دوسری چیز سے ملانا ضم کفالت لغت مین معنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل او ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ او کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے یعنی کفالت متعدی بنفسہ او متعدی بحروف جار دونون مستعمل ہے اور عین کا ہر حرکات ثلثہ جائز ہین وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیء لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع مین کفالت

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون
نہو کذا فی البحر هم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے
اسکو اذن دیا ہو هم اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئی ہے سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر
معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا
عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وهو الدائن مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیہ وهو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہیں والنفس
او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے هم کفیل کو
زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور حجیت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے اور سند
اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے هم یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا
کہ یہ حدیث حسن ہے وترکہا احوط مکتوب فی التوراۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط ہے توریت میں
لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں تاوان دینا ہے کذا فی المجتبی هم ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو
ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھپر لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہو سکے تو
سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیاں
ذکر کیں اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف
ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا
وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت
نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند
طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو ایسا ہی
کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر ید بجاے کل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع کفلت بنصفہ
او ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی هم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے
جزء شائع کی طرف ضمانت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میں النصف یا ثلث ضامن ہوں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنتہ او علی والی
عندی سے وانا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا
یا علی یا الی یا عندی سے یا میں اسکا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اسکا قبیل ہوں یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اسکا غریم یا حمیل ہوں بمعنی محمول کذا فی البدائع
هم قولہ علی یعنے مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی
یعنے یہ شخص میرے پاس ہے میں اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا او حمیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا
وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی تلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب و مطلوب
جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ هم یعنی یہ ضمانت دائمی نہیں بلکہ ضمانت موقت ہے باجماع [illegible]

بیان کر مضمون بہ بنفس او مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی تجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب بیان ہونے
مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر
ہو انہ لیس المذہب لانہ استنبطہ منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال فقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح ہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر
عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی اور
ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط
منافی مذہب نہیں ہے تو یقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال و ینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یواخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یوں
ہے جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اسے اسکو تلاش کرکے معتمد میں کما لا ینعقد فی قولہ انا ضامن
بکفیل المعرفۃ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قسم سے کہ میں ضامن ہوں کفیل ہوں اسکی معرفت اور
شناخت کا بوجہ مذہب کے بخلاف ابو یوسف ضمانت اسواسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا و اختلف فی انا ضامن
لتعریفہ او علی تعریفہ والراجح اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی
لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح ہم اسواسطے کہ تعریف متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اسمیں ثابت ہے
پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرہ کا ضامن ہوں
اسواسطے کہ چہرہ سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی ان یدلہ علیہ خانیۃ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول میں کہ فلان
شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہیں کذا فی النہر واذا کفل الی ثلاثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا
ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ
تا وقتیکہ اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ
کی تاخیر کے واسطے ہے ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابدا ضامن ضمانت
کے مدت سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی
نہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعدہ لک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر و اشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اسکے
یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اسکے بری ہوں تو مطلقا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ میں اور یہ حیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم نہو ہم مطلقا ضامن نہ ہوگا یعنی
مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے ہو اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہوگیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ
مطالبہ کا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اسنے ذکر کیا کہ اب بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو گویا اسنے مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی
کذا فی الطحطاوی قلت ونقل فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن یقوی الاول انہ ظاہر المذہب فتنبہ
میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جائیگا
انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ہم یعنی در صورت تعارض ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع
لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا
مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسیکا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیۃ کفل علی انہ

لا یموت الطالب بل یبرأ وارثہ او وصیہ یطالب بالکفیل فیکفیل یبرأ وصیہا بنیہ والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث
یا اسکا وصی ضامن سے طلب کریگا اور قول ثانی یعنی یہ کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی الوہبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہی ہے اور اگر دفعہ
الی من کفل لہ حیث یبرء فی موضع یمکن مخاصمتہ سواء قبلہ الطالب اولا وان لم یقل وقت الکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بری ء برأ بتسلیمہ مرۃ وقال
سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ او ان طلبہ منہ والا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول بہ کو سپرد کردینے سے ایسے مکان میں جہاں اسکو مخاصمت ممکن ہو
خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کرون تو مین بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہوجاتا ہے
ایکبار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو اس شرط پر ہے جبکہ طالب نے اس مکفول کو طلب
کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو ضرور ہے کہ یون کہے کہ یہ کفالت کی جہت سے سپرد کیا ہم مکان کی قید اسی لیے لگائی کہ اگر جنگل یا دریا مین تسلیم ہوگی تو ضامن
بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب ان دونوں صورتوں پر قادر نہین ہے ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا لتہاون الناس فی اقامۃ
الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط کیا ہو تو ضامن مجلس مین اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین ہے اسی کا فتوی ہے ہمارے زمانے مین بسبب
سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ہم اور کافی مین ہے ہو الصحیح وہذا الاختیار ولو شرط تسلیمہ عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاضی آخر جاز بحر اور اگر ضامن نے شرط
مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط ٹھہری تھی مگر اس نے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر وکذا لو سلمہ الی امین
ترجمہ ہذا القاضی او عون امیر البلد فی ہذا المصر جاز بحر اور اگر اسکو قید خانہ مین سپرد کیا تو اگر اسی قاضی کا قید خانہ ہو یا حاکم شہر کا قید خانہ ہو تو اسی شہر مین جائز ہے
کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ من کفالتہ وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ وبتسلیم رسول الکفیل الی الطالب کالاجنبی
اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود
کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف ۱۲
کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کی مانند ہے ہم تسلیم مطلوب جسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا
اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو
یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں تو اگر طالب اسکو
قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ ینبغی اشتراط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد منہم سلمتہ الیک
عن الکفیل درر من کفالۃ ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا یبرأ ابن کمال ای ضامن اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص یون کہے
یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ مین نے تجکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا
کذا فی العینی اور اگر اسطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف بہ غدا فہو ضامن
لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فان عجز بحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن
کہا کہ اگر مین مطلوب کو کل نہ لاؤن تو مین ضامن ہون اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن
لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہین مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کرسکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے
قول مین بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ مین ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے
وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورتین المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فصح

یا مطلوب کو سپرد کیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامنی اور مال کا
کو بشرط دستعارف متعلق کیا تو تعلیق صحیح ہے جو مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفالۃ النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضمانتکا
سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف نہیں جو جمع نہوسکیں فلو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال
لفقد شرطہ سو اگر صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو اسپر مال واجب نہوگا بسبب نہ پائے جانے
اسکی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی وہ مشروط تھا ساتھ بقا کے حاضر ضامنی سو ابرا طالب سے وہ باقی نہیں رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات
الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مرجائیگا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا
کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب برئ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے
مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے
مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے
مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا
لو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی
تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی
علی آخر حقا عینی او مائۃ دینار ولم یبینہا جیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی
کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یواف بہ غدا فعلی
المائۃ فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اسکا
حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہے یعنی ثابت
کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی
دونوں ضمانتیں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری
ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخرکار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب
حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای للکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا
کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے جو شارح اتباع ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ منح الغفار میں ہے اسواسطے
کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام سراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال
فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے جو طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور
مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر
جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ کتعزیر لانہ حق آدمی والمراد
بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں
تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

وقذف و سرقہ جائز اتفاقاً ابن کمال ظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالیٰ لا تجوز مطلقاً وینبغی انہا لا تصح بنفس حد وقود فلیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے
ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالیٰ کے حقوق میں جائز نہیں
کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد و قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے کہ نفس حد اور قصاص میں تو مطلقاً ضمانت
صحیح نہیں کہ استیفا سے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں اور وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حد و قصاص میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ بطریق
تبرع کے قائل ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں تناقض نہ رہا ولا حبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ
القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا التعزیر للتہمۃ بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جب تک دو شاہد مستور الحال یعنی فسق گواہی نہ دیں یا ایک شاہد
عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور ایسے ہی تعزیر بسبب تہمت کے مشروع ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہیں جنکو
شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل النفس والسجان والقاضی والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں
کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کردینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی
داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ عامہ قنیہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو بعض علما کہتے ہیں کہ داروغہ سے
اسکے حاضر کردینے کا مطالبہ جائز ہے اور نابالغ کے باپ سے اسکے بیٹے کا ضامن ہو یعنی ضامن اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کردینا لازم ہے دوسری صورت
یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے اور اپنی زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا
اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے ورنہ تو زوج اسکے پاس بھیجے وفی حاشیتہا الابن
مع الاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مع کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عمادیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اپنے نابالغ لڑکے کا حاضر کرنا
مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے ابو السعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو
کذا فی الطحطاوی وفیہا القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب وماذون ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ میں
ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کردینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور ایسے ہی مدعا علیہ کے حاضر کردینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں
میں ضامن نہ لے اسکے مکاتب یا ماذون یا وصی اور وکیل یعنی جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو جبکہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت
یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور ماذون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاویگا
اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ ان کی ضامنی طلب کرے تا کہ جو کچھ
حاضر کرے تو قاضی اسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل وکان مجہولا یجبر اتفاقا
بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور ہو تو اسپر جبر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مجہول ہو تو بالاتفاق جبر
نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم میں ہے یہ روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہے یبرا الاصیل یبرا الکفیل الا کفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیہ ولا لوقف
انا متولیہ فحینئذ یبرا الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کردینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جبکہ طالب
یوں کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا اور نہ اس یتیم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اس وقف کا جسکا میں متولی ہوں تو ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالۃ
المال فتصح بہ ولو المال مجہولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان الدین مشترکا کما یجئی لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا تجوز اور مال کی ضامنی تو
صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا

ہم سمجھے اسی طرح اگر شرط مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مر جائے یا تیرے دین کا وعدہ آ گیا اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے کا نہ دے
تو میں ضامن ہوں ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال حالاً فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور
ضامنی صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو ضمیر ہے کیونکہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں تو
ایسی ضامنی باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق ہو سبب ہیچ کچھ بھی
اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہ ہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا اسمیں
یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت ہو لا صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا
کچھ ثمرہ نہیں سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی لغو بجعلہ اجلاً صحت ولزم المال للحال انحو فلان ان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن نے مدت قرار دے تو ضمانت صحیح
ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں تا ہوا چلے و مجھی مطلوب والتصح ایضاً جہالۃ المکفول
عنہ فی التعلیق والاضافۃ والتخییر کفلت بما لک علی فلان او فلان فیصح و تعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی جہالت کی تعلیق اور اضافت میں
تخییر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے حق کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ
صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت
ہو اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور حلبی نے تعلیق کی مثال دی ہے اسکو عادیہ میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے
اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمانہ مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالیٰ اعلم ولا تصح جہالۃ المکفول لہ ولو مطلقاً اور صحیح نہیں ضامنی مکفول لہ
اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے نہ مال ہے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال کی ضمانت میں لغو ہوتا
کفلت رجلا اعرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز ولم یصل الی بہ وحلف انہ ہو برئ کذا فی البزازیہ ہاں اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوا ہوں اس مرد کا جسکا منہ پہچانتا ہوں نہ
نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لا دیگا اور قسم کھاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ فی السراجیۃ قال لضیفہ وہو یخاف
علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑیے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جائے تو میں ضامن ہوں سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم علت عدم ضمان کا کل مع
اکل سبع میں مذکور ہو چکی نحو ما ذاب لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول نحو ما بایعت بہ احداً من الناس ... فعلی چنانچہ جو
ثابت ہو تیرا دین لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اسکے یہ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگوں میں سے وہ
مجھ پر ہے کذا فی العینی المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر یہ ثانی کی
مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد و قصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے
کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہے
معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں
معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ہم تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہیں غیر کے جانور پر
اور اگر ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر معین لوجوب مطلق
الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمیں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے

اور ضامن اُسپر قادر ہی اسطرح سے کہ اپنے جانور پر پھر اپنا لاوے اور تسلیم اُسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہی نہ بار برداری شارح نے عدم وجوب
تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جسکو النہر الفائق نے ذکر کیا ہی اس طرح پر کہ ضمانت حمل واجب نہ اسواسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور
واجب ہی نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اُسکا ضامن ہو جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ
وہان موجر پر بار برداری واجب ہی سو اُسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہی لہذا اُسکی ضمانت صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولا بمبیع قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور
صحیح نہین ضمانت عین مبیع کی قبل اُسکے قبض کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہی کہ مکفول
مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اُسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہی اور امانت کا عدم ضمان ظاہر ہی کذا فی
النہر فلو تسلیمہا صح فی الکل ورجحہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہی کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین
نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہی تو اُسکا التزام ضامن کو ممکن ہی کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لاشئ علیہ کالکفیل بالنفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت
مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہوجاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہین مانند حاضر ضامن کے مانند مستاجر یہان الفتح حکیم ہو وجہ عدم لزوم یہی کہ جانور
وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہوگیا تو اصیل مطالب بالتسلیم نرہا اور واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہی اور ضامن اُسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہی ہلاک مبیع اور
مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا بالمکفول بہ ثمناً لکونہ دیناً صحیحاً علی المشتری الا ان یکون صبیا محجوراً علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور یہی ضمانت صحیح ہی
اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہین جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت
سے کذا فی الخانیۃ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اُسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ
کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہی چنانچہ مذکور
ہوچکا یعنی بصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اُسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین ومبیعا فاسدا وبدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح
ہی اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیۃ ہم صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہی کہ یہ چیزین باطل
نہین ہوجاتین ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ اُنکے قائم مقام ہوجاتی ہی تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا طحطاوی نے کہا اولی یہ ہی
کہ فقط مغصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہی والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ
مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ضمانت صحیح ہی اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین
یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر الفتح حکیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا
ہین یعنی بصورت ہلاک اُنکی قیمت واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہی اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہی سو کفالت اعیان مضمون
بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان مضمون بنفسہا ہین یعنی اُنکی قیمت واجب ہی بصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء
تو اُسکی کفالت صحیح ہی اور ضامن پر وہ واجب ہی جو اصیل پر واجب ہی یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اُسکی یا مثل اُسکا ضامن پر واجب ہی کذا فی الفتح والنہر ملخصاً ولا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضامنی یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے
مجلس عقد مین یا قبول کرنے اُسکے نائب کے اگرچہ نائب کہیں نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال
اصیل سے ضامن پھر لے اور اگر وہ راضی ہوا ابتدا سے قبول کرنے کے تو نہین لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی
اجازت پر موقوف ہی اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہی ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوزہ الثانی بلا قبول وبہ یفتی درر وبزازیہ واقرہ فی البحر وبہ

قالت الائمة الثلاثة لكن نقل المصنف عن الطرسوسي ان الفتوى على قولهما واختاره الشيخ قاسم بنا حكم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے
طالب کے اور یہی فتوی ہے كذا في الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے متون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں مجمع سے یہی
نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر بها
بان قال انا كفيل بمال فلان على فلان حال غيبة الطالب او كفل وارث المريض الملي عنه بامره بان يقول المريض لوارثه تكفل عني بما علي من الدين فكفل به
مع غيبة الغرماء صح في الصورتين بلا قبول اتفاقا استحسانا لانها وصية فلو قال لاجنبي لم يصح وقيل يصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت کی تو صحیح ہے
کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی
طرف سے اسکے امر سے اسطرح کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے قرضخواہوں کے
تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بدلیل استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض
اجنبی ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہو گی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے كذا في شرح المجمع ہم کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس
ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جائے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تفصیل مسئلہ اولی مذکورہ کی سبب اسکے ظاہر ہونے کے استدراک کر
اخبار عن العقد اخبار ہے اسکے دونوں رکن سے یعنی ایجاب و قبول سے وفي النهر الصحة وجه حق انها كفالة لكن يرد عليه توقفها على المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا
صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقا
جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو كان المال غائبا هل يؤمر الغريم بانتظاره او يطالب الكفيل لم اره وينبغي على انه وصية ان ينتظر لا على انها كفالة اور اگر مریض کا مال غائب ہے
تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں
وقيدنا بامره لان تبرع الوارث بضمانه في غيبتهم لا يصح درر وروى الحسن الصحة اور قید لگائی ہم نے ضمانت مریض میں اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت میں
اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے كذا في الطحطاوي اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی وضمنه بعد موته صح سراج ولعله قول الثاني
لما مر نهر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہے كذا في السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا كذا في النهر ہم مذکور یہ ہو چکا
کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفي البزازية اختلفا في الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے
اخبار اور انشاء ہونے میں تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے بیان کلام کو اخبار قرار دیا كذا في الطحطاوي
ولا تصح بدين ساقط ولو من وارث عن ميت مفلس الا اذا كان به كفيل او رهن سراج او ظهر له مال فتصح بقدره ابن ملك اور صحیح نہیں ضمانت اس
دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اسکی زندگی میں
رہن ہو كذا في المعراج یا اسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہو گی بقدر مال مذکور کے كذا ذكره ابن ملك ہم سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت
کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہو گی تو جو کفالت اسکی حیات میں ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو وہ دین اسکا ساقط نہو گا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک
شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو اسقدر مال کی ضمانت صحیح ہو گی ولحقه دين بعد موته فتصح الكفالة به بان حفر بيرا على الطريق
فتلفت به شئ بعد موته لزمه ضمان المال في ماله وضمان النفس على عاقلته لثبوت الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال

قیام الذمۃ بحر یا میت کو دین لاحق ہوا اسکی موت کے بعد تو اسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنوان کھود اتھا راہ میں اپنی غیر ملک میں پھر اس میں کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اسکے مال میں اور ضمان نفس اسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سببکے وقت سے مستند ہوکر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وہذا عندہ وعندہما مطلقا وبقالت الثلثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع قضا کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہیں ضامن وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تاوہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا لا برأۃ من الثمن صح ونضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا اھ یہ مستنبط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کی ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا انکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے طحاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بعد قبض ظاہر ہے اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور بعدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ لصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے شریک ہوا اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ وکیل یا کفیل مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک اپنی حصہ ضرور دیگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان مفتین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ھم جدا ای عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ العقد مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالۃ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ھم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خریدکرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن اسوقت کرین بیان نہ کرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہوا اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس شقہ میں مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اس کو تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہے اسپر قادر نہیں اور شترک ہے عقد میں اور اسکے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور چونکہ عمل اسپر ممکن باقی نہ رہا بسبب جہالت کے لہذا اسکی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا بالخلاص ای بتخلیص مبیع یستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق ٹھہرے بسبب عاجز ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیصہ ورد الثمن ان لم یقدر والا فیرد الثمن کان کالدرک یعنی ہاں اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگرچہ تخلیص اسکے خریدنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید سے اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ فائدہ جسکو شارح نے زیادہ کیا

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع علیہ بما ادی فیصح جامع الفصولین ثم قال وظاہرہ قول سید الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذا حسب انہ مجبر علی ذلک لمشابہۃ بالتبرع واقرہ المصنف فلیحفظ
جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطالبہ کا وہ پھیرے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور ظاہر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت
بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیرے اس دین کو جو اسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اسکے دینے پر واسطے اپنی ضمانت باقیہ کے اور
ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو تو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بالظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں و
الکفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضمانت
ہو یا اکثر شرط پر کہ وہ مجہول لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب غیر مجہول اور غلام مجبور نہیں کذا شرح ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر باذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع علیہ
بما ادی ان ادی بما ضمنہ وان ادی اردی مما لکہ الدین بالاداء فکان کالطالب کما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیرے
جو اسنے ادا کیا اگر اسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ کفیل جید تھا سو اسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق
پھیرے اگرچہ اسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہوگیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاتا بسبب ہبہ یا ارث
کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اسکا وارث ہو یا طالب نے اسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز
ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بمقتضا ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا
اجازہ فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اسکو مطلوب سے نہ پھیرے بسبب اسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں
ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور پھیرے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیہ اور حیلہ پھیر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب
ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیہ ہم ولوالجیہ میں یہ حیلہ ضمن کفالت نفس کے ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ
کفالت مال میں بھی بشدا جاری ہے بعضون نے کہا یہ حیلہ اسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین
کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی لا یطالب الکفیل اصیلا بمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من
الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ کرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو
کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادائے مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے
ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھوڑا دے و اذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا
ملازمۃ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے پس اس صورت میں ہے جبکہ اسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو
اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل
یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے اداء سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا
احال الکفیل علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری نہوگا ہم مدیون
قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب و محال علیہ یہی حکم رکھتا ہے وبری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحرا اور بری
ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے
ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر ہم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کیطرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہرا یہ مسئلہ
مشکل ہے کیونکہ مطلوب بھی ہے تو اسپر کیونکر قسم آئے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعی علیہ

انچھ صورتین کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فان شرط براءتہما او براءة الاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونون کی براءت شرط کی صلح مین یا [illegible]
اصیل ہی کی براءت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہونگے و ان شرط براءة الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالة لا اسقاطا لاصل الدین اور جبکہ صلح مین فقط کفیل کی براءت شرط کی تو فسخ
ہو ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین کا ہم فسخ کفالت بقدر دین مین ہے جسمین صلح واقع ہوئی مثلاً ہزار مین سے کل دین پانسو پر ہو وحدہ عن خمسمائة دون الاصل فیتخیر الطالب
الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائة والاصیل بخمسمائة او باصیر تو فقط کفیل کی براءت مین فقط کفیل پانسو سے بری الذمہ ہوگا یا نسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہینگے تو طالب
اصیل سے پانسو لیگا اور کفیل سے پانسو پھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو و صالح علی جنس آخر رجع بالالف کما مر اور کفیل نے صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر
مثلاً بعوض ہزار درہم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درہم پھیرے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ سارا دین کا مالک ہو گیا صالح الکفیل الطالب علی شئ لیبرئہ
عن الکفالة لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیة وھو باطلاقہ یعم الکفالة بالمال والنفس یعنی صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کرے
تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیة اور یہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اطلاق کے کفالت بالمال و بالنفس دونون کو شامل ہے کذا فی النہر وفی کفالة النفس [illegible] صحت صلح
بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو روپیہ مثلاً دے تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہین اور اسکی براءت مین کفالت سے [illegible]
ہین کذا فی البحر و النہر قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت به رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالة بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب
نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال پھیر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے
قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہا غایت کے واسطے اور کلام مبتدا دین منتہی ہے اس ترکیب مین تو ضرور ہو کہ منتہی کے واسطے
مبتدا بھی ہو سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب ہے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یون کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب
ضامن اور اصیل سے نہین لے سکتا تو ضامن اصیل سے مال مذکور لیگا والله اعلم ویفادہ براءة المطلوب للطالب لاقرارہ للکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کی طرف
سبب ہے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب پر متوجہ نہین ہو سکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہین ہوتا وفی قولہ للکفیل
برئت بلا الی او ابراتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا مین نے
تجکو بری کر دیا رجوع نہین یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لے سکتا چنانچہ اس قول مین رجوع نہین کہ انت فی حل یعنے تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہ بری کرنا ہے
طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابراء طالب اور ادا کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہو سکتا بسبب شک کے اور ابراتک مین تو صاف ابتدا اور اسقاط ہے
نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہین ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب
سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء مین مستعمل ہے نہ براءة بالقبض
مین کذا فی الطحطاوی خلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی الکفیل وھو قول الامام واختارہ فی الھدایة وھو اقرب الاحتمالین فکان اولی
نہر معزیا للعنایة بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنی برئت مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور یہی مذہب ہے کہا کہ
وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنے ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایة ہم دو احتمال یعنے
براءت استیفا اور براءت اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو قبالہ مین لکھیگا تو قبض
مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لکھیگا برئت طالب لکھیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق
اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہین مگر ایفاے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہرگی کذا فی الطحطاوی و نحوہ [illegible] الکل مع غیبة الطالب اما مع حضرتہ فیرجع الیہ
فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہ یعنے جو تفصیل مسائل ثلاثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اسکے حاضر ہونے کے ساتھ

اسکی طرف رجوع ہوگی اسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اسکا کلام محتمل ہو یعنی مطالبہ پوچھا جائیگا کہ تونے قبض کا ارادہ کیا ہی یا نہیں اور یہ لفظ بری الیّ
مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہی یعنی اگر محتال نے محتال علیہ سے کہا کہ
برئت الی تو محتال علیہ محیل سے مال پھر لیگا اور اگر ابرأتک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہیگا تو فقط اسمین جھگڑا ہی ولا یصح تعلیق البرأۃ من الکفالۃ بالشرط
الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہی تعلیق برأت کی
کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہان ثابت رکھا ہی اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین بیان
ہی کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہی یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہی خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہی جسمین طالب کو
فائدہ نہو جیسے چلنا ہوا کا اور مینہ کا برسنا اور شرط ملائم جیسا کہ استیفاء بعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی الکفالۃ بالنفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے
بطلان تعلیق برأت مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین وہ تفصیل ہی جو خانیہ مین مذکور ہی ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین
مذکور نہین کی تو یہ مطلب ہی کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا چاہیے تقیید ہو واللہ اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہی کہ جب ضامن نفس کی برأت
معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہ ہی کہ برأت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا اس دم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ
یہ کہ برأت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص ضامن نفس ہوا اور ضامن سے مطالبہ کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو ضامن نفس سے بری ہو جائیگا اور تیسری وجہ یہ ہی کہ
برأت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطالبہ سے اسکو بری کرے تو یہ باطل ہی کذا فی الطحطاوی ان لم
ینقد لا یسترد الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیدفعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ یعنی پھیرے اصیل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے واسطے ادا
کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے ہم باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہین پھیر سکتا [illegible] کہ ضمانت
بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا مؤجل تا وقت ادا ہی تو جب بعد وجوب
ادا دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اسکو پھیر نہین سکتا کذا فی شرح الوقایہ والاصیل نہیہ عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا لا
لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ بما یخالفہ فلیحرر اور یہ عمل نہ کریگا روکنا اصیل کا ادا دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور
اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو اسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اسوقت اپنا استرداد کا مالک ہی کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن
شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہی جو اسکے مخالف ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق
کے قول کو ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہین وان ربح الکفیل فیہ طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ
علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہی کیونکہ نفع مذکور
اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہی بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہین
کیونکہ وہ مال خالص امانت ہی برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہی کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین طالب تجھ سے
اپنا حق نہ لے تو لے اس مال کو قبل اسکے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح پر کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت
سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہی خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی
وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہی منفعت کا پھیر دینا اصیل کو
جبکہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اس دین مین پھیر دینا مستحب ہی جو متعین ہو جاتا ہی تعین کرنے سے چنانچہ گیہون نہ اس دین مین

یعنی اصیل پر یا آس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اسپر حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو قدر کی عبارت مین لفظ لازم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ یعنی لفظ ذاب
قضی یا ضمی ہی اور مراد اس سے مستقبل ہی چنانچہ اطال اسکا بیان کرینگے فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب
فیقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہی تو گواہی اسکی مقبول
نہوگی جبتک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب حاضر ہوگا تو اسپر مال مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال بتبع اصیل لازم آویگا اور وجہ اسکی یہی ہی کہ کفیل نے اس مال کا التزام
کیا جو اسپر قاضی حکم کرے یا جو اصیل پر واجب ہو یا ثابت ہو زمانہ آئندہ مین تو یہ ضمانت ہی اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے قبل
کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہی کیونکہ اسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہی کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت
داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وہو ای الحاضر کفیل فقضی
بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے یہ گواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہی اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہی غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا و لو
زاد بامرہ قضی علیہما فلا کفیل الرجوع لان المکفول بہ ہنا المال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی
غائب کا اسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو ضامن کو مال کا پھیر لینا اصیل غائب سے جائز ہی اور گواہی مسموع ہوئی کہ
کیونکہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی وہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین ہو اسلئے کہ وہان
مکفول بہ مال مقید ہی یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول
مال مطلق ہی اور مال کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوگی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہی دعوی نے کہا کہ اگر حکم ہی قضاء علی الغائب ہی مگر
یہ کہ یہ حکم ضمنی ہی اور اکثر شیء ضمنا ثابت ہوتی ہی اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہی
اثبات دین کا غائب پر یعنی ضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہوجاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاہد یتواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل
بالکفالۃ وینکر الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب کذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی
صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے
اور دین کا منکر ہوجائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے
تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی الکفالۃ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی
واسطے مبیع کے جانب کفیل سے یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی در صورت استحقاق مبیع تو اسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ
مبیع مذکور میری ملک ہی تو دعوی اسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہی اسکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی
کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اسکو بیچا اور شفیع در صورت
استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین لکتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ
تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہی کہ بائع نے اپنے ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کما لو شہد
بالبیع عند الحاکم وقضی بہا اولا چنانچہ یہی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے موجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ
گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عن ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ مین
جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بھی نہ

ہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہو گی بلکہ دعوی ملکیت اسکا بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ آمین یہ وہ بات نہیں ہو ملکیت بایع کے اقرار پر دلالت کرے ہو جیسکہ
بیع گاہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہو چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے یہ اسکا اثبات سینہ میں کوشش کرے یا تامل نے کیے گواہ
گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمیں مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادۃ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے
عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بایع نہیں کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعوی ملکیت اسکا مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع میں شرط نہیں ہے
نہ گواہی مالک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گاہے مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم او صنفت کتابت
شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت
یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایکسا ہی ہے مہر ہو یا نہو قال الاصیل ضمنتہ لک الی
شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ میں اسکا تجسے ضامن ہوا ہوں ایکمہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین
حال ہے نہ موجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر
ہو الحال فالقول للمقر لہ لان المقر ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھپر سو ہیں ایک مہینے کی مدت تک مثلا جبکہ دوسرے شخص یعنی
مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہیں نہ موجل اسواسطے کہ مقر مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین موجل وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول الحال او موجل
فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین موجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین
سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا موجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار میں اسپر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب
در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین موجل کے ہے انکار حلول میں اسواسطے حرج نہیں ہے کہ وہ اسمیں صادق ہے
ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہیں ہوتا ضامن
درک کا جبکہ بیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بایع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہیں ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہیں ہوتی
بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن
بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے
ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی ضمانت کے اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ
باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون
کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت اعیان
غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونوں نقل کیے ہیں تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی
کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز میں جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق
کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن میں یکسان ہے طحطاوی نے
کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہے اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہیں حموی نے کہا جواب یہ ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہیں نہ کلیہ اور انکو کلیہ جو کہتے ہیں تو بایں معنی
کہ داخل تحت شی نہیں ہیں نہ بایں معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہیں وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنی مصیبت وحادثہ یہاں
مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہر الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا فنا کرانا جس سے خلایق کو فائدہ ہے اور

جو کہ ید اربحار کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور سلطان قیدیوں کے چھڑانے کے واسطے معین کرے اور جبکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے
نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم الدار پر واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت مسلمین کی ہے واجب ہے جبکہ
بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت
میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصا ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار
فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں جیسا کہ مظالم
سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم نے لے
تو مزارع کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے
ھم زر اور منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور
رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا روزینہ یا سالانہ سلطان کے واسطے مقرر ہوا کرتا ہے یہ ہے کہ بیت کہرا کے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعا حرام ہے اور اسکی کفالت
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی الاشباہ بما اذا امرہ بہ فلو بلا امر لم یرجع ذکرہ الاکمل اور اشباہ میں رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب
اسکا امر کرے سے پھیر سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں یہ کلام مرتب ہے مضمون عبارت کے حذف
کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے پھیر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو کیونکہ
ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادا دین کا امر
اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فالاقسم حیث عدل
وہو نادر اور علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بیچ اہلین اور بیچ انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اسی
قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال رجل خلصنی من مصادرۃ الوالی وقال
الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول للآخر خلصنی فخلصہ بمبلغ یجعلہ یرجع بغیر شرط
الرجوع بل بمجرد الامر فتنبہ کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی
نے یہی طرح کہا سو اسنے چھڑا دیا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی یعنی کوتوال پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھڑا دے
سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور پھیرے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد اسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے
حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایاما کان فالکفالۃ
بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوا اسکے
اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے
جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور
بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی
قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اسمیں کچھ خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا

مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان مخوفا و اخذ مالک فانا ضامن وسلکہ ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہے اور تیرا مال چھین لیا جاوے
تو مین ضامن ہون اور یہ چلا تو مسئلہ سابقہ ہو یعنی ہم دیکہتے ہین کہ کہنے کے وقت شخص اس راہ مین گیا اور اسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضامن ہوگا اذا ورد علی ما قدمہ بقولہ والصحیح جوازہ
بالمکفول عنہ کما فی الشرنبلالیہ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت کی کذا فی الشرنبلالیہ ہم بیان صحت زمان صحت کفالت کی
جہت نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ قائل نے دہوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہے اگر شرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی

ضمن بالمسعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر قاسمی فی الاشباہ مر فی المرابحۃ
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کہانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہے جبکہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی
کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحۃ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہے
عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہے سو اسکے تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسکے مال کی سلامتی کا ضامن ہے فرع
مسائل العقد شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے اثنا ہی ضمان ارادہ سے کہ ما خذ للکفیل منع
الاصیل من السفر لو کفالتہ حالۃ لیخلص منہا باداء او ابراء و الضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو تو مدیون اصیل ضامن کو ضمانت
سے خلاص کرے سبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ ہمراہ رہے
تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ او کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی

اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو فقام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق و قضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ
و باطعام عن کفارتہ و باداء زکوۃ مالہ و بان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے پھیر لے
اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اسکے اداے دین کے امر مین مگر چار مسئلوں مین رجوع مال نہیں ا پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے
امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کہانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار
ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے
ہبہ کا عوض دے سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور یہ استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا

موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط و الا فلا و تمامہ فی وکالۃ السراج
والکل فی الاشباہ جان کہ جہان کہین وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پھیر لیگا بدون
شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین ہم مالک ہو مال
بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح
ہوگا اور اگر مامور اپنا مال پھیرے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ
مغصوب کے اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال حج کو بمقابلہ ملک مال نہین

تو مامور کو یہان اپنا مال پھیر لینا آمر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما
اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اس مال کا جو اسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اسکا دین ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا شوہر کی طرف سے پھر عورت اور مرد میں عقد جدید ہوا تو ضمانت اپنی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح سے مال عین سبق عملکا ئے مذکورہ نہیں تو جیا بحلّی دلال
لاضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اسپر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ دلال وکیل بجرت کے ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہیں مگر تعدی سے ولو غاب
عن صاحب الحانوت وقد ساوم والتقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب
اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق والضمان علی صاحب الحانوت
عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیکے پھرا پھر اسکو دوکان میں رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان
نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانتدار کا امانتدار ہے ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسنے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اسکی
ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ برئ مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ میں کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا
کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری الموأخذہ ہے ولو قال الدلال عربی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی ولک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا ازاد
علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب مال دہن سے کہا کہ میرا مال فلانے شہر میں بیچ ڈالو تو جب میرا مال اس لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہیں اور مال بیچ
تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہ ہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر فذکروا ان الوکیل
لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور میں نے اسکا فتوے دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت والا
وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل النفس اسواسطے
ٹھہرا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اسی کے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش ومتاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ
جو متاع اور اسکے مالک کو بتادے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکا فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال
لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علے البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم
دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈنڈ لینا مالداروں سے جائز نہیں مگر
بیت المال کے عاملوں سے یہ استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈنڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اسوقت ہوا تھا جبکہ
فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار انسے لیے پھر انکو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے
یہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور میں سورۂ یوسف کے اندر اجعلنی علے خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجھسے ڈنڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے
کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تسے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند
نبی کے اور پوتے نبی کے اور میں تو امیمہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علمی سے کچھ کلام کروں اور بے علمی سے کچھ فتویٰ دوں اور میری پیٹھ ماری جاوے
اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال
لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف
خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہیں جو بیت المال کے
اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور منجملہ انکے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اسواسطے کہ توسّع
انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہیں جبکہ وہ کشایش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہوں اور

عامل بنا دین تو حاکم کو اسکے مال سے چھین لینا اور اسکا صرف اسکی طرف کرنا جائز نہیں ہوگا اگر اسکی ضمانت کسی قرض مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اس مال کو مستحق قرضخواہ میں
داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی الشرنبلالیہ سے پوچھا گیا کہ بیت المال سے جو کام ہے اسکو دریافت کیجیے اور چھپا لیا ہے اور اسکا فتوی دینا جائز نہیں
کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکموں کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ عمال نا کو ان کا مال چھین لیں اور فاسد امور میں
اس مال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ انکو لائق امور میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی و فی التلخیص
لو کفل الحال مؤجلا تأخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقدمنا انہا حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص میں ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی
مدت مقرر کر کے تو مطالبہ موخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کہتا ہوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت
مؤجلا تاجیل قرض کا حیلہ ہے وصحح ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یذہب معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو
سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اسکا روکنا درست نہیں ولیکن صاحب دین اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت
ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تاکہ ادا کرے دین کو سے ہم فتح میں ہے کہ صورت ارادہ سفر مدیون میں صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے
اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدیون ادا سے دین میں ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی و استحسن البحر
اخذ کفیل شہرا لامرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینے کا ضامن لینا اس عورت
کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس
اسکی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں وقاس علیہ فی المحیط لقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت
نفقہ پر بقیہ دینوں کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے ہم یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو
قیاس کیا ہے کہ کفالت اسکی لیجائے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ صحیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ دیون قوی تر ہیں نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ بریں منتقی میں تجویز تکفیل
مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ **اشعار**
لو قال مدیونی مرادہ السفر * واجل الدین علیہ ما استقر * وطالب الکفیل قالوا یلزم * علیہ اعطاء کفیل یعلم * لیکن منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر
صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اس پر ہنوز مستقر نہیں اور اس سے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو
ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں **اشعار** لو حبس الکفیل قالوا جاز لہ * اذا
اراد حبس من قد کفلہ * لانہ قد کان لاجلہ * حبس فلیجازہ بفعلہ * اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ
کرے تو اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اسی کے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اسکو بدلا دے اپنے فعل سے **اشعار** ثم الکفیل ان
یمت قبل الاجل * فلا شک ان الدین فی ذا الحال حل * وطلبہ الوارث ان اداہ لم * یرجع بہ من قبل ما انتہی الاجل ثم * پھر اگر ضامن مر جائے
قبل مدت کے تو بیشک اس حالت میں دین فی الحال اسپر واجب الادا ہوگیا تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیرے قبل تمام ہونے مدت کے
اصل میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا بعید اور ضرورت ہے کذا فی الطحطاوی

باب كفالة الرجلين

یہ باب ہے دو مردوں کے ضامن ہونے کا ظاہر چونکہ کفالت رجلین مرکب ہے واحد سے تو بعد فراغت مفرد کے اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان اشتریا منہ

عبدا بالکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز و لم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہو دو شخصوں پر
دوسرے آدمی کا اس طرح پر کہ دونوں نے اس سے ایک غلام مول لیکر خرید کیا اور ضامن ہوا ہر ایک اپنے ساتھی کا اسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ پھیرے اپنے شریک سے
مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ اپنی جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہے حکم اس
صورت میں ہے جبکہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہیں اور اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر حال ادا کریگا تو اسکی
تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے پھیر لیگا اور اگر عکس ہو تو رجوع نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مودی
اپنے شریک کی جانب صحیح ہے اسواسطے کہ وہ نفس مختلف ہیں پس نیت معتبر ہے جیسا صاحب بحر نے بیان کیا اور دونوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا
اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے اسکو ٹھہراویگا تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف مراد وہ ہے جو اسکے حصہ سے زیادہ ہو اگر حصہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی البحر
ولانہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے کہ دور ہوگا کہ اگر نصف ایک کی جانب سے ہو
کفالت کے تو اسکو شریک سے پھیر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا نائب کی ادا کفیل کی مثل ادا اصیل ہے اور اگر اصیل نے ادا کیا ہے اور اگر
اصیل نے ادا کیا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں ہے کیونکہ وہ [illegible]
بیان تسلسل فی الواجبات لازم ہو وان کفلا عن رجل بالشیء بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفرداً ثم کفل کل عن صاحبہ بالکفیلین عن
صاحبہ بامرہ بالجمیع و ہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوا ایک مرد کی جانب سے باہم تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا اسکے دو مرد ضامن
ہوئے انہیں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود
ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے
ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونوں پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے
قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما اداہ احدہما یرجع بنصفہ
علی شریکہ لکون الکل کفالۃ ہہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اسکے نصف کو اپنے شریک سے پھیر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہے
ہم جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت ہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور یرجع ان شاء بالکل علی
الاصیل لانہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال ادا کردہ پھیر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرأ الطالب
احدہما اخذ الطالب الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالۃ اور اگر طالب بری الذمہ کرے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ
کرے تمام دین کا بحکم اسکی کفالت کے ہم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین یا اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے
پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افترق
المفاوضان فللغریم اخذ ایہما شاء بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو
اپنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین انہیں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے
بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو لیکن ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہے جسکا ہم [illegible]
مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جسکا دین ہو اور جس پر دین ہو کذا فی المحیط والبحر اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں و ارجع علی صاحبہ

اگر شریکین نصف کا امر اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اگر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہوچکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین
اور کفیل ہے نصف باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُتنی قدر مین رجوع ہے
کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل عن الآخر صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً
کہ مین نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایکسال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے اور بطریق قیاس کفالت صحیح نہین
کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو بصورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف بقدر امکان
واجب التصحیح ہے اور شارع کی رضامندی عتق مین ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اسوقت مین
جبکہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین ولو عتق المولی احدہما او
بحالہ صح واخذ ای باشاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ العتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بحالہ سابق ہے تو صحیح ہے اور
مواخذہ کرے مولی دونون مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد
سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ لکفالتہ وان اخذ الآخر لا الاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ
اپنے ساتھی سے بھر لیگا بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن
عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم
یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل مؤجلا تاجل کما مر اور جبکہ ضامن ہوا ایک
شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہونا حق مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اُسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ
مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے
مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیگا
اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہے اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اُس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ
عبد فکفل بہ رجل فمات العبد المکفول قبل التسلیم فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے
غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول مر گیا قبل اُسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے
اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور ایسی قابض پر عین واجب ہے اور
بعد ہلاک عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسلئے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت مدعا علیہ
مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل کما مر فی الکفر اور اگر غلام پر
مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا یعنی اسواسطے کہ
مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام
جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہر اغلام مین اہلیت
کفالت نہین کیونکہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدم اہلیت تصرف زائل ہوگئی پھر جبکہ غلام مدیون نہوا تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن
اُسکے ضامن ہونیمین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ ولو بعد

فقد لم یرجع احدهما علی الآخر لانعقادها غیر موجبة للرجوع لان کلا منهما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبة له بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا یعنی
اسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اسکے امر سے پھر اسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے
کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں ہوتا
تو اب کفالت منقلب بایجاب رجوع نہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امره فبلغه فاجاز الکفالة لم تکن الکفالة
موجبة للرجوع لما قلناه چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اسنے کفالت جائز رکھی
تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اس دلیل سے جسکا ذکر ہم کرچکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وفائدة کفالة المولی عن
عبده وجوب مطالبته بایفاء الدین من سائر امواله اور علماء نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے وجوب مطالبہ مولی کو ادائے دین کفالت
کے واسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہو اس سے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدة کفالة العبد عن مولاه
تعلقه ای الدین برقبته وهذا لم یثبته المصنف متنا فی شرحه اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ
فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد ہیں التزام ہے اس دین کا جو اصیل پر ہو و توثق اور اعتماد کے لیے مگر یہ کہ حوالہ میں
اصیل کی برأت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب پر لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے
کذا فی الفتح ہی لغة النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمة المحیل الی ذمة المحتال علیه اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے دین کے نقل
کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف وهل توجب البراءة من الدین المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی
محیل بری الذمہ ہوجاتا ہے وہی صحیح کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا
بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابراء صحیح ہوتا کذا فی النهر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال له ومحال
ومحال له وحویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال له اور محال اور محال له اور ان چار الفاظ پر پانچواں
مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن یقبلها محتال علیه ومحال علیه فالفرق بالصلة وقد تحذف من الاول والمال محال به اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ
اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال له اور محال له اور قبول کرنے والے میں لفظ
علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ ہوگا اور کبھی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال به ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل مفعول کا ہے اور محتال بصیغہ
اسم مفعول مفتوح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں
فرق بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض
اسپر اتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال له اور محال اور محال له اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور
ہزار درم محال بہ **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ و محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں شخص پر کیا
اتنے درم کا اور محتال علیہ و محتال سے قبول اس طرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے
کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط انعقاد ہے تو مجنون و غیر عاقل کا حوالہ منعقد نہیں اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں

تو حوالہ صبی ماذون اور مجنون کا صحیح ہے اور رضا محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے
تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال الیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور صبی یا یتیم کا رضا ہو تو احتیال کرنا صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ میں شرط
ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور اسکا جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محتال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ باذن ولی ہو اور گو اسکا ولی
اسکو جائز رکھے اسلئے کہ امر رضا ہی اور صبی یا یتیم کا رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا حاضر مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہی اور محتال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل
کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جیسا کہ کفالت صحیح نہیں اسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والحوالۃ شرط صحتہا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاولی یعنی المحیل
فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اسکی رضامندی بنابر قول مختار شرط
نہیں کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب هم زیادات میں رضا محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین اسکا حق ہے اور محتال کا حق
ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بال میں متفاوت ہوتے ہیں تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نارضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ
کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت
ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضا محیل اسواسطے شرط نہیں ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے
حق میں اور محیل کا اسمیں کچھ ضرر نہیں بلکہ اسمیں اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہیں کرسکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ
نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم واذا احیل احدکم علی ملی فلیحتل یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادائے دین نکرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسیکو
حوالہ کیا جائے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب کا ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ امر اباحت کا ہے یعنی
دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعاً کذا فی الفتح فلیتأمل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری
نے رضا محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں هم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ
محیل پر رجوع نہیں کرسکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لیکن اظہر الاکمل لان ابتداءہا ان من المحیل شرط ضرورۃ
والا فلا اور اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضا محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں هم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہے
تو احالہ ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محتال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضا
محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضا محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل کہ قدوری کے کلام میں بمعنی احالہ ہے اور زیادات کے
کلام میں بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا
یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع هم اور بعضے نسخے میں قبولہما ہے یعنی قبول محتال
اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول انفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ جائز
رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین
لا حضورہما واقرہ المصنف لکن درر وغیرہا میں محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل او محتال علیہ کا اور
ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں هم بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی
لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین
معلوم غیر مجہول میں نہ عین میں جوہرہ میں زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق میں انتہی هم عین میں اسواسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

ایک فرض سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں ہو سکتا اور یہ بھی شرط صحت حوالہ مقیدہ نہیں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ عین کا صحیح ہونا کافی ہے کیونکہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ
وہ ہے کہ محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ
اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس پر اسکا دین نہ ہو نہ اسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روسے
معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہیں ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہوگا وکذا احالۃ المستحق بمعلومہ فی الوقف علی الناظر
اور اسیطرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا درست وصحیح نہیں کذا فی النہر ثم قال بعدہ وفیہ تفصیل وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحران المال فی یدہ
ینبغی ان یصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہ لا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الشیخ وعندی فیہ تردد پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت
حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ شخص مدیون پر ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہو تو بحر الرائق میں ہے کہ اگر مال ناظر کے پاس ہو تو لائق یوں ہے کہ
حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مطالبہ ہی اور مطالبہ ناظر پر نہیں ہے اور قال
کہ اور مقتضا اسکے بحث صاحب بحر صحت حوالہ بحق غنیمت اور میرے نزدیک اسمیں تردد ہے طحطاوی نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ میں
غازی کے ورثہ اسکا حصہ بطور ارث پاتے ہیں تو مالک اسکی غنیمت میں شامل ہو گئے تو ارث غنیمت ودیعت کے مانند ہوئی کہ صحت حوالہ ہو وبری المحیل من الدین
والمطالبۃ جمیعا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو مع القبول نہ براءت موقت
بعدم ہلاک ہے اور فائدہ براءت کا یہ ہے کہ اگر محیل مرجائے تو محتال اپنا دین اسکے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اسکے ارباب سے کفیل لیوے
کہ مبادا اسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط براءت ہے اسیطرح قبول محال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فلا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی
بالقصر وبمد ہلاک المال لان براءتہ مقیدۃ بسلامۃ حقہ تو محتال رجوع نکریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت سلامتی حق محتال سے مقید ہے توی بالف
مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضوں نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہے توی بروزن حصی لغت میں بمعنی ہلاک مال ہے اور اسکے معنی اصطلاحی کو مصنف
آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ براءت استیفا ہے نہ براءت اسقاط پھر جب استیفا سے حق متعذر ہوا تو رجوع اصل دین پر ہوا
وقیدہ فی البحر بان لا یکون المحیل ہو المحتال علیہ ثانیا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق میں اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل ہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار ہم حساب نے کہا کہ قید
اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اسکا حوالہ اسپر جسپر اصل دین ہے کیا تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال
ہو گئی تو محتال علیہ اول پر عود نہ کریگا انتہی ایضاح اسکا یوں ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاک حامد کے پھر دین کا اعادہ
زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وہو باحد الامرین ان یجحد المحال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ ای المحتال والمحیل او یموت المحال علیہ مفلسا
بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان فلسہ الحاکم اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہوتی ہے یہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھائے اور محتال اور محیل کے گواہ
شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مرجائے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو
حاکم مفلس ٹھہرا دے ولو اختلفا فیہ ای فی موتہ مفلسا وکذا فی موتہ قبل الاداء وبعدہ فالقول للمحتال مع یمینہ علی العلم لتمسکہ بالاصل وہو العسرۃ زیلعی
وقیل القول للمحیل بیمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل ومحتال نے اسمیں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مرجانے میں اور اسیطرح اسکی موت کے اختلاف میں قبل ادا
دین اور بعد ادا اسکے تو محتال کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہے کذا فی
الزیلعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ صورت اسکی یہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس بلا ترکہ مرگیا اور محیل نے کہا کہ ترکہ چھوڑ کر مرا
تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کھا کر کہ واللہ مجھکو اسکا مالدار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر باتصال ہے یعنی علی العلم صحیح نہیں کیونکہ

اسی واسطے یہ قسم تیسری ہوئی علم ہوا اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما احالہ بہ مدعیا قضاء دینہ بامرہ فقال المحیل
انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مثل کا جسکا
محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یون دعویٰ ہو کر اسکا دین ادا کیا اُسکے امر سے پھر محیل نے کہا کہ میں نے تو اُسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا
قول مقبول نہوگا بلکہ محیل ضامن دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ھ یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر
کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے اپنے قول سے دیا ولا یکون قبول الحوالۃ اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ
اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں ہے بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بالفی وکالۃ لتقبضہ لی فقال المحتال
بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ تستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی ہزار کا بطور وکالت کیا تاکہ
دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتی ہے باعتبار مجاز ھ اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ یعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت
محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازاً کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اُسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق
ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اس میں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بما لہ عند زید حال کونہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا
غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اس طرح کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر انکا حوالہ کیا اپنے دائن کا
تو حوالہ صحیح ہے ھ ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت امین داخل ہوگی اور وہ عین مستاجر ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع
وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود
کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجہ سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا
حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ھ تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو شہادت
سے تو مغصوب بھی ودیعت کے مانند ہوگا برارشائین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص
سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ھ یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص مقیدہ بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض
یا مانند اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ
اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین داروں کے ساتھ
برابر ہے اسکی موت کے بعد ھ یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال محیل کے سب ارباب دیون میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا
مال ہے کہ اسپر کسیکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف
حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھ یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا
مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ
حوالہ مطلقہ یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے
پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ
کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں [illegible] گنجائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ ہنڈوی ہے کہ اسپر حوالہ کرتے ہیں

محیل کا دین ہو نہ اسکے پاس اسکا عین ہو تنبیہ باع بشرط ان یحیل المشتری البائع بالثمن فسد البیع ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط
ملائم للعقد کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین دار کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ
قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ یہ شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے اور وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور
اسمیں بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید مقتضی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت
میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء
رجع علی المحتال او القابض وان شاء رجع علی المحیل کذا فی کل موضع ورد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ میں تو اسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال
قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ اور استحقاق وارد ہونے میں محال علیہ کا استحقاق
ثابت ہو جانا ہے یا بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص پر کہ پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محتال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض
اپنا مال پھیر لے ویستفاد من صور فساد الحوالۃ بشرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم لما جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء
من ثمن دار ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء و بیان ہے یہ فساد حوالہ کی صورتوں سے وہ صورت ہے جس میں مثلا محتال سے کہا دینا ثمن دار
محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جیسا التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اس حکم سے جائز ہو اگر
حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے لیکن محتال علیہ پر زبردستی نہ ہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادا سے محتال پر زبردستی ہوگی
ہم نے کہا اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محتال علیہ کو تو اب الحوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اسکے بیع ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا
واجب نہیں قبل بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی بالمعنی ولا یصح تاجیل عقد الحوالۃ فی نہر قال ضمنت بما لک علی
فلان علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں ہے تو
اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کروں ایک مہینے کے بعد تو تاجیل دین کیطرف
منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادا دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح
التاء او بکرہ ہے سفتجہ بضم سین و سکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے اور سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جسکے معنی محکم شے کے ہیں کیونکہ اس قرض میں مقصد خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی
حاصل ہوگی لہذا اسے سفتجہ کہا اور وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہوجانے کے واسطے اور صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا
مال دوسرے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر میں دے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو
اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن ابی اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن
عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی بخاری اور
نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی
مصنف میں عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح لکذا
حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شہر داخل ہو تو کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان میں صحیح نہیں
وکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مستقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یہ معنی حوالہ ہوگیا اسلئے شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی

کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہی کہ سفتجہ معاملہ فی الدین ہی مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے
علامہ مدنی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہی اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہی تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہی اس مال کا جو مستقرض پر ہی اپنے وارثون یا دوستون کو واسطے وجود دوسرے
شہر مین ہو قال اذا لم تکن المنفعة مشروطة ولا متعارفة فلا بأس به اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہین
ھ ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کہ یہ قول متفق علیہ ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہ ہی کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہی چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے
اطلاق سے معلوم ہوتا ہی شارح زیلعی نے کہا کہ بنا کراہت جر نفع ہی خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اسی قول کو
جزم کیا ہی قدوری صغیر مین اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہیدیہ مین اور بزازیہ کے باب الصرف مین بھی اسی کو مذکور کیا ہی کذا فی النہر فتح القدیر او شرح حموی مین واقعات
سفتجہ کی صورت اس طرح مذکور ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکا کچھ حصہ فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور
مستقرض نے لکھ دیا تو جائز ہی فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہی جبکہ اسکا یعنی قرض دینے کا اس شہر مین کا رواج اور
عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہی یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہین انتہی طحطاوی کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم اشتراط
کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہی جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیة وان
المستقرض وهبها منه ان الحکم لا یجوز لانہ مشاع یحتمل القسمة نہر اور بحر مین بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہی اور اگر مستقرض دانگ مین سے زائد کو ہبہ کردے تو جائز
نہین کیونکہ وہ مشاع ہی محتمل القسمة ھ شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہی کہ مدیون کے ہبہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول
کرنے مین بلا شرط کچھ مضائقہ نہین اور اسی طرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقروض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن مین راجح تر ادا کرے اگر وہ
کثیر ہو تو جائز نہین اور اگر قلیل ہو تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین مین داخل نہو اور جو الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو لینے والے کو مسلم نہین بلکہ اسکو پھیردے
اور ایک درہم کو سو درہم مین بالاتفاق پھیردے اور نصف درہم مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہی اور بعضون نے کہا قلیل ہی اور اگر مستقرض دانگ مین سے زائد کو ہبہ
کرے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمة ہی انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہی جو
محتمل القسمة نہین پھر میں نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم مین دیکھا کہ اول تو انھون نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو
تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بالقبض من المحال علیہ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے واسطے قبض کرنے کا تو صحیح نہین ھ
اسواسطے صحیح نہین کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخے مین بجائے عن المحتال علی المحتال ہی تو بنا علی نسخہ عن ہوگا
المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالة بشرط عدم براءة المحیل کفالة خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ
محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہی کذا فی العالمگیریہ وفیها عن الثانی لو غاب
المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحوده المال لم یصدق وان برهن لان المشهود علیه غائب فلو حاضر وجحد الحوالة ولا بینة کان القول له وجعل جحوده فسخا اور خانیہ مین
ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے
اسلیے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار
فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھ تو اس صورت مین محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط باستیفاء محتال ہی اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق مین مذکور ہوچکا
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربة الجوہرة قلت ومفادهما
عدم الجواز لو تساویا او نفار بادیہ جزم فی الخانیة والوجہ لہ لانہ حینئذ استبدال بلا فائدة وانما شرعت العقود للفائدة انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ

اور مراد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں بلکہ شرط اولویت ہے جیسا کہ بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی القضاء و اہله اہل الشہادۃ ای ادائها علی المسلمین کذا فی الحموی اسعدیہ اور
لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہو کذا فی الحموی عن السعدیہ ہم اوائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت
رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے اور ادائے شہادت اور مراد اس سے یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا صحیح ہونا ایک چیز کی طرف راجع ہے یعنی مسلمان بالغ عاقل عادل ہونا انتہی حسب الحاجۃ
فی الشروط نہر اور گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اندھا اور گونگا جو شور کی آواز
سنے تو قول اصح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر و یرد علیہ ان الکافر تجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکورہ پر یہ
ہے جو اہل شہادت علی المسلمین ہو وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تاکہ وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے
ہم فلا اعتراض اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا اگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں میں صحیح ہو تو کلیہ مذکورہ صادق نہ آیا ہم شرح پر یہ اعتراض ہے کہ جواب
اعتراض یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی
و شرط اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ
ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت
قاضی پر لازم ہے اور قضا مخاصم پر لازم ہے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مستنبط ہے کذا صح ابن الکمال ہم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے
قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق اہلہ اسپر متفرع ہے و الفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا
و یاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے
جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسی کا فتویٰ ہے ہم مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ
فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانت داری کے لائق نہیں ہے اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتیٰ بہ
کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے
ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتویٰ دینا لائق ہے خصوصاً اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند
ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا یوسف نے اختیار کیا ہے اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی و قیدہ فی القاعدۃ
بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب حق کا نہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی ہمارا قبول کرنا صحیح نہیں و استثنی الثانی
الفاسق ذا الجاہ و المروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر و علیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت سیجیء تضعیفہ
اور امام ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنیٰ کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس
قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی
مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کر ہم کتاب الشہادات میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی
مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے و فی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ الظاہرۃ ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم
و الدیانۃ و العدالۃ و مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ جب کہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں
تو حکم سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل ہے یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم یہ مفتی مذکور کے زمانے میں تھا اور اب تو

عدم عدالت مین تساوی موجود ہو تو اب کسکو مقدم کیجیے یعروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی ابو سعود کے زمانے مین سلطان کے روبرو معروض ہوئے اور انکے جواب

انہین امر کیے گئے کذا فی الطحاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ ان کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ

لما تقرر ان اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اسکے دشمن پر جبکہ دونون

مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی سے کہ جو سبب اسکا ہے حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے

قال وکذا تحمل العدو لا یقبل علی عدوہ کما افتی امین الدین نے اور اسیطرح تحمل عدو کا مقبول نہین اسکے عدو پر تحمل عدو سے مراد قاضی کا لکھنا ہے دوسرے قاضی کی

طرف قاضی کا جب کہ دشمن کے مقدمے مین ہو اور تحمل سے وثیقہ نویس کا مراد نہین کیونکہ شہادت پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہین ہے جسکو اس عبارت کا مطلب بتایا ہو

اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کی طرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح مین موجود نہین کذا فی الطحاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیۃ انہ لم یر نقلا عندنا فی عدم نفاذ

قضاء القاضی عدوا پھر مصنف نے اپنی شرح مین علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن پر قضا قاضی کے مسئلہ کی نقل ہمکو نہین پہنچی ہمارے نزدیک ہے نفاذ قضا

لائق ہے اگر قاضی عادل ہو قال ابن وہبان بحثا ان یعلم بجوز ان الشہادۃ العدول قضی من الناس جاز انتہی اور ابن وہبان نے بحث کیا اور وہبانیہ کے شارح نے بحث کرکے

کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہوئی ہو جب اسکی دانست سے ہو تو جائز نہین اور اگر شہادت عادل ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ قلت واعتمد

القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال واشعار و علی عدوہ قاض حکم ان کان عالما فلا وان کان فلا واختار بعض العلماء وفصلا ان کان بالعلم قضی بین قبیلا

وان یکن بحضر من الملاء وبشہادۃ العدول قبلا مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر

قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہ حکم صحیح ہے ورنہ نہین اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہین اور اگر

قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی فی

تہذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاؤہ ومن لم یجز قضاؤہ لا یجوز علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیحفظ

وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی ومن خطہ نقلت انہ لو قضی علیہ ثم اثبت عداوتہ ابطل قضاؤہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے

سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلے کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہ نقل کیا ہے جسکی شہادت جائز نہین اسکی قضا

جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اسکے مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا مثل صریح کے اسکا ہے اور اسی قول پر مصنف نے متن مین اعتماد کیا

چنانچہ یہ پوشیدہ نہین تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اس

قاضی کی عداوت ثابت کردی تو اسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بالمخاصمۃ

نعم ہی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل فیما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف

اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اس مقدمے مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمہ

مین جسمین وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہے یعنی وصی کی گواہی اس امر مین مقبول نہین جسکی وصیت اسکو ہوئی ہو اور شریک کی مال شرکت مین کذا فی

الطحاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم

بہ صاحب المجمع فی متنہ وہو فی شرحہ عبارات بلیغۃ وہو قول الائمۃ الثلاثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر

کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کیا

اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہی اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن میں یقین کیا ہی اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہی
وظاہر ما فی البحر میانہ لا یحل استفتاء اتفاقا کما لا یصلح للشہادۃ اور جو تحریر مین ہی اسکا ظاہر مطلب یہ ہی کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہین
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شرح بیان کیا ہی وقیل نعم یصلح وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت
رکھتا ہی اور اسی قول پر کنز مین یقین کیا ہی اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہی نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی
اسکو خاطی نہ کہے اور طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذر نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر یعنی بچ ہی امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط الاسلام
والعقل وشرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ وذکورتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاؤہ اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے مین اور بعضون نے
مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہی نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اسکی قضا اور گونگے کا فتوی دینا
اسوقت صحیح ہی جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہ چیز کیا جائز ہی پھر وہ سر ہلا دیوے یعنی ہان کہدے تو اسکے اشارہ سے پر عمل کرنا جائز
ہی کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہی سزاوار یہ ہی کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ او فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہی کہ فتوی
دینا غیر مکروہ ہی اس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہی اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو
لیاقت نہین رکھتا اور شرائط فتوی سے یہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے
استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہی کہ کاغذ استفتا کو بہ مہلت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت اسکی ظاہر ہو جاوے پھر جواب لکھے
اور مشہور یہ ہی کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہی اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہی اور سبب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہی
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم زرین یا نرم زبان او خندان وہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے احتجاج کرے اور اگر فتوی
دینے مین چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے نہ شرماوے نہ ننگ کرے اور شرط یہ ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اسکے قواعد اور اسالیب معلوم کرے اور جب تک
افتا اس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہی اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوی اندیشے اس حالت مین جبکہ جواس اسکے متغیر
ہون اور بہتر یہ ہی کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہی باوجود کفایت اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کردین تو
جائز ہی اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے اسواسطے اصطلاح ہوتی ہی بول چال مین تو متعلقات الفاظ سے اہل شہر کو فتوی
دینا اس مفتی کو جائز نہین جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب انسے کوئی مسئلہ پوچھتا
تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہی فرمایا کہ جب اسکا صواب
اکثر ہو اسکی خطا سے انتہی بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہی کہ اسکے جواب کے بعد والعبد الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر

ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوص
کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین تلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش

وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح صحتہ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہی بخلاف اس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا ولیفتی القاضی ولو فی
مجلس القضاء وہو الصحیح درر مین لکھا ہی صاحم الیہ ظہیریۃ بستفتح اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کرانے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی
دینا قاضی کا جائز ہی اگرچہ افتا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ
علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہی اور اگر ایک مسئلہ مین امام کے

اصحاب مختلف ہوں تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اسمیں اور اگر صاحبین نے خلاف کیا ابوحنیفہ سے تو اگر اختلاف
انکا بسبب زمانہ کے ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر
متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مخیر ہو اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہؒ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحاوی ثم بقول
ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر و حسن بن زیاد وہو الاصح منیہ و سراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن انتہی پھر ابوحنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر انکے بعد محمد کا
قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کو اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اصلح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے
سو غیر واضح یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہو نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہمرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح اتفاقی ہو تو مفتی
مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر ثم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح راء
مصدر ہے بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنی منیہ اور سراجیہ کے قول کو جو پہلے ہے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کہا ہے انسان کو بقدر فہم اور اکثر
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہے یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح
حاوی قدسی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا
باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہہ مجھپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نہیں دیکھا اگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے
اصحاب سے نقل کیا کہ کسیکو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک نہ جانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا یہی
سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو نہ معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو کہتا ہوں
کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظا اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے اور ہمارا
فتوی دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہ جب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے
تصحیح کی ہے کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انہوں نے برخلاف
قول امام فتوی دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول الامام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی
والا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وصحح اور قاضی
مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتوی
کے واسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور آگے
بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قال الرأی فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے
کہا کہ اسمیں قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں
ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہے اسمیں تو اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں
ہم یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب کا واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے
شرط ہے تاکہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جائے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما

یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس لئے کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کیونکہ یہ رشوت ہے اور تیسری قسم ثالث کے
حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع مالک ہو جاوینگے پھر اسکو سلطان کے پاس
فلانے کام کے واسطے بھیجے اور جواہر الفتاوی سے ہے کہ اگر کسی بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعض امراء سے اس لئے کہ فلانے شہر میں اسپر سے دفع ظلم کیا کریں پھر اوس بادشاہ
مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو میں نے استفتا کا جواب یوں دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ اجارہ تھا اوس طاعت پر جو اسپر واجب تھی یعنی کسی
یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک تو جو دونوں جانب سے حلال ہے
صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظالم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دیا
اور حیلہ اسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرے یعنی ان کا کام کرنے کے واسطے پھر وہ اس کام سے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہو تھی اور بادشاہ اس فعل کا اسکو یعنی اوس بادشاہ کو اجارہ کرنا
جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم خوف اپنے کا خواہ جان
کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور [illegible] ہے جبکہ خوف [illegible] فتاوی عالمگیری میں ہے
اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تاکہ اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اسکی حاجت کا تعین ہے اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ
حاجت اسکی حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ
ہدیہ اس واسطے دیتا ہے تاکہ اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسیکو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ حلال نہیں اور بعضوں نے
کہا حلال ہے اور علت [illegible] اور اسکا حیلہ ہے سب کے نزدیک اہل مقدمہ اس شخص کو ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرے تاکہ وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو
یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجرت کا ہے [illegible] کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو اجارہ
اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپر اجارہ صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہو گی تو اجارہ صحیح نہیں اور [illegible] حلال ہے یا نہیں
اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی حلت علما کا قول صحیح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور
نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط ذکر نہ کرے لیکن صرف اسکا
ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہیں یہ اسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں
مہادات نہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونوں میں مہادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا
مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اسواسطے
ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہیں کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ
دے تو وہ حلال ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو [illegible] کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ومنه ما لو جعل لمولیه شیئا فی کل
شہر یاخذه منه ویفوض الیه قضاء ناحیة فتاوی المصنف لکن فی الفتح من قلد بواسطة الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثله فی البزازیة بزیادة وان لم یحل الطلب
بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لئے کچھ روپیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینہ میں تم مجھ سے لیا کرو اور کسی پرگنہ
کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور
فتح القدیر کے مانند بزازیہ میں ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیوں کے واسطے حلال نہیں [illegible] جامع الفصولین کا یہ قول [illegible]
قول سے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذها او بغیرها [illegible] استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیه الفتوی [illegible] ابن الکمال

و ابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بنابر وجوب کے
یعنے سلطان پر اُسکا معزول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہی کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہی یعنی بدون معزول کرنے کے اور
اسی پر فتوی ہی کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے
ہوتا ہی مصر عادل وہ ہی جو احکام شرع بجا لاوے اور اُسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے چنانچہ اتباع غنا و رقص و اخذ رشوت
وغیرہ اور اگر فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہی خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اُسکا بیٹا یا اور کوئی قرابتی جسکی گواہی اُسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی
اُسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر وفسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ
فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہی کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور بینا ہو جائے توبہ اور اسلام سے یا اُسکو نظر آنے لگے
تو وہ اپنی قضا پر قائم ہی اور جو اُسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہی اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہم یہ قول مبنی ہی اُس قول پر کہ فسق سے
قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہی معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قایل ہی وہ اُسکے احکام کی صحت کا قائل ہی اور جو اُسکی معزولی کا
قائل ہی وہ بطلان احکام کا قائل ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر
والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہی کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہی عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناے امارت اور سلطنت قہر و غلبہ پر
ہی لکن نے اول دعوے الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہی کہ والی قاضی کے مانند ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہی کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہی معزول نہیں ہو جاتا تو یہ مستدرک ہی عدم عزل والی کے
اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہی کہ قاضی موثوق
اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہی محرمات اور خوارم مروت کے
باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہی اُس قوت سے جو مدرک کلیات ہی یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل
صلاح وہ ہی جو مستور ہو یعنی پردہ دار نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء نہ شارب نبیذ نہ سباب رجال نہ قاذف محصنات نہ معروف
بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہی جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جاتا ہی اور سنت عبارت ہی حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے
اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں جنسے مستنبط ہوتی ہی اور وہ اصول ہیں بناے فقہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر
دلالت کرتا ہی کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شروط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہی بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں
متعذر ہی اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہی لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہی بذل طاقت مشقت والی چیز کے حاصل
کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہی فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ
اسسے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر
متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہی اور
جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اسپر معرفت اُسیقدر کی لازم ہی جو اس حکم خاص سے متعلق ہی مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر
موقوف نہیں اور بیان اجتہاد مبنی اول مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر نہر فیصح تولیۃ العامی اور ایک حکم لفتوے غیرہ علاوہ برآں خالی رہنا
زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے قاضی

جاہل غیر شخص کے فتوے سے حکم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہوسکتا ہی غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فواکہ بدریہ نے
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہین بلکہ نا اہل علم اور فہم ضروری اور کمتر مرتبہ یہ ہی کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا
مذہب اور مستند مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور شرح مین کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی الایمان البزازیۃ المفتی یفتی
بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدیار والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر
واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان مین ہی کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہی اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہی یہ قول اسپر دلالت کرتا ہی کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہین
تو دیار اور فروج مین قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہی اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہی اور کہان ہی کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ہم
کہتے جب یہ ثابت ہوا کہ بنا سے فتوی دیانت پر ہی یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بنا سے قضا ظاہر پر ہی اور جب قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر
حکم کرنا غیر ممکن ہی لیکن ہم سے یہ امر پوشیدہ نہین اسواسطے کہ جائز ہی کہ فتوی بالدیانت ہو دیار اور فروج کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ دونون مین خونریزی اور اشتباہ
انساب سے ضرر زائد ہی طحطاوی نے کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ افتا سے وہ مراد ہی جسپر قاضی عمل کرے اصطلاح یہ ہی کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی
صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل مین ہی نہ ہر مسئلے مین و مثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی
کے مانند اوصاف مذکورہ مین مفتی ہی یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا ضرور اور یہ عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین وہ مانند
الاصولیین المجتہد اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہی
مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہین اور اسکا فتوی بھی فتوی نہین بلکہ وہ نقل کلام ہی چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر مین مشرح
بیان کیا ہی ہم فتح القدیر مین ہی رائے اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہی کہ مفتی وہ ہی جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہین اور جب اس سے کوئی
سوال کرے تو اسپر واجب ہی کہ مجتہد کا مثلاً امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علماے موجودین کا
فتوی درحقیقت فتوی نہین بلکہ وہ کلام کی نقل ہی اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہین یا یہ کہ ناقل کی اسکے نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات
ثقات مین اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہی قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ
مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا کچھ ذکر کیا ہی رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کر
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہ نفی بمعنی نہی ہی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پہ سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف
فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ
اگر امارت سوال سے تجکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب سوال قضا کا
حلال نہین حرام ہی اسواسطے کہ جب ایسی حال سے اعانت ربانی نہوگی تو سواے خذلان دارین اسکا کیا ثمرہ ہی اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی تو محروم
رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب التولیۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل
من القاضی الاول بغیر جنحۃ نہر اور خلاصہ مین ہی کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہوجائے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط
یا متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوے کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہی کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہی کہ جیسے طلب جائز نہین ویسی ہی تو
بھی طلب کی جائز نہین اور اسمین کچھ فرق نہین مابین قضا و تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہی

درصورت دعوی بقصد عزل اگر قاضی جدید سے بحالی عہدۂ قدیم طلب کرے تو قاضی پر واجب ہے کہ اپنی اہلیت ثابت کرے پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی
متعین ہو اس طرح کہ اسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اپنے لیے طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں اور ظلم ظالمین دفع ہو وقال و استحب الشافعیۃ والمالکیۃ
طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو اس شخص گمنام کے واسطے تاکہ اسکا علم ظاہر ہو و تخییر المقلد الاولی
والاولی بہ اوبسلطان قاضی کا متعین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے شہر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے
غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی میں ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
متولی امر مسلمین ہو کسی شی میں پھر وہ حاکم او عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انہیں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولی بہ تر عمل ہے اور اس سے زیادہ عالم کتاب اللہ اور
سنت رسول کا تو البتہ اسنے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو
لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدار بروالا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور عمل قضا کرے تو افضل ہے
اور اصل اس میں قول ہے اللہ تعالی کا مال یتیم میں جسکو وصی اسکی کار زندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت
اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رضی سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے
اور شریح قاضی کو سو درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی رضی شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کا عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا
اور خلافت مرتضوی میں انکے عیال کثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیے کیونکہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر
اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضبناک اور ناحق پسند معاند حق
نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ
تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے نزدیک جائز ہے قاضی کو
خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہیں شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور
داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا
اس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار میں کرہ التقلید ہے اور مصنف کی
شرح میں کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسیطرح اگلے قول میں والتقلید رخصۃ ہے اور بہتر والتقلد رخصۃ ہے کذا فی الحلبی و حلبی وان تعین لہ او امن لا یکرہ فتح ان تعین
فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بےخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت
قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے کذا فی البحر ہم فتح القدیر میں ہے محل کراہت اسوقت ہے جبکہ قضا اسپر متعین نہو اور اگر اسی پر انحصار ہو
تو قبول قضا فرض عین ہے اور اسپر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھامنے رہے مگر یا کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک
عزیمۃ عند العامۃ بزازیہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم
درصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں
مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بوجہ اسکے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا
عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان
میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی سے خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر و یکرہ ہم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا بغیر تردد

جیسے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین میں اب کافر غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کر لیا اور اسکو والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تاکہ آپس میں فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہراویں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہے جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واہل البغی واذا صحت التولیۃ صح العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا لانہ جرم الباغی اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جبکہ اہل قضا کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جبکہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کی طرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناظم نے مگر بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناظم خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی السجلات پھر جبکہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات طلب کرے سو دیوان اصل میں معنی جریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تھیلیاں ہیں جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہوں دستور یہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اسکی طرف کام پڑے اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین کا قبضہ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم علیحدہ علیحدہ تھیلی میں رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جسمین خصومت تمامیں اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ شبہ نہ آئے اور اسکو محضر بھی کہتے ہیں اور صکوک وہ جسمین بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ ان دونون کو شامل ہے اور حال کے عرف میں سجل وہ ہے جسکو شاہدون نے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس لایا اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جسمین سجل ہے واقعہ منقول ہو اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے ان قیدیون کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور انکی خبار اور انکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کسنے انکو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہین تو امام یعنی بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم ہے فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنے تعزیر دے اور نہین تو اسکو چھوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اسکا قضیہ متعلق ہو ولا یبعث احدا الی قید الا رجلا مطلوبا یہ ہم اور کسیکو شب باش ہونے واسطے قیدمین نگران دکو جو شریک ہین یا فوڑ ہو ونفقۃ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر اور اس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہ حکم ہے مشرکین کے محبوسون کا اور بہتر وار یہ ہے کہ اسکام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا ہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق او قامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس فرکہ مسکین و قیل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر حق لازم کر دے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان الی نادی علیہ شہر ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کرا دے جسقدر کہ قاضی کی رائے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اسپر مہینہ بھر منادی کرا دے پھر اسکو چھوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت مجلس میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اسکی روبکاری ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل

وقت میں گواہی یا قابض ہونیکے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہاے سابقین کے عرف پر مبنی ہی کہ ودائع اور وقف قاضی کے اپنے پاس رہتے تھے اور ہمارے
زمانہ میں تو اموال وقف ناظروں کی تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضہ میں ہیں اور اگرچہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی
اپنے پاس رکھوایا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہی ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقه بالرعایا وشهادة الفرد لا تقبل خصوصا بفعل نفسه درر
ومفاده رد بالوجیع اخیر ہے اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب یہ کہ قاضی ہوگیا معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک
شخص کی مقبول نہیں خصوصا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا مفاد رد شہادت معزول ہی اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ
اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ ہوئی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن فی فتاوی قاری الہدایة
یقبل وتبعه ابن نجیم فتنبه میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہی اور ابن نجیم صاحب نے فتاوی اسکا تابع ہوا ہی تو خبردار رہ
ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں نوادر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت ذکر کیا ہی شاید ابن نجیم کے فتاوی میں قبول شہادت کا فتوی ذکر ہوا الا ان
یقر ذو الید انه ای المعزول سلمها ای الودائع والغلات الیه فیقبل قوله فیها انها لزید الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیه فاقر القاضی
بانها لآخر فیسلم للمقر له الاول ویضمن المقر قیمته او مثله للقاضی باقراره الثانی ویسلمه الی المقر له القاضی قول معزول کا مقبول نہیں مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی
معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے
پہلا غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا ہی وقاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں
ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جاینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی
منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلة کخطیب ومدرس خانیة اور قاضی
مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہوکر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے کہ حکم جو کہ قضا
عبادت ہی لہذا مسجد میں جائز ہی اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہی تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد
بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور رجال جنابت کا سے احتراز نہیں کرتے
اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں واجرة المحضر علی المدعی هو الاصح بحر عن البزازیة وفی الخانیة علی المتمرد وصححه اور اجرت حاضر کرنیوالے کی
مدعی پر ہی یہی قول اصح ہی کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہی کہ اجرت متمرد و سرکش پر ہی اور یہ قول صحیح ہی ہم پہلا قول منہ ہی کیونکہ اصح مقدم ہی صحیح سمجھا گیا
نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہی بحر الرائق میں ہی کہ حاضر کرنیوالے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ہی درم تک
او خارج شہر میں بحساب فی فرسنگ تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ میں ہی کہ حاکم کے اعوان احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان المفتی والفقیه
او سیطرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہی او فی داره ویاذن عموما یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگون کو آنے کی اجازت
دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہی کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان او حاجب مقرر کرے یہی افضل ہی لیکن شرح ادب میں ہی کہ اگر دفع ازدحام
خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہی اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا التشویش یا حاجت جماع یا نہایت دی یا گرمی یا بول اور
کی حاجت میں اور جسم نہ جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ رکھے اور پہنے حسن ثیاب اور اعدال احوال میں کذا فی الطحطاوی ویرد هدیة التنکیر للتقلیل ابن کمال او قاضی ہنا
اور سوغات نہ لے پھیرد ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا القلیل کے واسطے یعنی تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال
میں نہ رکھے اور یہی قول ہی اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال میں رکھے یہ پھیر دینے کا حکم اسوقت ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہی یہی طریقہ تھا اصحاب کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم

عادت قدیمی سے تو قبول کرے مگر اس صورت میں جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن
لہما او لاحدہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہوں کذا فی الشرنبلالیہ
عن البرہان هم مگر مریض کے پاس بہت دیر نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمنع عن مسارۃ احدہما والاشارۃ
الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور
باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے
اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے هم اور مذکورہ بین مساوات بین الخصمین ہے اور واجب ہے تاکہ دوسرے کی دل شکنی نہ ہو اور قاضی پر
تہمت نہ لگے اور اشتقاق کہ اسی میں راہ ہے نہ حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا القضا بین المسلمین ہو وہ آپس میں مساوات کرے
مجالس اور اشارہ اور نظر میں اور اپنے ایک پر آواز بلند نہ کرے دوسرے سے زیادہ اور عمر نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے منہ پر ہونے اور
عدل اور مجالس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے نا امید نہ ہو اور … سے مخفی بات نہ کرے اور نہ … مخفی بات کرے اس
اسکو تلقین حجت نہ کرے بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ نے خاصمت کی ایک مرد کے ساتھ اور بادشاہ قاضی کے پاس اس کی نشستگاہ میں آکر
بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بیٹھے اور قاضی زمین پر بیٹھ کر دونوں میں فیصلہ کرے اور اس پر عمل قاضی شریح کا
ہے کہ انہوں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اور آپکے مخاصم کو اپنی جگہ بٹھلایا اور باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو
بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی طرف افضل ہے اور دونوں کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد استاد کے روبرو اور چار زانو
یا اپنی سرینوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں تعظیم قضا کے سبب قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے آگے سامنے کھڑے رہیں ہیبت قاضی کے واسطے پھر جب بیٹھ جائیں
دونوں تو قاضی کو چاہئے کہ اسے ابتداء تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہئے سکوت کرے یہاں تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب ایک کلام شروع کرے تو دوسرا
خاموش کیا جائے تاوقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور وشغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام
کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب کی مطالبہ کرے یہی قول صحیح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کر
پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس اور تسبیر ایک امین غیر قرشی مقرر کرے کہ وہ شخص ثابت کی پہچان رکھے اور امین کو چاہئے کہ قاضی کے دروازے پر علام اصحاب حاجت
اور اگر ساتھ … [illegible] … اور خصوصا شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امر کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کرتا
… [illegible] … سابق عالم میں اسکا رواج نہ تھا … کیونکہ لوگ مختلف الاحوال ہیں … تو قاضی کو
… کا ارادہ کرے حشمت نفس … ولاحول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب
تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت وضعف اور قاضی کو چاہئے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا محل فاسد نہ ہو جاوے یعنی شروط اسکے ترک
کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی الفتح القدیر ملخصا انہا فائق میں ہے کہ لائق تسویہ بین الخصمین فی مجلس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت
اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور
آپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ کرے انتہی والتضاحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسی طرح ایک شخص کی تعظیم کو اٹھنے سے باز رہے
بطریق اولی هم اسلئے کہ قاضی کے ہنسنے سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے هم اسی خوف سے … اپنا
مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترا آپ نے اسکی ضیافت کی پھر چند روز بعد یہ کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلاں شخص سے خصومت کروں تو

علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور ایسی طرح عبدالرزاق
اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمیں تہمت میلان ہے کذا فی الفتح اور قوله ولا یضیف احدهما ہاں اگر اسکو دونوں کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ھو ظاہر الاتفاق
یعنی ضیافت میں ایک کی قید سے یہ مراد ہے کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اسکا یہ ہو کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ
کرے تو جائز ہو انتہیٰ والمزح فی مجلس الحکم مسقط لمهابته اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقاً اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے
اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور ہیبت جاتی رہتی ہے ولا یلقن احدهما حجته وعن الثانی لا باس به اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے
روایت ہے کہ تلقین حجت میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی تلقین حجت اسواسطے جائز نہیں کہ اسمیں تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی ہو ولا یلقن الشاهد
شهادته واستحسنه ابو یوسف فیما لا یستفید به زیادة علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین سے شاہد کو
زیادہ دانست حاصل نہ ہو ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جب شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور وہ شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ
قاضی اسکی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی ہزار درم کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانسو کا
منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کردیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو کہ معافی کے قول سے اپنی شہادت کو
دعویٰ کے موافق کرے اسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے
اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو
تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتوی علی قوله فیما یتعلق بالقضاء لزیادة تجربته بزازیہ اور فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں
ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ھ اور قنیہ میں بھی بزازیہ کے موافق فتویٰ بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتویٰ بقول ابو یوسف قضا میں
اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی الولوالجیة حکی ان ابا یوسف وقت موته قال اللهم انك تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومة نصرانی مع الرشید
لم اسو بینهما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتهی قلت ومفاده ان القاضی یقضی علی من ولاه وفی الملتقی ویصح ممن ولاه وعلیه اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف
نے اپنی موت کے وقت کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد الخصمین کی طرف یہاں تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت
میں ہارون رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرا دیا اور نصرانی کو جتا دیا پھر ابو یوسف روئے انتہی میں کہتا ہوں
اس حکایت کے سبب سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور ضرر میں جسنے
اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل لمحة شارح کے فی الہامش من جملة ادب القاضی ان لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفه الآخر ھ منجملہ ادب قاضی
یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد خصمین سے اس بولی میں جسکو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیة والاحوط ان یقول للخصمین احکم
بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمهما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم
کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ھ یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ
حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی ثم امره
السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمه بزازیہ قاضی نے فیصلہ کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعویٰ
اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا
کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیه نسخة السجل من القاضی لیعرضه علی العلماء هل هو صحیح ام لا فامتنع لزمه القاضی بذلک ھ بحر الفتاوی جلد ۲ صفحہ ۰

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت کا وسیع مستلزم ہے بخلاف قاضی کے کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وتعیین
مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو فلو طلب
المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ کہ جب مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی القنیہ وافتی المصنف تبعا لقاری الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک
لصاحب الحق لا القاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمیں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان
لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اور نہر الفائق میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جاوے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور جگہ
مکان میں طلب کیا ہو فرع مسئلۃ المدیون شاع فی العصر عن المسجد وتحمیل الانسان علی عادۃ نفسہا لا افتقر بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور بعضوں کیواسطے عادۃ مقرر ہو [illegible]
محبس بنایا جاوے فتنہ دفع کرنے کے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینۃ حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بانکارہ اور جبکہ
مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر
ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے ہم درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور [illegible] چاندی کا اور دانگ [illegible] رتی چاندی کی طحطاوی نے طلب کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شرح کے قول ببینۃ واذا ثبت بالاقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ
اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے پھر اگر وہ نہ مانے
تو اسکو قید کرے ہم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہ ہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادا دینے کا اسوقت امر ہے جبکہ اسکا ادا دین پر قادر
ہونا [illegible] کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو دیدے اور ادا دین کرے کذا فی
النہر وبالعکس السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہہ سکتا ہے
گواہی کے بعد کہ مجھکو اسکا دین معلوم نہ تھا اگر جانتا معلوم ہوتا اسوقت میں ادا کر دیتا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر وصدر الشریعۃ اور
صدر میں ثبوت گواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل نہ کرے اسواسطے کہ
حبس میں شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وہو المذہب
عندنا انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب ہے ہمارے نزدیک انتہی کلا قلت وفی المنیۃ المفتی ثبت
ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن التوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار
کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہو جانا چاہیے
ہم یہ توفیق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ سرخسی کے قول میں اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے
دوسری اور تیسری بار حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق میں قضاء میں مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ہو بدل
مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا البراءۃ
لانہ التزم بعقد فالمہر ہذا ہو المعتمد خلافا لفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اسی دین میں
جو عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض
کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہو کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو

اگرچہ ضامن کثرت ہوں کذا فی البزازیہ استوا ملے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین
محبوس ہوگا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قاضی خان نے کہا کہ دربیوتی دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس نہین اظہار مفلسی مین لیکن یہ فتوی متون اور شروح
مذکورہ کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین ہے اشیاء مذکورہ مین حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہی کہ جب مال اسکے ہاتھ مین آیا یعنی مبیع اور قرض تو اداء دین کی
قدرت ثابت ہوگی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہی کیونکہ قبول مہر اور کفالت پیشقدمی کرنا دلیل ہی قدرت
ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل ان علامت مین حال غالب کو
معتبر کیا مراد الا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہی نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع ہنا خطاء
قلنا ہان اختیار شرح مین شمار بدل خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہے سوا گاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنی یہان حبس لازم ہی باوجود دعوی محتاجی نقلہ القہستانی
انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قہستانی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہی کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر اسے عین مین جسکی تسلیم
وہ قدرت رکھتا ہی چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف ودم عمد وعتق حصۃ شریکہ وارش جنایۃ
ونفقۃ قریب وزوجۃ ومہر موجل حبس نہ کیا جاوے اسکے غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی نو صورتین ہین ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب
۳ مال متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر موجل
قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر اطلاق مہر موجل کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہوگیا
تو بھی حبس نہین وفی نفقات البزازیہ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات مین ہی کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت
ہوتی ہی یہان یعنی نفقات مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لمدعیہ بالم یثبت غناہ
فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ تنگدستی مین مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی تا وقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کر ہم کہتے ہین
اسپر ہی کہ تعبیر یثبت سے متبادر یہ ہی کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہوسکتا ہی کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اسکے
غیر مین اشہاد سے کیونکہ اسکی عبارت مین اسمین نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم
یبرہن رب الدین طرسوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونون مین اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ یہ دین بدل کا مال نہین ہی اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہی متاع کا تو مدیون
ہی کا قول معتبر ہی تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکھا ہی ہم مدیون
محبوس نہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین موجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل ان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ حتی یوفیہ بدائع وقدمنا
فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین موجل مین اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہوسکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی
کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہوچکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفا دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین کتاب الکفالت مین ان
ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلیے کہ اصل تنگدستی ہی ہم یعنی
ہر شخص کے حق مین عسرت اصل ہی اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہی یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی
مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او تقاضی غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری
گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادا سے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو شارح نے

غنا کو بقدرت علی الوفا سے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا سے اور وہ قرض نہ دے تو وہ ظالم ہے محبوس ہوگا
کیونکہ حبس جزا ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا جو وہ متعرض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی
سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبسہ بمقدار ما یری اور یہ
ہوا صحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اسکی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ہم یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی
ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رائے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال
کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے اہے میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی
رائے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ فی الخانیۃ و لو فقیرہ ظاہرا سأل
عاجلا و قبل بینتہ علی افلاسہ و خلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو میں اسکو محبوس نہ کروں یعنی اسکے حبس کا حکم نہ دوں
اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر و فی البزازیۃ
قال المدیون حلفہ انہ ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ ان نکل خلاہ و اقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو
قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائی تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھاوے تو اسکو چھوڑ دے
اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی رائے کا اعتبار جسکو
قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے قہستانی کا اتباع کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا امر یعنی
تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا کل بالظاہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کو حبس کرنے
کے بعد بقدر اس مدت کے جو اسکی رائے میں آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اسکی نہ معلوم ہو سکی ہو تو لوگوں سے اسکا حال
دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سأل عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ و یکفی عدل
بغیبۃ الدائن پھر بعد حبس اسکا حال اسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں
یعنی اسکا حضور ضرور نہیں ہم جو اخبار کہ لائق امر ہے اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل و عزل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار
یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور عیال اسکا تنگ ہے اور ہمنے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
واما المستور فان وافق قولہ رأی القاضی عمل بہ والا لا انفع الوسائل بحثا اور اگر حالات یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اسپر عمل
کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع الوسائل بحثا ہم بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار
والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القہستانی
ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اصطلاح خبر واحد در صورت تنازع
مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی
ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہم لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار رہو جاننا ہم بحر الرائق میں سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت
نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود یہ کہتے ہیں کہ مدعی علیہ فقیر الحال کثیر
العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم و وقف و اذا کان الدائن غائبا ہے اگر محبوس کا

مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتوں میں ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جبکہ صاحب دین غائب ہو اور مفلس کے
چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہوگئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اسکو قید کرنا ظلم ہوا اور مال وقف کو
صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علماء متاخرین اسکے تابع ہوگئے ہیں اسی قیاس میں کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول وللغیر حتی یثبت غرمہ غناہ بزازیہ
پھر حبس نہ کرے یوں افلاس کے ثابت ہونے بعد جبکہ چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اسکے غیر کے واسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نہ کرے
کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ ثم ان المحبوس علی فلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدائن ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کے
گواہی گذرانے سو صاحب دین نے اسکا چھوڑ دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری
قید نہ کرا دے ہم شارح نے یہاں ایک جا قنیہ کا خلاصہ کر دیا اور حالانکہ وہ ضروری ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اسکا اطلاق چاہے اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے
تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علم القاضی قدرہ اخذہ او کفیلا وخلاہ
خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لے یا دین کا ضامن لے اور اسکو
چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن سے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن سے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت عسارہ او احضر
الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو
اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا
فائدہ تعمیم ہے چنانچہ پہلے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ بیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ
مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت
ٹھہرا دے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار
یحبسہ لبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجی تمامہ فی الحجر اور اگر شخص کو کچھ زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی قید کرے تا اسکو
بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر میں ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے
جاوین مدیون سے اسکے دین والے بنا بر ظاہر روایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر
ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت
ایفاء اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہیں تاکہ وہ مخفی نکر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین خواہ مدیون مفلس کے ساتھ
لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں ہم اور ملازمت میں بہتر قول وہ ہے جو محیط سے مروی ہے کہ قیام اور قعود میں ملازمت
کرے اور اسکو جورو اور لڑکوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ دائن آپ اسکے
ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اسکو دھوپ میں رکھے یا برف پر یا ایسے مکان میں کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویبعث
للمراۃ امراۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا واختار المطلوب
الحبس والطالب الملازمۃ ففی حجر الہدایۃ یخیر الطالب الا لضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کو
اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اس طرح کہ طالب مطلوب کو اسکے گھر میں نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس
اصح ہے کذا فی النہر وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل النفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی ملازمت میں اسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی والمطالب ملازمۃ بلا امر قاضی و مقرا حقہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہو بدون
قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی و صححہ عزمی زادہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہ لانا اپنے
افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے وبعدہ یقبل بلا تاکید کیونکہ گواہی نفی پر مقبول نہیں ہے اور حبس کے
بعد چند مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صحت نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الہدایۃ و صحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل بن حماد بن
ابی حنیفہ او نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رایہ کما مر قال علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر فلیحفظ اور رایہ پر معتمد علیہ قاضی
کی رای ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہ
بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی حق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیاں
تو اثبات کے واسطے ہیں نہ نفی کے واسطے ہیں یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اسصورت میں مالداری کی گواہی احق بالقبول
ہوگی لیکن گذشتہ نعم لو بین سبب اعسارہ و شہدوا بہ قدم لاثباتہا امرا عارضا فتح بحثا و اعتمدہ فی النہر یعنی اگر مدیون اپنے مفلس ہونے کا سبب بیان کرے اور
گواہ اسکی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا
اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت والا لم یکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وہو ینکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول
کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں وابدا حبس الموسر لانہ جزاء الظلم
قلت وسیجیئ فی الحجر انہ یباع مال المدیون عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا تأبید حبسہ فتنبہ اور ہمیشہ مالدار کی قید کیا جاوے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا میں کہتا ہوں اور
کتاب الحجر میں آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت میں تو اسکا حبس دائمی
نہیں رہتا تو خبردار ہو جاؤ یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ
و ولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لزمتہ بعقد علی ما مر حتی لو برہنت علی یسارہ حبس بطلبہا اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے
کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اسکو
لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہانتک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اسکی درخواست سے حبس ہوگا حاصل
یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ میں حبس نہیں درصورت ادعا فقر مگر اس صورت میں جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی النہر بل یحبس لو برہنت علی یسارہ
بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہا او علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لہم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ
اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے ان لوگوں کے جلانے کے واسطے قلت ہل یحبس لمحرمہ
لم ارہ وظاہر تقییدہم لا لکن ما مر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلث یفیدہ فتامل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے
محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو لیکن تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی
مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہے تو تامل کیجیو
فتوی دینے کے وقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب ہیں

داخل نہین اور فقار بیٹا کسیکا لقیط ولے جیسا بین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول ہی سے اس لقیط کیطرف جو ذکر کیا
ماخوذ ہو یہی حبس اولی ہین اسے بغیر ادا کئے او رہیگا محبوس سبے ولی کا معسر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ معسر پر بسبب ہو اسکے ادا کرنے سے ولی اسکا تبرع کر سکے
تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضیہ القاضی من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کمنقول بحر ملخصا
نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا اسیر دادا اپنے فروع کے دین مین بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اسکی قیمت سے ادا کرے اور
صاحبین کے نزدیک صحیح بیچ اسکی اراضی کی ہے مانند اسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہین کہ حبس عقوبت ہے اور والد
اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا جیسا قرآن کے نص سے ثابت ہے تو حبس بطریق اولی حرام ہوا اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی
شامل ہو اللہ اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین مین اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے
اسوقت قضا دین کرے جبکہ موجود ہو اور ان کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اسکے حق کی جنس سے نہ ہو کذا فی الطحطاوی ولا استخلاف لنائب

ناہیا الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الا الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ
یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا و عزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی
نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح جیسا کہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہیے یا تفویض
باعتبار دلالت کے ہو جیسا کہ یون کہنا سلطان کا کہ مین نے تجھکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین
قاضی نائب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونون کا مالک ہے جیسا کہ سلطان کے اس قول مین کہ ولی کر جسکو تو چاہے
اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین اور غیر مفوض کو استخلاف
مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ
نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت
اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اسکے امر کے موافق کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اس گواہی پر جو قاضی کے
روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک
وغیرہ بخلاف اس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر
دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجائیگا اور ظاہر ہے کہ انسان
نشانہ ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور ممکن نہین سلطان کا انتظار کیا جاوے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا
متحمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے جیسا کہ خطیب اگر بیمار ہوجائے یا اسکو کوئی مانع عارض ہو
پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین
اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اسنے اسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے
مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ دونون اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما اخذہ من فہم بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو
نے درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اسکی کچھ اصل نہین وہ تو اسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ گفتگو جمعہ مین مذکور ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو
استخلاف ابتداء جائز نہین بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح مین

تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے ظاہر مذہب میں کذا ذکرہ الزیلعی والعینی و ابن کمال هم
خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اُسکو مختلف فیہ جانکر حکم کردیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اسکی تنفیذ واجب ہو گئی اس صورت میں جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اُسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اُسمین
دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونوں صورتوں میں اُسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اُسنے اُسکا حکم کیا جو خود اسکے
نزدیک خطا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم
کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہیں اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اُسکی تقلید نہیں کی مگر اسکے مذہب کی جہت
نہ اسکے غیر کے مذہب کی اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسنئے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر حکم کرے
اور وہ خلاف نہیں کرسکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو
نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اُس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر میں ہے وہی قول معتمد علیہ ہے
مذہب میں اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اُس قاضی مجتہد کے ہے
جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہدین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہیں تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر
والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان میں بھی فتح القدیر سے منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الفتح
و یفتی بخلافہ وکانہ تیسیر اللتخفیف لیکن خلاصہ یہ ہے کہ خلاف اُسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کردینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف اسواسطے
فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اُس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوا کہ بدریہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں
لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے میں اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذہب کی معرفت حاصل نہیں چہ جائے علم بمذاہب بقیہ مجتہدین ہم
اُسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم
مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہیں نہ مجتہد لبعد دعوی صحیحہ مین
خصم علی خصم حاضر لبعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ہم حلبی نے کہا لبعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کردے لبعد دعوی صحیح کے
جو صادر ہوا ہو اُسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی
قاضی اول کا حکم اُسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوے صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اہل شرط نہیں بلکہ اثبات قضا رقاضی کافی ہے بزازیہ
میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اُس سے مال دلاوے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اُسکے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم
بمذہبہ لا غیر ہے اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتاء ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہے بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہیں ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

یعنی خود وہ حاکم حکم کرین یا غلام بالغ ہے یا صغیر ہے یا کافر ہے کذا فی الحلبی و قضاء کافر علی مسلم ابدا و نحو ذلک کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ الا فینفذ فی الکل اور
قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین اور عدہا
فی الاشباہ و نظائرہا یعنی اور تیسرا احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین یا الیس اور شبیہ مسائل شارح کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق
حصر کے مذکور نہین جیسے کہ گمان کیا اور جن مسائل مین قضاء قاضی نافذ نہین ہوتی انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور
فتح القدیر مین ہے جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما انفذ سبع صور منہا لما لو قضت المرأۃ بحد و قود و منہا فی قضا ... فقا
لما ذکرہ مصنف شرحا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین مذکور ہین انمین سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ قریب
مین آئیگا کتاب القاضی الی القاضی مین اسکے برخلاف جسکو مصنف نے شرح مین ذکر کیا ہم کہتے ہین وہ قول ہے خانیہ مین نفاذ مذکور ہے اور ہر دو کی قضا جاری
کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا و عدم
نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہو موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہو اور خلاف
کے واسطے ہم نہیں فرق عرفیہ ہو والا فقد قال تعالى (وما اختلف فيه الا الذين اوتوه وما اختلف الذين اوتوا الكتاب) اور جانا کہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہین ہے
مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وہل یعتبر خلاف الشافعی حتی لا ینفذ
ثم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہان معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ مین ہی لکھا ہے کہ معتبر
اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہوا ویوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم
القتل موت کا دن تحت قضاء داخل نہین یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہوتا ہے اور اسکی تاریخ معتبر ہو اور قتل کے مانند
نکاح ہے اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان اباہ نکحہا بعدہ قبلت بخلاف النکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے
باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا
تو مہر اور میراث اسکے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت
برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہیون پر عمل ممکن ہے ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول
نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم
اسواسطے کہ یوم قتل تحت قضا داخل ہوا تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود جیسے بیع اور
ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسے قرض اور [illegible] یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے متعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا
فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولدہا فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما یقضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلہ مین جسکے ساتھ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ
کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی وہ جو حموی مین ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر
دعوے کیا کہ اسنے میرے باپ کو عمدا تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اسکا وارث ہون کوئی اسکا وارث نہین سوا میرے اور اس دعوی کو
گواہون سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اسنے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا
اسکا ہے اور اسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین یہ جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور لڑکا کو ثابت النسب جانون اور
قتل کے گواہون کو باطل کرون اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا [illegible] اگر عورت فقط نکاح کا دعوے کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

گواہ مقبول ہونگے عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحاوی فاستثنی عشرۃ من الاول مسائل شہادۃ علیہ میراثا فلا یستقبل تاریخا اور شہادت کے
مستثنیوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو دخل قضا نہیں ان جملہ کے یہ کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو
میراث اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہو مثلاً ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز کسی شخص کے قبضے میں ہو تو یہاں
تاریخ سابق کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحاوی برہن الوکیل
علیہ وکالۃ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع قبضہ دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدعیٰ علیہ نے
دائن طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب طلب نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کو واسطے حق
لینے باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہاں حکم کہاں ہے کیونکہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعوے کا بہت اشتراہ میں ایسے ہی ہے منقول
ومنہا ذوالید علی سنۃ منذ ستۃ اشہر فالتسع وقیل التسع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز ذوالید کے باپ سے خریدی ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے
باپ کی موت پر چند سال سے تو مدعی کی گواہی صحیح نہ ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہوگی ہم نے شامی سے نظر قول ثانی ہے اور عدم سماع یہ حافظ کا قول ہے قنیہ میں ہے
کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحاوی وسر ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع یرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ
من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینۃ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس وجہ سے کہ موت
ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب بعد موت کے ہے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال
اسکا وارث پائیگا بلا خصومت زیادہ موت کے بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان
کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بالظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ
مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخرین میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہوچکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمانے ماضی
میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے اسواسطے کہ متضمن اسقاط حق لازم
اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح کہ حالت
انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں درباب ارث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہوں کذا فی الطحاوی
وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں ہم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوے
کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی المنح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت
کے نکاح کا دعوے کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور
نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال و نساء غلام ہیں اللہ تعالیٰ کے اور نساء مثل غلامان ہیں اور مولیٰ کو ولایت اجبار ثابت
ہے اپنے مملوکوں کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی الطحاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت
کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشاء ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی
گواہوں کے کذب کو نہ جانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ
محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ
وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضا بالشہادۃ زور نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقالہ اور طلاق کے

بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا ھم یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے سامنے اور دو گواہ اُسنے قائم کیے تو آپ نے دونوں مین ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے تو علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں مین نکاح منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت
طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ یہان دونوں کا مقصود بچنا تھا زنا سے اور شہود بلا شبہہ کاذب تھے یا پہ صورۃ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری
نے مثلاً فہیم پر دعویٰ کیا کہ اُسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم
نافذ ہو باطن مین بھی امام کے نزدیک اور اُسکو اُسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعویٰ کیا اور اُسپر شہود زور قائم کیے
اور قاضی نے تفرقہ بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اُسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہین اور زوج ثانی
کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقت الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اُسکو طلاق نہین دی اسلیے کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہے یا حقیقت حال نجانتا ہو
اسی طرح ہبہ کہ وہ بیع ہی ہے کذا فی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب بہت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنے شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہین ٹھہرایا بلکہ قاضی نے سبب حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا اور لہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود عقد کے واسطے شرط
حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہین بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہین اور قضا مرتب ہے شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر
عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہے انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی عن صدر الشریعۃ بتصرف اور امام کی قوی دلیل تحریم بالقضا
یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن مین تو تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالیٰ کی جانب سے
کذا فی الفتح وقالا و زفر والثلثۃ ظاہرا فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر مین نافذ ہے
اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان ھم یعنی قضا بشہادت زور فقط ظاہر مین نافذ ہو نہ باطن مین تو اسلیے کہ شہادت زور فقط حجت ظاہر ہے نہ باطن مین تو قضا
بھی اسی طرح فقط ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی مین حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہے بحر الرائق
مین فتح القدیر سے ہے کہ قول ابوحنیفہ ہولا وجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہرا فقط اجماعا لتزاحم الاسباب
بخلاف قضاء املاک مرسلہ یعنے وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہین تو فقط ظاہر مین نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ھم یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کے
مخالف ہین کہ انمین ظاہر ہی مین فقط قضا نافذ ہو وجہ اُسکی یہ ہے کہ مثلاً نکاح مین نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ مین نے تیرا
نکاح اس سے کر دیا پھر دونوں مین نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ مین ایسا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب معین نہین اور بعض
سبب اولی نہین بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو یہان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہین بطریق اقتضا پھر جب باطن مین قضا نافذ نہوگی تو مقضی لہ کو
وطی اور اکل وغیرہ حلال نہین اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر مین کریگا تو لوگ اُسکو نسبت فسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی
وعن الولوالجیۃ حتی لو ذکر سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاءہ تو اگر املاک مین سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا
انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ھم یعنے اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے
ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی مین نافذ ہوگی نہ باطن مین والا لا ینفذ اتفاقا کالارث اور اگر ایسا
مدعی نے مذکور نہین کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن مین نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن
ایسا سبب نہین ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اسی سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی نے کہا بالغ یہ ہے کہ میراث اور ملک

دعوی میں یہ ابن عابدین کا قول کہ یہ کہتے ہیں انتہی وکما لو کانت المرأۃ محرمۃ او مجوسیۃ او مرتدۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود وحیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ بدلیل نکاح المحرم
اور چنانچہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب نسبت یا ارتداد وغیرہ کے اور جیسا کہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہاں بھی قضا نافذ نہوگی جیسا قسم کی
قضا کے مانند کذا فی الزیلعی وبحکاح فتح القدیر ہم نے بشرط یہ کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے بسبب کے شارح علیہ ذکر کرتا ہے ساتھ تمثیل دیا کیونکہ دونوں صورتوں میں بھی
قضا نافذ نہیں تو ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارشاد کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں کا ہے کہ جو صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا
کہ زوج نے اسکو طلاق دی یا طلاقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہو تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھالی انکار کیا اور عورت جانتی ہو کہ بالتحقیق طلاق واقع ہوئی تو اسکو
زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہیں جیسا کہ کذا فی الطحطاوی وطی اسکو حلال نہیں کہ امام کے
نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے یہاں نہیں کیونکہ قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہ ای مذہبہ صحیح وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی
صحیح ووقایہ وملتقی وقیل بانفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں بخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی الصحیح و ابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا بھولکر
نہ عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الصحیح والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے منقول ہے کذا فی
الطحطاوی ہم یہ مسئلہ مفصل شرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی یفتی بعدم النفاذ کما ہو مقید فی زماننا بخلاف مذہبہ عمدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے خلاف بیان پر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھول کر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر
حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کو حکم مذہب امام کی تقیید
نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول متصور ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح
مذہب کے ساتھ مقید کیا جیسا کہ ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہوگی کیونکہ قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام
الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف ٭ لمذہبہ اصح اصلا بمسطر ٭ اور البتہ میں نے تغیر کردیا وہبانیہ کی بیت کو سو لکھا
اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہیں عامدا نہ ساہیا اسکو لکھ رکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما
قدمناہ عن سیر التتارخانیہ وغیرہا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ
وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب الا ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جاوے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور
منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول مفتی بہ کہا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ
علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ
جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بھیجا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک
دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا
کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور ہم اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا انکار پر
موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور
نائبہ ای من یقوم مقامہ ولو شرعا حقیقۃ کوکیل ووصی ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو
قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا خواہ وکیل خصومت اور دعوے کا ہو خواہ حکم کے واسطے اسی طرح

ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطاً لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذ کان
فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوے کیا جاے غائب پر اگر وہ
شرط ہو اس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوے کیا کہ اسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر
اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہو جانیپر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا
زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یون کہا کہ اگر زید گھر مین
داخل ہو تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین
قضائی الشرط مین اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت حکم کے تو حاضر نائب ہوگا صاحب
سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت بمشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی
صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی الشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فیبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق
علے الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوے کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اسکے مالک
غائب نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی
کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوے کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن
ہون جو زوج پر ہے سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے
متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کے واسطے جامع الفصولین
مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے و دعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق
بطلاق کا دعوی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون سو اسنے
کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا پر قول ضعیف ومن اراد ان لا یبرئ فحیلتہ ما فی دعوے
البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ
الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا
ایک عورت پر اسکا کہ اسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا
اقرار کیا اور اسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر بہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت
نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہو تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم
ہے کہ دعوے دروغ مین یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان اطلاق مثبت
زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم نہین سو اگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب
ینفذ فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین
مین بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو مطلق
غائب مین بحر الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہے نہ ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہے کہ
قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہے مگر غنی سے نہ محتاج سے
و لہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے چنانچہ
قنیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی استغلال وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب (کمانے والا ۱۲) ولہ اخذ المال من اب مبذر و وضعہ عند عدل
قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنے اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے
و یکتب الصکاک ندبا لعفلة اور نسکا لکھوا یا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صکاک عبارت
ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے لا اقرض الاب و لو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا
نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند
کے واسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض
دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے
بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اُس معتبر روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اسکی قاضی
کی ولایت سے عام تر ہے اسواسطے کہ نفس و مال مین دونون کی ولایت یکسان ہے مگر شفقت مین باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اسکو قرض دیگا جو منکر
ہو جاوے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا یہان پر بعد وجود اصل
ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی اسکو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور نسبت پر حکم کریگا یا مال نکالیگا کذا فی
الطحطاوی عن الکمال و یستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق و نہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنے ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ
آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر و متی جاز للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو
اُسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بعد تعریف (مشتہر کرنا ۱۲) کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اُسوقت اُسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت مین قرض دینا
بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان متعمدا و اقر بہ ای العمد و لو خطأ فالغرم علی المقضی لہ درر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان
قاضی پر ہے اُسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ
خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العباد مین ہو تو
اگر حق العباد مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی
اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اُسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص
ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اُس صورت مین ہے جبکہ قاضی کی خطا بیّنہ
یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نہ کرے اور اگر
قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ثابت ہین
تو تاوان اسکا بیت المال مین ہے اور اگر قاضی نے عمدا حکم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اُسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی
بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا و فی المنح معزیا للسراج قال محمد و قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

حکم قاضی برخلاف حق

وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ و رشوتہ ردت قضایاہ و شہادتہ اور منح الغفار مین ہی سراج کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ اگر قاضی کہے کہ مین نے
عمداً ظلم کیا تو معزول ہوجائیگا قضا سے اور اسمین ابو یوسف سے ہی کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہین فروع مسائل متعلقہ
شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہی حق کی نہ ثابت کرنے والی ہم یعنی حکم قاضی مظہر ہی خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہی عند اللہ قبل
حکم کے اور اسکا مثبت نہین جو قبل حکم ثابت نہین یہ اس صورت مین ہی جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم ابتداً مثبت ہوگا چنانچہ حکم
بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ قضا خصوصیت
قبول کرتی ہی زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم
ملیم ہے مختصر مین ہی کہ اگر امام ایک شہر کو ایکدن یا ایک ماہ کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہی اور خلاصہ مین ہی کہ اگر سلطان قضا مین خصوصیت استثنا
کرے یعنی یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہی کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی
ابو السعود فلیحفظ مین کہتا ہون اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاوے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے
عذر شرعی مین بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان کی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہی مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جملہ نے اپنے شیخ سے فتاوی خیریہ تا
نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین روم اپنے قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی سب ولایت مین کہ دعوی انسے نہین پندرہ برس کے بعد سوا وقف اور ارث کے انتہی
یہی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہی اور یہ جو روایت تیس برس یا چھتیس برس یا تینتیس برس کی خلاصہ اور بزازیہ اور فتاوی عتابیہ مین ہی وہ باب سماع
سو یہ روایت قبل منع ہونے سلطانی ہی عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی یختص امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ
الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا
اسوقت نافذ ہوتا ہی جب تک شرع کے موافق ہو اور نہین تو نافذ نہین چنانچہ اشباہ کے پانچوین قاعدے اور فوائد شتی مین مذکور ہی تو اگر بادشاہ نے اپنے
قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہی کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اس سے کہین کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نکروائے جس سے آپ کا غضب
لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہو اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہو ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے
نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت مین واجب ہی تو اگر سلطان ایکدن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جو جواز تحلیف منقول ہی یعنی
شاہدون سے قسم لینا جائز ہی مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مفید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے [illegible] یعنی مجتہد ہو اور اگر حنفی ہو
تو تحلیف نہین جائز ہی کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اسکا قاضی کیطرف
جائز ہی اگر سلطان کی طرف سے قاضی مقرر نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہین روم مین باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مطلق نافذ ہی چنانچہ بحر اور اشباہ
مین ہی کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہی مگر چودہ مسئلون مین جنکو مصنف نے ذکر کیا شرح کنز
مین یعنی بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین پہلا یہ کہ حکم جب باطل کرے فیصل مجتہد فیہ مین پھر اسکا مرافعہ ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اسکے مذہب کے
موافق ہو تو جاری کرے نہین تو باطل کرے دوسرے پنچ مین اختلاف ہی [illegible] تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین اور تحکیم حد اور قصاص اور
دیت مین بقول صحیح جائز نہین اور پنچ بنانا مین [illegible] فتوی نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح ہی وہ نافذ ہی اور محکم کا حکم غائب پر [illegible] نہین ہوتا اگر ادعا علی
الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے مین [illegible] جائز نہین کہ محکم قاضی کیطرف [illegible] قاضی کا مکتوب الیہ [illegible] جائز نہین اور محکم حکم کرے قاضی کے
مکتوب الیہ مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہوجاوے تو معزول ہوگا بخلاف [illegible] سے سو اگر بعد ارتداد ہو اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر

حکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہی اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کی طرف نہین پہونچتا اور حکم کا حکم
بنسبت بائع کے بائع کی طرف نہین پہونچتا اگرچہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر حکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر
کے وصی پر نافذ نہین جو مین صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہین بلکہ اسکا حکم جائز ہی جبکہ وہ مین لینے بعد رضا متخاصمین کے ہو اور اگر حکم مین اختلاف ہو گواہی کے
اختلاف کے سبب سوا ایک گواہ کہتا ہی کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہی فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا کہتا ہی کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور حکم کا
حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جیسے مسائل مذکورہ مین حلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم ہی نہ یہ فصل خصوصا اور تتمہ ہی مسائل مذکورہ یہ ہی کہ لعان مین اور حدون مین حکم کا
حکم جائز نہین چنانچہ بزازیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی وفی فصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین
ہی کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہی اور معزول کیا جاتا اسکو اور تعزیر بھی جاسکے وفی الاشباہ لایجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلاث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب
واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہی کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہی شک اور اشتباہ کے
سبب اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ ہو چنانچہ اس طرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ
مین گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے موجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ انمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم
نہین کہ تینون مین سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے ان سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نکرے اور ان احکام
مین ہی کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہی کہ انکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کرین اسواسطے کہ
حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہی بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی ہوناتھا
کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہی تو حتے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور منافات نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہی جبکہ
قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید وہ ہی جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہی کہ جب قاضی کو رضا خصمین کی توقع ہو تو انکو دوبارہ پھیر دے اور ایک یا دو مرتبہ تک نہین
اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور انکو دوبار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے
تاخیر حکم جائز ہی ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر
قضا جائز ہی یعنے جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین
ہی کذا فی الطحطاوی ولا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنے اسپر عمل نکرنا اور اسکو باطل کردینا جائز
نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اسکا علم وہم تھا
چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پھر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس قاضی
نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہی تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہی بلکہ واجب ہی اور ظہور خطا کی یہ صورت ہی کہ مثلاً
حنفی المذہب نے مسئلہ متحمل المسمیہ کی صحت سے کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہوچکا فتح القدیر مین ہی
کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہی اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کے وقت اس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہی اس حق کا علم جو حد خالص اللہ
نہین چنانچہ قرض دیا بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے
یا حالت اپنی قضا مین جہان جہکا غیر شہر مین پھر اس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہی پھر وہ معزول
ہوگیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً فعلہ

قضاء قاضی بعلم خود

القاضی حکم فلو زوج الیتیمة من نفسه او ابنه لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہم فعل سے مراد
وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بالفظ صیغہ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے
فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہم یہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن
الولی القاضی بتزویجها کان وکیلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہوگا
تو اگر اسکے عقد کا امر اور دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان له
اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس میں قید یہ ہے کہ قاضی نے
فقیر کے واسطے راتبہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر کو رایت دار کے واسطے حکم نکر دیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلة
الوقف المذکورة فامره فتوی [illegible] امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہے تو اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے
تو صحیح ہے ہم مثلا قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ حق اسکو تسلیم کرا دیں اور اگر تو یہ حکم ہے اشباہ میں مذکور ہے اور بزازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر بکر
بیٹے فقرا پر [illegible] واقف کے محتاج ہوگئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جاوے تو یہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے
کہ اسکو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر به المریض قاضی قسم دے گا مگر یہ اگر چہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت
نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگر چہ وارث قسم طلب کریں کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انه حلف المخدرة الا بشاهدین
قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہدوں سے ہم بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم
نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی
من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العهدة انتهی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا
انتهی کلام الاشباہ ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو تہائی مال خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہاں
نہ پہنچ سکے اور موصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جس پر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ درہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی
رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد سنا فی الوقف عن المنظومة المحبیة معزیا للمبسوط ان السلطان
مخالفة شرط الواقف لو غالبه قری ومزارع ویعمل بامره وان غائر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کرچکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت مبسوط کہ سلطان کو مخالفت
کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم مفتی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوکہ بیت المال
کی طرف راجع ہے اس طرح پر کہ واقف انکا رفیق ہے بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتهی اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جنمیں واقفین کی ملک
ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہے تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب المفتی افندی بانه متی کان فی الوقف سعة
ولم یقصر فی اداء خدمته لا یمنع فتنبه میں کہتا ہوں اور مفتی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر
کرا دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہوا آگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جبکہ وقف
واقف کا مالک نہو یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجائش وقف ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة [illegible]
[illegible] قلت لکن قدم شارحها عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل نفیه بما قاله الشرنبلالی [illegible]

مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا ہے کہ عیب میں سوائے شے مبیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بایع کو اسکا پھیر دینا اسپر بایع ہرگز بایع اول او ربایع ثانی او مشتری کو راضی
ہونا چاہئیے اور شخص کی تحکیم ہے کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کتحکیم فی الکنایات روا فسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک و دریافت
کرنا چاہئیے کہ تین یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلف فیہا مجتہد فیہا میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم
کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کردینا وغیر ذلک ہم ازانجملہ یہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی المذہب
حکم مقرر کیا کہ وہ دونون میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی المحیط و ہی تخصا الکن ہذا مما یعلم ولیکتم و ظاہر الہدایۃ انہ یجب بالاقبال
فتاوی الیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ حلال نہیں ہے تا کہ اگر یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے
جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول بہتر ہے سکوت کرے اور یہ شہادت دے کذا فی البحر کتمان اسکا واجب ہے تا کہ عوام الناس
ہر مذہب پر دلیر نہو جاوین و صح اخبارہ باقرار احد الخصمین و بعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما و صحیح ہے خبر دینا حکم کا حالت ولایت میں خصمین میں سے کسی کے اقرار اور شاہد
کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعی علیہ پر کسی کرے اور حکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے تو اخراج حق کے واسطے
یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ بعد انقضاء الولایۃ اور صحیح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہونے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ
رعایا کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہد نہیں ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد
اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیون اور چچون اور انکی اولاد اور سسر اور
داماد کے واسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہا ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے
اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی الحکم ہم یعنی مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا
تو دونون کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک ایک کا فیصلہ صحیح نہوگا تاوقتیکہ دونون متفق الرائے نہون و یمضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان
حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا
حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اسواسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ
ان یفوض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے
اور محکم اسکو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی و حکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیۃ ولزوم وقف کا
محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع
الی موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا یعنی اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کا موافق ہے تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا
حکم کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی
والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدہا فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لوارتد انعزل فاذا اسلم احتاج الی تحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے
مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ہم انمیں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو
تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت
کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہو اور میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا

نام اور کیفیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور حموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہیں انتہی اور شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بروجہ
امتیاز لکھے اور حق اُسمین ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل فی شرائی عرفہم وفی عرفنا یکون
علی الظاہر فیقبل یعنی اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعض نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر پر لکھا
ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی القہستانی عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے
کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے
ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی میں ہے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہم یعنی ابو یوسف قاضی ہوچکے تھے اور انہوں نے وقائع
دیکھا اور جنمین سہولت تھی اسکو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو صاحب تجربہ کار کا قول الائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا
وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولاً ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اُسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول کرے یعنی
اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اُسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو شہود کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ یہ سابق قاضی کا
ہے تو اس خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک
مرد اور دو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا یشترط اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے
شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے
کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا
تو شہود کی کچھ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم ہم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمین شہود کی
کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان
کے واسطے انتہی تو اسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے
ملحق ہیں فرامین سلاطین در باب وظائف ہم براءات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی کو انکی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق
صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے
دفتر یعنی انکے بہی کھاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل
دانش اسکے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی
علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ
میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اسصورت میں ہے کہ جب کاتب پر
دین ہو نہ کاتب کا دین جیسا کہ خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون میں معلوم ہے پھر وہ
مر گیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ میں انتہی طحطاوی
ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہاء نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے
اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ یہ مسائل کتاب کے اصل وضع

اُس دین مین ہی جو کاتب پر ہو چنانچہ نسخ ومن مستند الیہا سے معلوم ہو چکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی تو اسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہین کہا بلکہ بعضے ناقلون نے ابن وہبان کی تقسیم سے اسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہی کہ کتاب سے یہ ہمکو معلوم ہوا کہ سوائے مال اور ما علیہ کے وہ کچھ نہین لکھتا اسواسطے کہ کاسب مرادہت وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے مین تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اسکے دین کے ثبوت مین اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی اصل نص خزانۃ اکمل ہے اور منشا غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن قبل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اُنکا یقین ہو بعضون نے کہا اور اسیکا فتوی ہی ہم خزانۃ الاکمل مین ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی مین جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون مین کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی جب صورت متیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ مین نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغییر اور جعل کا اثر بہ اطلاع ممکن ہی اور مہر مشتبہ ہو جاتی ہی خط بہر وجہ سے تو جب یقین ہو جاوے تو اعتماد جائز ہی تا لوگون پر وسعت ہو جاوے انتہی باقی ہر ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی [illegible] مسئلہ خط مین ہی کہ ایک شخص کے پاس [illegible] ہی سو ایک بیٹا پایا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور اُسنے ایک کاغذ ظاہر کیا جسمین خطوط ہین عدول ورثہ اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اُسنے حکم طلب کیا اس بیٹے کا علما نے کہا ہی کہ قاضی کو جائز نہین اسواسطے کہ قاضی نوشتہ حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی یا اقرار بالکل اور جبکہ نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور آئی خانیہ مین ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہین سواسکے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط مین مشابہت ظاہر [illegible] ہی بعضون نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور سید حموی نے زیادہ کیا ہی کہ اگر [illegible] وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص [illegible] اور اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند مین لکھا ہو کہ یہ بوقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدون کے [illegible] موافق حکم دینا ثابت ہے بشرطیکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اسمین نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور مدعا وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھاوے تو بھی اسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کھاوے تو اسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حموی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی [illegible] موافق ہی کذا فی الطحطاوی ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہ الثانی بحیث لا یعود فی یومہ وعلیہ الفتوی شرح ملتقی [illegible] اور ضرور ہی مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت مین مسافت مذکورہ ضرور ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اتنی مسافت مین جسمین آدمی عود نہ کر سکے اُسی دن اور اُسی پر فتوی ہی کذا فی شرح ملتقی [illegible] ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی واما بعدہا فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قرات کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہین ہوتا اسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالۃ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے بعد اسکے عادل ہونے کے بسبب نکل جانے کاتب کے بیچ اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہو جاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص [illegible] مگر اسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کی طرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے تعمیم کرے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوا اُس قوم کا جسنے اپنا کاربار عورت کو دیا ھم بحر الرائق میں لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ یعنی ہرگز
بھلا نہوگا اُس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو سبب اُس کے اُس سے نہو سکیگی فیصلہ
فانظرہ تو قف و وصیۃ لیتیم و شاہدۃ فتح وصح تقریبا فی النظر و الشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی
اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اُسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط وقف کے ہو کذا فی البحر قال قلت
فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات و ترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور مین نے فتوی دیا اُس شخص کے باب مین جسنے شہادت
شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پھر اُسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی
ھم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین و جب الرعایۃ ہے اور نادر حال کہی وقت کا اتفاق نہین ہوا کہ عورت
وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر تو وقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اُسکی ضمیر اوکی طرف کیونکہ اُسکی لفظ کا مرجع ہوگا کذا
فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی البحر انہ لا تولیۃ لہا اور جامع علی البحر اور اشباہ مین بجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ
صاحب بحر نے عورت کے بنی ہونے کو ... کیا ہے نہ اُسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال الستر اور اختفا پر مبنی ہے ھم اور رسول کو تبلیغ احکام کا ضروری ہے اور
اقامت دلائل کے واسطے اور یہ نہین ہو سکتا مگر مرد سے اور جار نبوت مقتضی وقوع نہین بدلیل الاول مین کہا کہ عورت کا نبی نہین ہو ... سارا ہے
اعتقاد کا صاحب فتح القدیر نے نہین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی و لو قضت فی حد وقود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ
ابطالہ بخلاف شیخ عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اُسکا امر دفعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین
جائز ہے اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بخلاف شیخ کے کذا فی العینی ھم عینی نے ذکر کیا کہ شیخ کے نزدیک عورتون کی
شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہے انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو انہین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے
نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ
او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیہ اور دریافت کر کہ جب قاضی یا اُسکے
ولد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اُسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان
کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ھم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے
کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من لا تقبل شہادتہ لہ لا یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی
گواہی مقبول ہو تو اُسکے نفع اور نقصان مین اُسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد
کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی و لیقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ و ہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ
عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور برعکس اسکے یعنی
اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور برعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے
خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل لمتفرقۃ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ شہادۃ
حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے
اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ من الاحکام مین ہے ...

مانند افتا ہے تو مفتی کو مناسب ہے کہ اُس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیما لا یقضی
لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور جن چیزوں میں کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہنا کہ ایسا
میں صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جنکی بابت قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے
دعوے کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی تو قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ
اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر
قاضی دین دیگا اس مرد کو جو اپنے کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دو شخص کہ بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس امر کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنے
بری الذمہ اور گواہی لوگوں کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کریگا اور دفع الیہ
کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ والمرأۃ ابیہ
ولو حیۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضا سے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ
کی زندگی میں دیا ہو وانہ تقضیہ فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے اُن اوقاف میں جو اسکے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے
بہ مضمون مذکور دو بیتیں زیادہ کہیں سو یوں کہا ولقضی لام العرس حال حیوتہا وعرس ابیہ وہو حی محرر اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہ حکم تحریر ہے وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ بمیراث یقضی فیقبر واہ اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی جسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت میں
دعوی ہو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو مقتضی یہ فاصل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فیقبر وا ای بیتا ہے یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت
کرکے ویقضی بوقف مستحق لبعجہ ابو صفۃ القضا والعلم او کان ینظرہ اور حکم کرتا ہے قاضی اُس وقف میں جسکی آمدنی کا بوصف قضا وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کے
تحت نظر ہو یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں شتی جمع شتیت کی ہے یعنی متفرق ومختلف قال تعالی (ان سعیکم
لشتی) لیعنے مختلف الخبر وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی یعنی متفرق آئے منع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد
فی سفلہ ہو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں ہم ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے
مکان کا ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے
کہا التصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانہ
والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس وعوی المجمع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع
کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی وعوی المجمع یعنے اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے
کذا فی العینی کوہ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت ہے طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس ہے یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے
بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا کل فعل بالایضر اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک کو وہ فعل
درست ہے جو دوسرے کو ضرر نہ کرے ہم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر حموی میں ترجیح منقول ہے

کہ یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے اور انہدام السفل بلا صنعہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی سے اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اسکے مالک کے بدون گرانے کے تو اسپر اسکے
بنانے میں زبردستی نہوگی بسبب ظلم نہونے کے ولذی العلو ان یبنی ثم یمنع حتی یاخذ النفقۃ ان بنی باذنہ او اذن قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب
بالاخانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو بصورت انہدام پھر جو اسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیر لے اگر اسکے اذن یا قاضی کے
اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اسکی قیمت ہو بنانے کے دن اسکو پھیر لے اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے ھ خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا جس سے
اسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تنشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر
یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور لا للاستضاءۃ والریح فی القہستانی الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلۃ
یعنی لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسری جانب سے تو پہلے کوچہ کے لمبا کو
پہلا کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذ میں منع ہے قول صحیح ہے اسواسطے کہ انکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے
کہ اسمیں دروازہ پھوڑنا جائز ہے یعنی کھڑکی روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے
یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں پھوڑ سکتا
کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہے اور اسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اسکا حق مرور کوچہ
غیر نافذہ کے لوگوں کے واسطے ہے لہذا اگر کوئی گھر بنا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچہ والوں کا حق اسمیں ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ انکو پہلے کوچہ
میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اسمیں انکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ غیر نافذہ کے کہ اسمیں سب کا حق مرور ہے بعض مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب
ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اسکی نگہبانی
ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب و طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعاء حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول نکوہ غیر صحیح
ہوا اور مثال کوچہ مستطیلہ اور منشعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق طرفاہا ای اتصل طرفاہا بالمستطیلۃ لا یمنع لان لکل حق المرور
فی دار او گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ پھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اسواسطے کہ گول کوچہ اسمیں سب کی گویا
مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ھ فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے
غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے لہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچا ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے
کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمیں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہیں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ
فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے کہ جب اسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا
تابع نہوا کذا فی شرح الوقایۃ ھ تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مستدیرہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ ہو نصف سے
چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یکلفہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ
کوچہ مستطیلہ اوسط کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچے
میں واقع ہو ولہذا کوچہ مربعہ والوں کو نصب بوابہ کا حکم ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ھ یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ
مربعہ میں دروازہ لگادیں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے
سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کردیں ہیں تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور وہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے

کوچہ مستطیلہ
منشعبہ غیر نافذہ
کوچہ مستطیلہ
کوچہ مستطیلہ
کوچہ مستطیلہ

کنواں بنانے کا ارادہ کیا تو اگر برابر بقدر ضرورت لوگوں کے چھوٹی اوسطی جلد اوٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص
کے گھر میں ہے سو اسنے اپنی دیوار میں مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہاں جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی
اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سو اسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اسکا بدان ہے دوسرے کے گھر میں سو اسنے
اسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدون اسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہے تو اسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع
نہ کر یا وہ درست کر دے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اسکا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں
کنواں یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اسپر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہوگئی تو اسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر
مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہوا امام نے کہا
تو اپنے گھر میں اسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھود سو اسنے ایسا ہی کیا تو اسکے پڑوسی کا کنواں نجس ہوگیا اسنے ناچار ہوکر کنواں بند کر ڈالا امام
نے منع کا فتوی نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا
فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قاری الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص
اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جبکہ اسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسی کو پسند
کیا ہے عمادیہ میں اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان
اور ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا
بالکل بند کرنا اور اسی کو علما نے فتوی کے واسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جائیگا رازی نے کتاب الاستحسان میں ذکر
کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہے اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اسمیں تنور بنا دے جسمیں ہمیشہ روٹیاں پکا کرینگی دوکان کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیوں کی
کنڈی کرے کی پٹری بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تنور سے بکثرت وشدت دھواں نکلیگا
اور چکی اور کنڈی کی پٹری سے دیوار میں پوری ہو جائینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہیں مگر بسبب طراوت کے اور اس سے بچاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور
صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب القلانسی میں دو قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت میں جو مشرف ہے کسی کی
زمین یا گھر پر لائق اختیار ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن دھوپ یا نیم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن ہے
تو پہلی صورت ہے اور اگر اعالی عمارت میں ہے یا اسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہرا روشنی کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایة عدم المنع
مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح فی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول
علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر فافهم اور جواب ظاہر الروایہ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا
ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اسکے والد نے اور فتح القدیر میں اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمہ میں
ہے کہ اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں وہاں یعنی کتاب القسمہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہا اور البتہ فتوی دینے میں یہاں اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق
یہ ہے کہ در صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایہ پر اعتماد کیا جاوے انتہی میں کہتا ہوں اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ
ثابت ہو چکا ہے بار ہا سو تامل کر ھم جواب ظاہر الروایہ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف میں مختار ہے کسی کا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین
نے استحسان پر ہیں لیتے در صورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر میں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل هل یضر ام لا

وفی حاشیۃ المحشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یبنیہا اذا اضر وکذا لو اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فاذا تصرف فی ملکہ ان اضر او اشکل
یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیتنبہ فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی بھی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف
مالک پڑوسی کو مضر ہو یا نہیں اور اشباہ کے حواشی میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو
میخ دیوار میں نہ ٹھونکے جبکہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنابر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ
خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں
تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے
انتہی کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اداے مطلب
میں کافی تھا اوعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحد نیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل
ذلک ای جحدنیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعوی کیا کہ تو نے فلانی چیز کو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی
طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کے منکر ہو گیا ہے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا لیکہ انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا
بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اسکے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وہو مختار شیخ الاسلام من اقوال اربعۃ ومفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے امکان
توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے چار قولوں سے کہ جس جس جگہ میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض
میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً
خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق
کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان
کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے موافق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی
کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں پائی قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندی ان یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی
لانہ مستحق وذاک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اسواسطے
مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور
وقوع اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فان اقام بینۃ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت
ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنے مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہو گی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری
صورت یہ کہ نہ کہا بعد وقتہا ظرف للشراء لانہ اقام کا کذا فی الحلبی وقبلہا لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً
شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے
ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہے
کیونکہ توفیق دونوں قولوں میں واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان میں خریدا
تو دعوی مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض ہے لہذا
مقبول نہیں ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتأخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

تاریخ مذکور کی تو دعوے مقبول ہوگا اسلئے کہ امکان توفیق کے سبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہو تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو ولو اشترط
کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط فخلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان به التناقض اور کہا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام
ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمیں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح مناسب ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے علامہ مقدسی
نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس
قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامه فی البحر واقره المصنف
اور تناقض رفع ہو جاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا
بیان اسکا بحر الرائق میں ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے حاکم کی تکذیب کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے دیون کا ضامن ہے سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون کو تو
دعوی کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھیر لینا جائز ہے یعنی مدیون نہیں کہہ سکتا
کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہو گئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی
اولا انها له الدار مثلا وقف علیه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لنفسه ثم ادعاها لغیره لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہے
مجھ پر پھر اسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے
ہم یہ تشبیہ ہے نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا قیل تقبل ان وفق بان قال
کان لفلان ثم اشتریته درر فی اواخر الدعوی او بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ سکے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے اسکو
خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر میں ہے قال ولو ادعی الملک لنفسه اولا ثم ادعی الوقف علیه تقبل صاحب نے کہا اور اگر اول
دعوی ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہے تو مقبول ہے ہم منح الغفار میں اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی میں تقیید بلفظ علیه نہیں تو
بموجب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کر دے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہے
جسمیں توفیق نہیں مگر بقول ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاها لنفسه ثم لغیره فانه یقبل چنانچہ
اگر اسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی هذه الجارية
وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطأها ان ترك البائع الخصومة واقترن ترك الفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکها ونقلها لمنزله لما تقرر ان جحود جمیع العقود
ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خریدی کا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا
جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور
اسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنے جب بیع فسخ ہو گئی مشتری کے
انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہو گئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردها بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی عینی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب
عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہو جانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے جبکہ اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے
والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز میں ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا
تو فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح

فان النكاح لا يقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه و برهن على النكاح يقبل برهانه اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہو ہم نکاح محتمل فسخ نہیں ہے اسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے بعد یوں کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی یا مرد یوں کہے کہ یہ میری زوجہ تھی سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مر گیا اور عورت اسکی میراث کا دعوی کرتی ہے تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانه اذا انكره ثم ادعاه لا يقبل للمناقضة بالانكار بخلاف النكاح بخلاف بیع کے اس واسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوے کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اس واسطے ہوا تا حکم قضا نہیں ہوگا اقر بقبض عشرة دراهم ثم ادعى انها زيوف او نبهرجة صدق بيمينه لان اسم الدراهم يعمها بخلاف الستوقة لعدم الجنسية اقرار کیا دس درہم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ اسکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے اسکے غش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سوداگروں میں اسکا لینا دینا رائج ہو اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی ہو جموی نے اسکو دستے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کی نقد میں سب مقدم ہو ان پر جیسا کہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعى انها ستوقة لا يصدق الا ان كان بيانه مفصولا وصدق لو بين موصولا انها ستوقة فالتفصيل في المفصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر بیٹھکر یہ دعوی کرے کہ دراہم جو وصول ستوقہ ہیں تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ بیان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایہ تو تفصیل اسکو فصول میں ہے نہ موصول میں ہم یعنے تفصیل زیوف اور نبہرجہ میں اور ستوقہ میں دو صورت انفصال بیان ہے یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض الجياد لم يصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درہموں کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنے جب جیدت کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انه قبض حقه او قبض الثمن او استوفى حقه صدق في دعواه الزيافة ان بين موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنا حق قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے اپنا حق پورا لے لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنے اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند ہے دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قوله جياد مفسر فلا يحتمل التأويل بخلاف غيره لانه ظاهر او نص فيحتمل التأويل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنے کھرے درہم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر میں نسبت ظاہر و نص کے زیادہ تر واضح ہوا اسطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر یا نص تو اسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہے اقر بمائة ثم ادعى ان بعضه قرض و بعضه ربوا و برهن عليه قبل كما في قنية عن علاء الدين السغدي في الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو اسکی مقبول ہوگی جیسا کہ قنیہ میں ہے علاء الدین

اور اسکے کتاب الاقرار مین آویگا قال لآخر لک علی الف درہم فردہ المقر له ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شیٔ علیہ للمقر له الا بحجة او اقرار ثانیا ہکذا فی الحاکم فی الکافی فیہ حق لواحد
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اسنے اسکا اقرار رد کیا یعنی یون کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہین یا وہ درہم تیرے ہین یا فلانے شخص
کے ہین کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس مین تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر بگواہی گواہون کے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک اس اقرار مین
جسمین ایک شخص کا حق ہو ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا بیہودہ ہے تو
اسکا ثبوت کے واسطے گواہی یا اقرار جدید ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے
مردود نہین ہوتا اور تصدیق بعد الرد کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین
قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور تزویج اگر موقوف کیا ایک شخص پر سو اسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا
تو رد ہو جاویگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی کہ معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو
یہان مقر لہ منفرد ہے اقرار ہے بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ تو نے خریدا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے
کہ احد العاقدین فسخ بیع مین منفرد نہین جیسے عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا حق ہے اگر انمین کوئی رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اس بات کے
کہ شخص آخر اسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین
کذا فی المحیط اور ہی ملخصا و من ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ ما کان لک علی شیٔ قط فبرہن المدعی علی انہ له علیہ الف و برہن المدعی علیہ علی القضاء
او الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسائل الخمسة کما سیجی قبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومة اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہین
اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابراء کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم
کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسائل خمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء مین اسواسطے کہ جھگڑا اٹھانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے
ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین مال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی سے ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے
لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا
واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ خمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمین علماء کے پانچ قول ہین وسیجی فی الاقرار
انہ لو برہن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبة او لیس لی علیہ شیٔ صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء او کتاب الاقرار مین
آویگا یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اسپر کچھ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشراء مین ذکر کیا ہے استشراء یعنی خواہش خریداری کما تقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرہن المدعی
علی القصاص ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا
سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم یہان بھی کلام مدعی
مین رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین اسپر قصاص نہو اور اسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص ہو مگر معاف کروا لیا ہو وکذا
فی دعوی الرق بان ادعی عبودیة شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ تقبل ان لم یبعہ لحوا اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق مین اسطرح پہ

دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہے تو بینات مدعا علیہ مقبول ہے اگر اسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے الم یعنے بینات درصورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا تو اسکی بینات مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر اور اگر مدعا علیہ نے ایفاے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا بیان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنے صلح دعوے ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کاہے غیر حق بھی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ ربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ تسقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے مجھ پر اسکے تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہوجاوینگے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہے تو اسکا ذمہ مشغول نہیں اسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک او نحوہ کما رایتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو بینات ایفا یا ابرا مقبول نہیں بسبب متعذر ہونے توفیق کے جیسے کہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہیں تھا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا دیکھا ہی نہیں اور تجھ سے ملاقات اور خلطہ نہیں ہوا اور دینا اور لینا یا میں اور تو ایک مکان میں جمع نہیں ہوئے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاے دین یا ابراے دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر وفیہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا دینا اور معاملہ اور اقرار بدون معرفت کے نہیں ہوتا الا اذا کان محتجبا قیل لا یقبل او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفا کی بینات باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ محتجب یا عورت پردہ نشین کو کاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کردینے کا اور جانتا کہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اسکی بینات ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہ تفریع ہے قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی ثم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والایصال صح درر فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار بیان اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جیسے دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض یوں صحت اقرار دین کا مانع نہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں ثبوت و نفی دونوں ہوں ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنے جسپر دفع دین اور قضاے دین کا دعوی ہوچکا اسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اسنے یہ اقرار کیا کہ دین اسکو پہنچ گیا ہے یعنے یوں کہے یا یوں نے اسکو پہنچادیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف اقر ببیع عبدہ من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلاں شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع انہ ابرأ المشتری بری الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوے کیا دوسرے پر کہ اسنے اپنی لونڈی اسکے ہاتھ بیچی

تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو تجھ سے ہاتھ نہین بیچا ہے اگر وہ گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اُسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا
گواہ لایا بائع اُسپر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اُسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر
بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برأت عیوب بیع بدون بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیله وابراءه من العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے
کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے کہ وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اُسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ مین نے
بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہین ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنه واقعة سمرقند اور از جنس
مسئلۂ مذکور ماقعہ ہے سمرقند کا جسمین تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو صریح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انه نكحها بكذا وطالبته
بالمهر فانكر فبرهنت فادعى انه خلعها على المهر تقبل لاحتمال انه زوجه ابوه وهو صغير ولم يعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اُسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اُس سے
مہر کا مطالبہ کیا سو اُسنے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول
ہے یعنی مرد سے اس دعوے پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کر دیا ہوا اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ
ہم یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی
خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی ویبطل جمیع الصک ای المکتوب بکتب ان شاء الله فی آخره باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اُس صک یعنی
کاغذ مرقوم کا جسکے آخر مین ان شاء الله لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اُسمین ایک شئ مرقوم ہو یا چند اشیاء اور
صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا آخره فقط وهو استحسان راجح علی قوله فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے
جو ان شاء الله تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ صک مین اصل استقلال ہے یعنی
ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے
مخالف ہے تو استثنا اُسی کی طرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا انه لو کان فرجة کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین
متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی اثناء تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء الله
تعالی مابعد فرجہ کیطرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافه للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ
متفق ہین ان شاء الله تعالی کے راجع ہونے پر کل کی طرف ان جمل معطوفہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اُنکے اخیر مین شرط ہے ہم چنانچہ ایک شخص نے
یون کہا کہ اُسکی عورت مطلقہ ہے اور اُسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت الله تک پیدل چلنا ہے ان شاء الله تعالی تو شرط تینون جملون کی طرف راجع ہے یعنی طلاق
اور عتاق اور مشی کچھ لازم نہین جمل معطوفہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مختلفہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا
واما الاستثناء بالا واخواتها فللاخير الا بقرينة کمائة درهم وخمسون دينارا الا درهما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اُسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے
مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اس قول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہمون کی طرف راجع ہے نہ اخیر کیطرف
بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہان اتحاد جنس مستثنی منه و مستثنی ہے واما الاستثناء بان شاء الله بعد جملتين ايقاعيتين فلهما اتفاقا اور استثنا بلفظ
ان شاء الله بعد جملتین ایقاعیتین دونون کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملۂ ایقاعیہ سے جملۂ منجزہ مراد ہے جسمین تعلیق واقع نہین اور قرینہ مقابلہ چنانچہ یوں
کہنا کہ انت طالق وهذا حر ان شاء الله کذا فی الحلبی وبعد طلاقين معلقين او طلاق معلق وعتق معلق فلهما عند الثالث وللاخير عند الثاني اور استثنا واقع
ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کی طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

نہ دے **فان اقر ثانیا بابن آخر لم یعد اقرارہ اذا کذبہ الابن الاول لانہ اقرار علی الغیر** پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار
کرے تو اسکا اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر محبت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ
اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا فیضمن للثانی نصفہ ان دفع للاول بلا قضاء
نہ بقضی اور در صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ہم قول بالضمان
بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحاوی **ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود ولم یقولوا**
نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا **لا نعلم لہ وارثا او غریما لم یکفلوا** اخلافا لہما **لجہالۃ المکفول لہ** ترکہ تقسیم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون
کے ان گواہون کی گواہی سے جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین آیسا ہی ہے لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے
نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ تقسیم ہوا جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین
جانتے ہین تو ضامن نہ لیا جائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک ضامن لیا جائیگی ہم طحاوی نے کہا
شاید کہ شارح نے نسخہ متن اور شرح مین نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا بمعنی المجہول نسخہ صحیح ہوا در
ضمیر ورثہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص ترکہ چھوڑ کر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کا فلان فلان وارث یا صاحب دین
ہین لیکن انھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کر دے انہین اور انسے ضامن طلب کرے **وتیلوم القاضی مدۃ ثم یقضی** اور قاضی کچھ
مدت قسمت ترکہ مین تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب کہ اِن غائب کا کوئی خبر نہ آ تو
حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایکسال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی
الطحاوی **بلضمان ولو ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقا** اور اگر ورثہ یا اصحاب دین اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضامن دینا باتفاق امام اور صاحبین کے ہو **وقال الشہود**
ذلک لا کفلوا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہین یعنی یون کہین کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہین جانتے ہین تو نہین ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحاوی **ادعی**
علی آخر دارا لنفسہ ولاخیہ الغائب ارثا وبرہن علیہ علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل جحد دعواہ
دعواہ اولم یجحد خلافا لہما وقولہما استحسان نہایۃ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے
دعوے پر تو مدعی نصف گھر لے بطور شائع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف
صاحبین کے یعنے انکے نزدیک در صورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایہ ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہین
غائب کی طرف سے استیفاء ارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اسنے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت
ہوئی تو اب اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہین **ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی تقضی منہا دیونہ**
اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کی طرف سے یہان تک
کہ ادا کیے جا دینگے ترکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کی طرف سے
اسمین جو میت پر دعوے کیا جاے نو شرطون سے جو شرح مذکور ہین بحرالرائق مین ہم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح کہ شروط ثلثہ کہتا ایک
عین بالکل وارث کے ہاتھ مین ہو دوسرے یہ کہ اسمین قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے
میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحرالرائق مین مذکور ہین وہ شروط نہین بلکہ بعضے شروط ہین اور بعضے احکام اور وہ ہمگی آٹھ ہین

نہ تو کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس عین
کے دعوے میں جو میت ہے مگر جب کہ عین اسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اسکے ہاتھ میں عین
ترکہ نہو اسواسطے کہ ان کا حق جمیع ترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ میں
ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ جمع فتح القدیر میں ہے یعنے فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور
اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو فالبعض ہے تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور انکے واسطے ارث کا دعوی
کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اسکا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دوسرے
وارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و مثلہ او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح در اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے
مانند منقول بھی ہے امر مذکور میں بقول صحیح کذا فی الدرر یعنی اگر وارث منقول میں دعوی ارث کا ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لیوے اور غائب کا حصہ ذی الید کے
پاس چھوڑے لکن افتی فی المنتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا و مثلہ فی البحر لکن ماتن المنتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاویگا ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرائق میں ہے اسواسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور یہی
محفوظ ہے قال و اجمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنے منقول میں اگر ذی الید مقر ہو
ط طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصی لہ
بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی
جمیع ملک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ
صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان
کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ
میں سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں زکوۃ واجب
ہوئی ہے اسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ
اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اسمیں سے بقدر اپنی قوت کے
رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اسکے تصدق کرے علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات
اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک
سال کا قوت اور سوداگر اسقدر رکھ لے جو اسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اسکو اپنا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان
یبیع ملکہ من رجل بثوب فی مندیل یقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یلزمہ شیء بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنے
مثلا اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیچ کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں
لپٹا ہوا ہو اور اسے قبضہ کرے بدون اسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اسپر
کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ھ. سوا اسکے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیع کر ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کے وقت ہے ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک ولم یکن لہ شیء لا یجب شیء اور اگر کہا کہ ہزار درہم

میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے تو اسپر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر
اسکی مملوک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وصح الایصاء بلا علم الوصی فیصح تصرفہ اور صحیح ہے وصیت کرنا وصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف
وصی کا هم یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر پا ستر دکہ پہ وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی
تو صحیح ہے لا یصح التوکیل بلا علم الوکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تصرف
الوصی خلافۃ والوکیل نیابۃ ایضاً اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے هم جب تصرف وصی کا بطریق
خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز
ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہاں علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے
ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ میں نے مثلاً زید کو اسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہیں پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا
وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرا دے پھر تلف ہوں
تو کسی پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے
معلوم ہوتا ہے اسکا تصرف صحیح ہے ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عندنا او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہیں ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے خبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر میں کذا فی العنایۃ یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص
مستورالعدالت سے یا دو فاسقوں کی خبر سے قول اصح میں کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختارا للفداء مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے
تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اسنے اسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اسکو فدیہ جنایت کا دینا پڑیگا
والشفیع بالبیع اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر
بالنکاح اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہیں مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دیں اور اگر مستور یا فاسق نے
خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت ہے تو یہ سکوت رضا نہیں والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہیں کی
احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا یعنے ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہیں آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دیں تو عمل لازم ہے یہانتک کہ اگر فرائض ترک
کریگا تو قضا اسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اسمیں کافی ہے وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء و حجر ماذون و فسخ شرکۃ و عزل
قاض و متولی وقف فہی عشر یشترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنیوالے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور
فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزیں ہیں جنمیں شہادت کے دو جزوں سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت
هم شہادت کے دو جزء ہیں ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو عشرہ مذکورہ کے اخبار میں ایک جز شرط ہے یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا عدد [illegible] معزول قاضی
اور متولی وقف بحث ہے صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر کو میں باقی شروط شاہد کی شرط ہیں یعنی آزاد
اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو نامع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر میں وہ شرط ہے جو شاہد میں شرط ہے بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور
یہ سب مذکور امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر شرط ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی اما اذا لم یقصد فیکون المخبر فیہ رسول
ورسول فانہ یقبل خبرہ مطلقا کما سیجیء فی بابہ اور قید لگائی ہے بحر الرائق میں قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نہ کرے اور اسکی کہ مخبر غیر رسول ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب میں آویگا هم یعنی عزل قصدی میں عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل

حکمی مین تو قبل علم معزولی کے معزول ہوجاتا ہے عزل حکمی یہ کہ موکل مرجاے یا اسکو جنون مطبق ہوجاے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے یعنی اگر
خصم خبر دیگا تو عدد یا عدالت شرط نہین ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب فی الفور واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پس یام سیان کی خبر پر بلا تقاضا عمل
لازم ہو خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی الصحیح ولو الحیۃ عبدا للغرماء
للغرماء او اخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی و استحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن
بل والعہدۃ بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین قول صحیح کذا فی الولوالجیۃ غلام کو
بیچا دین والون کے ادا دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور
امین پر ضمان نہین ہے واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک نہین ہے تاوان دہ نہین دیتا بلکہ انسے قسم بھی نہین لیجاتی
بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہے قاضی اور سلطان پر اسکے تاوان نہین کہ اگر ان پر تاوان ہو تو اس امانت کو قبول کرنے سے وہ پرہیز
کرینگے تو بعد ان کی مصالح معطل ہوجاوینگے کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیر لے بسبب متعذر
ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد
کی طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہے سو یہان صاحب دین ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جبتک
صاحب دین طلب نہ کرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باع الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض لم یضمن الوصی
وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ ویرجع ہو علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو
وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور
ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے
اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے انھین کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب اسپر ضمان لازم آوے تو
تاوان اس سے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجاے فیرجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ بلا صح اور اگر
اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال مین سے پھیرے یہی قول صحیح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک
من مالہم ای الفقراء والثلثان للورثۃ لما امر قاضی نے متروکہ میں سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور انکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا
مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امر قاض عدل
بر جم اوقطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ بالذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای مخاطب جسکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کو سنگسار کرنے کا
یا ہاتھ کاٹنے کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجکو اسکے فعل مین گنجایش ہے تنگی نہین بسبب
واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ فی زماننا
فی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے ہم وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت وغیرہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام انکے باطل ہین اور تنہا کہ قطع وغیرہ کا غیر
بحر الرائق مین کہا لیکن ہمنے بعد اسکے صدر شہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع
کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انکار رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی

الا فی کتاب القاضی للضرورۃ اگر قاضی کہے کہ میں نے اسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت جیسا حق اور اسواسطے کہ خیانت
اسمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضوں نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے
ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بسبب فساد اور غلط کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں منتفی ہے اور استحسان بھی فقہ ذکر کیا امام سرخسی نے کہ قاضی کے موجب قول کے
عمل کرنا اس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم الا یخفی قضاء کے شبہ ہیں اور اسکا امر بالاتفاق لائق قبول کے نہیں تو
ابو منصور کا قول کیمن ہے مذہب امام ہے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا اور اگر قاضی عادل جاہل
ہو اگر اس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے
زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اثبات شرع سے اسنے زنا کیا اسکا سوال فرض کیا تو اسنے اقرار کیا جیسا کہ معروف ہے اور اسپر سنگساری کا
حکم کیا اور چوری میں کہے کہ میرے نزدیک حجت ثابت ہوئی کہ اسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اسنے عمداً بلا شبہ
قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنح وکذا لا یقبل قوله لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اگر قاضی کا
قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل
ہے تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال میں شرائط خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول
مقبول ہے ہم اسلئے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی نہ رہی شارح نے حجت کو عادل سبب سے تفسیر کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے جیسے ہمارا انسان عند الشہود
فادعی الہلاک ضمانہ وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم
النجاسۃ ڈھلکا یا کسی نے گھی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اسکے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اسکا
انکار کرتا ہے تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر ہوا
عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاتا تو اسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ میں جلانا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اسکو اسی
عمل پر محمول کیجیے کہ اسپر پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو بھی ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وقتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی
لم یسمع قوله لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا
ایک مرد کو اور بولا کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ
نہ کھل جائے یعنی اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل
کیا جائیگا اور قاضی کہے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ سن لیا اقرار ہم خون کا امر عظیم ہے لہذا
مال میں ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہ ای بالالف لبکر و
دفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذہ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم
فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہ فی غیر قضائہ فالقاضی یکون
مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجائیگی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے وہ ہزار درہم لیے جنکا میں نے
حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور میں نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں اور زید نے اسکے ہزار

لیئے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونون امر یعنی اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت مین واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی ضامن ہوگا اس فعل مین کذا فی صدر الشہید یہ ہم حالت قضا اُسوقت منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیئے کہ ظاہر اقاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اُسکا قضا مین باقرار مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل لحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اُسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اُسکے انکار مین لکھا کہ یا فی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلہ کا بیان ذکر محل ہے علاوہ برین یہ قول محرر اور منقح بھی نہین اشباہ مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسوان حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین اجارہ مقاطعہ مین متولی کی کچھ حاجت نہین اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ ان وجہ ہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے اسواسطے کہ واجب اجر ہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا جواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے اسوقت مین مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھیردے اور ملخص کرے اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا افادہ ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجرۃ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ کجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما تمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونون کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اُسکے سوا حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ مین کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور کاتب ایک سو کے وثیقہ کی مشقت جسمین جیسا مختلف لفظ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت سے مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے اور یہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتبر نہین اور ہمارے اصحاب کے ہم اسعد کی فقہ سے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کثرت ثمن کی تحریر مین اُسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی مشقت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ طول اور قصر اور اُسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ہ ولیس لہ اجرۃ التکان قاسما وان لم یکن من بیت المال مقررا اور شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو اور ضمن بعض لانعدام مقرر وفی عصرنا فالقول الاول منصر اور بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہے وجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ اذلیس فی الکتب کثیر اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اُسکے لکھنے پر بقدر اُسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کی کتابت مین کثیر نہین یعنی اُسپر کتابت واجب نہین

اور لازم نہیں ہم شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جو فتوے کی کتابت کی اجرت لیوے یعنی اس قدر کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور ابرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات اسکے احکام میں شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اخرہا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادات کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی و یقینی خبر جسمیں شک اور تردد نہیں وشرعا اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اقول شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذب حد شہادت سے نکل گیا اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بلفظ شہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنے شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بہ لفظ علم و یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادات حسبیہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسببہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب بھی کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب آدمی کے مگر جبکہ خوف فوت ہو اور حق اللہ کی ادائے شہادت میں تو شاہد پر شرعا مطالبہ ہے شرطہا اصطلاحا نوعان شہادت کی شرطیں دو قسم ہیں شرط ادا و مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہی ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں تین ہیں عقل کامل وقت شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیگا مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جس میں تسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جبکہ عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر العقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادا شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط ازانجملہ ضبط ہے یعنے یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنے شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہے

اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے
تقویت کی ہی ھم کافیجی ایک عالم ہی جسکا رسالہ ہی مسمی لسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداؤھا بالطلب اور حکما کما مر اور واجب ہی ادا کرنا
گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادا سے شہادت
واجب ہی ھم افتراض اداے شہادت مجمع علیہ ہی حق تعالی نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنے نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو
چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہی تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہی تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدون پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے
اسکا دل گنہگار ہی تو یہ تاکید پر تاکید ہی سو واسطے کہ گناہ کی نسبت ہی دل کی طرف جو اشرف الاعضاء ہی اور بدن کا رئیس ہی کیونکہ دل محل کتمان ہی تو وہی بگاڑ
معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاے ظاہری سے ہی کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا
(ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہی تحمل اور ادا سے شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد
کرنے کے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو اُنکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور اداے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس
حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی اُسکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے
ساقط ہو جاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے کوئی نہوے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہی
مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور ایسیطرح رجعت مین شافعی
اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور اداے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے

اور اگر اور لوگ نہون تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ لشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ قاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن اداے شہادت کا
وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اُسکا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم
ہونا یا اُسکے شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہی بشرطیکہ اُسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت
فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہی اگر تحمل اور ادا کے واسطے سواے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ھم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت
قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہی کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہی قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہی کہ
ادا اور شہادت متعین ہو سوم اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اُسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع
شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہی اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنے اور ضرر نہ پہونچایا جاوے کاتب اور شاہد کو چہارم
علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور
شاہدون کے تو اسپر اداے شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہی علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی وجہ تامل
شاہد یہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہی جس سے حق ثابت ہو سکتا ہی تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین پنجم طلب مدعی تو بلا طلب اداے شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت
حق وعدم علم مدعی الشہادت شاہد شاہد پر اداے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اس طرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور اُنھون نے گواہی بھی دی
اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو ایسا امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہی کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے
بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی یا مشتری نے

بطلان

غلام کو آزاد کر دیا ہو یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہو تو اب اسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اگر مخبر عدول ہوں تو شاہدوں کو
اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں ہے شرط یہ ہے کہ
شاہد کو معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا
الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتى لو ركب بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحديث اكرموا الشهود اور یہی حکم کاتب کا ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب
متعین ہو جاسے یعنی جب اسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اسکی گواہی
مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشهود الخ عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور
جانور کرایہ دینے کی طاقت نہو اور یہ تفصیل صاحب نوادل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ اکرموا الشهود
فان الله تعالى يستخرج بهم الحقوق ويدفع بهم الظلم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدوں کی کیونکہ اللہ تعالی انکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی وجہ سے ظلم دفع کرتا ہے
کذا فی الطحطاوی تو پیر یا عاجز کو سواری دینا شمار توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا یعنی مجوز قرار دیا مصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا کھلانا
مطلقا جائز رکھا ہے اور اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اور یہی شرح میں ہے تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام پہلے سے تیار ہو یا شاہدوں کے آنے سے
پہلے یا انہیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعض مشائخ نے تفصیل کی ہے وجب الاداء بلا طلب لو الشهادة فی حقوق الله تعالی
ہو اور شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق میں ہو ہم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین ہو حق اللہ میں
قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منجملہ انکے ہے جن پر وہ واجب ہے تو شاہد مدعی ٹھہرا اور
اور شاہد ٹھہرا اس جہت تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضوں نے حقوق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وهی کثیرة عدها فی الاشباه اربعة عشر اور
حقوق اللہ تعالی کے بہت ہیں انہیں سے اشباہ میں چودہ شمار کیے ہیں ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال
رمضان [illegible] حد قذف و سرقہ نسب خلع ایلاء ظہار مصاہرت حرمت حلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا
الاتی یہ ہے کہ وقف میں جو اسکی تفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا عیانهم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجد پر وقف ہو تو امام
کے نزدیک بدون دعوے مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوے مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار علماء
ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوے مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول نقل کیا ہے اور اشبہ میں
اختلاف ہے بعضوں نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور نسب میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی کو نقل کیا ہے اور [illegible] کے نزدیک
بلا دعوی مقبول نہیں اور ایلاء اور ظہار اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت حق اللہ ہے اور عتق عبد میں
صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوٰۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے
اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال رحمه الله شاهد الحسبة اذا اخر شهادته بلا عذر فسق فترد [illegible] کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت
میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعض مشائخ نے ان گواہوں میں
جواب دیا جنہوں نے حرمت مغلظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ انکی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس سے ثواب
آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأة ای بائنا وعتق امة وتدبیرها حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اسکا
مدبر ہونا ہم عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالف شرع

نہین اسواسطے کہ اس طرح کا رہنا حرمت مین شمار نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہو مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہو وکذا عتق عبدہ وتدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہو غلام کی آزادی اور اسکا مدبر کرنا
کذا فی شرح الوہبانیہ ھم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہی اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع
کا امر فی باب اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہو چنانچہ باب رضاع مین مذکور ہو چکا ولا یقبل جرح الشاہد حسبۃ للظاہر لعدم کونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور گواہ پر طعن کرنا
شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہی یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ یہان مقبول ہی کیونکہ وہ حق اللہ ہو کذا فی الاشباہ ھم حسبۃ حال ہو جرح سے یعنی اگر طاعن
شاہد مین اتنا قصد ثواب کا ان کرے تو ظاہر اقبول ہو اور یہ بھی احتمال ہی کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہو کذا فی الطحطاوی فبلغت اربعۃ
عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحرالرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اسکی تدبیر
اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین
چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجح فلیحفظ اور نہین ہی ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقت
مین بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہو اور فتوی اسپر ہو کہ
دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ والستر فی الحدود احب لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک سترا اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین بہتر ہو بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپا ئیگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود مین
کتمان شہادت بہتر ہو مگر بیباک پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہو کذا فی البحر ھم ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہی لیکن اسکی تخصیص
حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہو اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہی از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابوہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہی (من ستر
علی مسلم ستره اللہ فی الدنیا والآخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان
یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہی کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے کہ
اسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ھم یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہی یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہی کہ چوری کی
گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اسکا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہی خواہ
بطریق غصب کے ہو یا بطریق امانت یا ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہی اسواسطے کہ
اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا درصورت اتلاف کذا فی النفح اللطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس
فقہا جمع تھے انمین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکا مال اسکے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ
نے فقہا سے سوال کیا انھون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہی پھر مدعی نے
دعوی کیا کہ اسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے انکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی
اب کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار
مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہو تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب چار مرد ہین
جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ھم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین صریح ہی یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہی اسواسطے
کہ چار مردون کا بہ صفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہی اور ابن زوج کی نفی مقید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں نہ

اور اگر ایسا نہ ہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں
انہیں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا انکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ باپ بھی زندہ ہو یا انکی ماں زندہ ہو تو
گواہی انکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اعتق عبدہ بالزنا فقع علیہ الحد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا
کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دیں
تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شہدوا بالعتق ثم اربعۃ بزناہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجمہ رجع الکل ضمن
الاولان قیمتہ للولاء والاربعۃ دیتہ لا ایضا لوارثہ اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا در حالت
احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع
کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دینگے اسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دینگے
مولی غلام کا وارث ہو لبقیۃ الحدود والقود ومنہ اسلام کافر کیہ اذا انعقد بخلاف الانثی بحر وشاہدہ مسلم رجلان اور باقی حدود اور
قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور اسی قبیل قصاص سے کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت
کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے پس مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا
بخلاف اسلام عورت کافرہ کے کہ اسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مال کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی
گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسلیے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مال کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص
میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والخلیفتین بعدہ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے بعد دونوں خلیفوں سے سنت جاری ہوئی
کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام
انہیں دونوں کے زمانہ میں ہوا اور انکے بعد اور خلفا میں نہ تھا مگر انکا اتباع انتہی الا العتاق فیقع ولا یحد کما مر یعنی مثلاً عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ جاری کی جائیگی چنانچہ
سابق میں گذر چکا هم یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے شراب پی ہو تو میرا غلام
آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں
کذا فی الطحطاوی والولادۃ واستہلال الصبی للصلوۃ علیہ وللارث عندہما والشافعی واحمد وھو ارجح فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع
علیہ الرجال امراۃ حرۃ مسلمۃ والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل پر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نساء کے واسطے جس عیب میں مرد
مطلع نہیں ہوسکتے ایک عورت مسلمان آزاد ہو اور دو عورتوں میں زیادہ احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے
صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح ہے کذا فی الفتح علم یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا
ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے لیکن حق ثبوت نسب حق میراث لکن اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث
ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے عیوب جیسے فرج میں ہڈی یا گوشت
زائد ہونا لونڈی خریدنے میں اسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عیوب شاہدہ میں بالغہ عاقلہ عادلہ کی قید زیادہ ذکر کی ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
میں ہے کہ ایک صحیح رستہ ثابت ہوئی کی اول وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطا

بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہو ان چیزوں میں جنکی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل ہے اور مذہب ابن الہمام ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی باللام ہے اور
مراد اس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہو گئی ہے کہ عورتون
کی گواہی ایسے امر مین جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قبیل سے ہیں ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی قبول ہونی
اصح کزا فی الخلاصۃ ہم بحرالرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اسپر پڑ گئی تو گواہی
مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اسنے کہا کہ مین نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط
ان المعلم اذا شہد منفردا فی حادثۃ الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اسکی
گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین حکم دیتا مقبول ہے تا خون مفت
ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور
مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو او رجل وامرأتان ولو فی حوادث صبیان المکتب فانہ تقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس یعنی صبیان مکتب مین اسواسطے کہ انمین تنہا معلم کی گواہی
مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ہم ابو السعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہ ہے صبیان مکتب کی
قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین
قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا مین چار مرد اور باقی
حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور ان امور مین جنمین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت
وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما الاخری اور جدائی کرانا نہ چاہیئے دو گواہ عورتون مین بدلیل قول حق تعالے
تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہین ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین
چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول تو ہمیشہ گواہی کے واسطے انکو دار الحکومت مین آنا پڑے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین وخصہن الائمۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ
مخصوص کی ہے اموال اور انکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ مین انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع
اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جسکی نص سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت
شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من مراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع
لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع باتفاق ہم یعنی شہادت مین ضرور ہے
کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلا مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون تو اسکا قول مقبول
نہین کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص شرع اسی لفظ پر ناطق ہین قال تعالی (واشہدوا ذوی عدل منکم
واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ) وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت
مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوے ہے اخبار

اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور خبر کے ہیں بخلاف کہ یہ افتتاح استعمالکے کرا انشا اجمل اور عزم انظم تعظیم میں برابر ہو اشتراک کر کے لہذا التعظیم فقد اشد اکید بلفظ ہیں ہم
نہیں انتہی بعض انصافاً بتصرف وکل لا یشترط فیہ ہذا اللفظ کالطہارۃ ما ورد ہلال فہو خبار لا شہادۃ اور جس میں کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا روئیت
ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ لوجوبہ او حراتب اربع میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت
واجب نہیں بدون عدالت شاہد ہم عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام
اور اسواسطے کہ گواہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہو بنفس الخبر مفہوم تو اس سے
استکا ثبوت ہونا لازم نہیں آتا کہ جو عمل کیا جا کذا فی الفتح فی البنایۃ العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب بحذف ہو میں انبطان بنا پیع میں ہے کہ
عادل وہ شخص ہے جو بطنہ ہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور زنا کہ کذبیا ہے بسبب کہ اسکا کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عیدالبر نے کیا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے
کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر صلاح اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور زنا سے صدق اسکے احتمال میں ہو اور کذب گناہ گیا
دیانت اور مروت کی راہ سے او یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے
یعنی لفظ شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثال اسکی شہادت کے تو قبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو
جمہور کے نزدیک قبول ہے اور بزازیہ میں قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اسنے مدعی کیواسطے
مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ اثم فتح عدالت وجوب
قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی التنقیح
الا ان یمنع منہ من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاء وباقوالہا
ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کر دے اس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ ہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہوتی ہے زمان
اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ ہوگی اقوال ضعیفہ میں وفی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی
بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے
سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں
اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب وجاہت ہو جیسے
سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اسکی سرداری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اسکو واسطے اجرت
مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی لفظ نص
مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وہی
ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کیطرف
اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یوں کہے شاہد میں
گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد ان یسمیہا وینسبہا الی جدہ
فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ
نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اسکا مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے کہ نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا تک تو ذکر کیا اسکے نام اور اسکے

باپ کا نام اور اسکے عرف اور پیشے کا کافی نہیں مگر جبکہ وہ اُس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اُس حرفہ میں اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا لیس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد و قود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلانیۃ یفتی وہو اختلاف زمان لا نہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اُنکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اُسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اُسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اُسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اُس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اُسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو البتہ تصریح فسق کرے چنانچہ شامی مین ہے اور خفا سے سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح ہوا ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور جھگڑا نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر و صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو اُنکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو اُنسے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہان تک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے اور ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اُسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ودوا کتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم نقطا تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار در یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو لعبارۃ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اُسمین اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اُسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اُس وقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق

مفقود ہم ہو اور غلام ہے عمل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ولہذا شرنبلالی کا مختار یہ ہو کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں ہو اور محدود
فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادت ہوا اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہو زیادہ کرنا جائز الشہادة کا چنانچہ
ظہیریہ میں ہو بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول تصحیح کے لائق ہو انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہو کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو
دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہو چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درہم کی خوش معاملگی میں معروف
پنجم یہ کہ ادائے امانت میں فاہر ہو ششم یہ کہ راستگو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی ما فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی
لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہے جبکہ مدعا علیہ کی
تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں ہوئی یہ کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اُسکے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کاذب ہو انکار
دعوی میں اور مبطل ہو اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں
میں ہو جنکی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اسکا تعدیل کرنا صحیح ہو کذا فی البزازیہ والمراد من تزکیتہ بقولہم عدول لکنہم اخطاوا او نسوا اما بقولہ صدقوا
مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ یوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدوں نے خطا کی یا بھول گئے یا
نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول
صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند المجحود مختار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے ہیں سو یہ تو حق
مدعی کا اعتراف اور اقرار ہو تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار
کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہو تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اسکا انکار بسبب
تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یجلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرفہ المجہول واقرہ المصنف
ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہو تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ
اسواسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہو پھر اسنے صیرفیہ سے نقل کیا ہو کہ یہ امر کا حلف کا قاضی کو
یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا ہے بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہو اور مجہول ثانی سے شاہد
یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہو تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتا دیگا قلت ولا یخفی ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور یہ پوشیدہ قول جو
اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضاء میں قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضی کو قسم دینے کا امر کرے تو علماء پر اسکا نصیحت کرنا فرض
ہو اسطرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت
کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہو کہ شاہد پر
قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہو اسواسطے کہ شاہد مجہول ہو مزکی کے مانند غالبا اور مجہول تنہا یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں
کہ فی الواقع حال اسی طرح ہو لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی میں نہایت کد و کاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی
مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہو ع ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا کفی المرء نبلا ان تعد معائبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہو جسکے سب
خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہو کہ اسکی برائیاں گنی جاویں و لہ ان یشہد بما سمع او راٰہ فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون
من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہو کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگرچہ بیع بطریق

تعاطی سے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور اسی طرح اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا ھم یعنی اگر مشہود بہ
مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئی مسموع و مرئی دونوں ہوتی ہے جو دو اعتبار سے ہو اور بیع کا
انعقاد اگر ایجاب و قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی
دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار انسانی مسموعات
سے ہے اور اقرار بالکتابہ مرئیات سے ہے لیکن معلوم رہنا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں ہے پس گواہی دینا اس
طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا کاہے از نشان سیاہی یا قلم کے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ مثل خطوط مخاطب کو بطریق رسالت
اور پیام کے یوں لکھے کہ اما بعد فلاں علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرائی مخاطب کو میرے ذمہ اتنے درم ہیں اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے
تو انکو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدوں کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا اور اگر
انکو اسکا مضمون معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہ ہو کذا فی الطحطاوی
و حکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اس پر
گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اس وقت چھپا ہو اس طرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو ھم خلاصہ میں ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو
تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہوں اور اسکا کلام سنتے ہوں
تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آئندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی محتجب بسماع منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن
فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل و در اور محتجب شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہو اس پر گواہی نہ دے اس سے بات سنکر جبکہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ
نہ کوئی کوٹھری میں سوائے اسکے لیکن اگر شاہد اپنی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدر ھم یعنی جبکہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور
وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازے کے تو اسے اس مرد کے اقرار کی گواہی
جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف اور یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم
والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلاں بن
فلاں کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے نام اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ھم رویت
شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم
نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل
نام و نسب عورت مذکورہ کا بتادیں تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام و نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے
کذا فی الطحطاوی فرع مسائل شتی کما فی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر میں ہے محمد بن حسن
کا اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا لینے وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اسسے تو بغض اسکو ضرر کریگا ھم
وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے جو شرعا محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعا لازم اور تحمل شہادت آخرکار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی
نہ لکھنا خوب ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین نہو وان کان بین الخطین بان انکر المدعی خط اقرار المدعی علیہ
فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ دلت انہما خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیہ وان قضی

قاری الہدایۃ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار
واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار
کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اسنے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب
کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہے یعنے ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد
نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے انمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہوا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے هم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی
وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر یہ مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں
ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہ ہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا خطی لکن لیس علیہ ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا
معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی الملتقط وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن
مجھپر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور
قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے تو اسکی طرف مراجعت کر هم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا
اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علما اسکے خلاف پر ہیں اسواسطے کہ
لکھنا کاتب تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ایضا ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی
فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور
نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اسکے گواہ کرنے کے تو اگر
محکمہ قضا میں اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ هم وجہ اسکی یہ ہے کہ شہادت باعث حکم ہے
اور تعلیل اسکی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کردیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں وتخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ
کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر هم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس آکر شہادت کو
سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وقولہم لا بد من التحمیل
وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے اپنے گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول
تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر هم قولہم عطف ہے تصویر پر اور مراد ضمائر ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل
یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا
بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط
ذکرہ فی الخلاصۃ ہاں حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے
ساتھ مقید کیا ہے یعنے شہادت حکم کی بلا اشہاد اسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اسمیں زیادہ تر
احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے
ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں ہے ازانجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس میں بعد مدت حبس کے هم عادل کی

فیہا سو واسطے زکاۃ کی کہ مستور الحال کی خبر اور اسیطرح مستور ہین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر فاسق کی یہ صورت ہی کہ قاضی نے ایک شخص کو
محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے مال کا عوض ہو اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک
اُسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی و للتزکیۃ
ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہی تزکیہ مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہی بالاجماع ہم تو تزکیہ علانیہ
مین وہ شرط ہی جو شہادت مین شرط ہی سوا لفظ شہادت اور ظاہر اتر تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے
کہ اُسکو مزکی مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہی اور
کون نہین لالچی اور مفلس نہو تا مال پاکر دھوکا نہ کھا دے اور اگر شاہد کے پڑوسی ہون یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اسباب تواتر اخبار
معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہی ہم صحاح مین ہی
ترجمہ کلامہ عرب بولتے ہین جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے ومترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تفسیر کرے اور
اسم فاعل ترجمان ہی بفتح تا وضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہی اور کاہے جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم رح کے نزدیک
شرط ہی کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام
دونون مین واقع ہوا ہی چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سے یکر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ
من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہی عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط
ہی ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہی وجاز تزکیۃ عبد وصبی ووالد اور جائز ہی تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے
اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے
وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلے نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ہی وتقبل عدل واحد فی تقوم ٭ وجرح وتعدیل وارش یقدر ٭ اور
مقبول ہی عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے مین اور جرح او تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید حرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کر ڈالنے کی قیمت
مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اُسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہی کہ اتنی قیمت اُسکی نہ تھی
تو اُسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہی لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنے ہی کہ اسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہی چنانچہ عنایہ مین ہی اور ستر کے
زخمون کی دیت ٹھہرانے مین مثلاً ایک عادل کافی ہی۔ وترجمۃ والسلم ہل ہو جید ٭ وافلاسہ الارسال والعیب یظہر ٭ اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام ترجمہ مین
اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہی یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہی ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہی یعنے جب
مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہی اور جبکہ بائع اور مشتری مین
اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہی کذا فی الطحطاوی وصوم علی ما مر او عند علۃ ٭ وموت اذا الشاہدین یخبر ٭ اور صوم مین
چنانچہ مذکور ہوچکا یا علت ہونے کے وقت اور موت مین جبکہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہوچکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر
کافی ہی اگر چہ آسمان پر علت نہو مانند ابر او غبار کے یہ روایت حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ درصورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہی اور اگر عادل موت
انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ الذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ
فان لم یعرفہ المسلمون سالوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہی امانت داری سے اُسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہشیار ہی

شوہر مر گیا تو اسکو نکاح کر لینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی مجتبیٰ مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اسکے اہلون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز نہین اسکی موت کی خبر دے جبتک شخص معتمد اسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اسکی موت کا معائنہ کیا اسلئے کہ مصائب کا سامان موت پر مقدم ہو جاتا ہی خطائی راہ یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی **والنکاح** نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دونون صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بالشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہی تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اسنے عقد نکاح کا معائنہ نہین کیا اور دُرر مین ہی کہ اگر ایک شخص مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی **والدخول** بزوجتہ یعنی یہ بھی بالسماع ہو اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب **وولایۃ القاضی** اور ولایت قاضی ہم یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہی کہ امیر قاضی کے مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے **واصل الوقف** اور اصل وقف ہم یعنی گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ ان کے نزدیک شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہو تو فقیرون کی طرف منصرف ہوگا **قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ** اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بالسماع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبیٰ مین ہی قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بالشہرت مقبول ہی انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین **واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ الا فمن شرائطہ** اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذالک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا **فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح** تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہی جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہی اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سے سوا موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغریٰ مین مذکور ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہی دفع حرج کے واسطے اور تا کہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوا خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معائنہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوا دائی جنائی کے اور قضا تقلید سلطان ہی سو اسکو کوئی معائنہ نہین کرتا سوا وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علیٰ مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

علی الاصح خلاصۃ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے ایسے شخص نے جسکا ہمکو اعتبار ہے تو بقول صحیح گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر ملخصًا و هم صحیحی کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ

معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہمنے اسکو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو صحیح امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب الا من یصح قبولہا اولا یصح بصحۃ شہادۃ الفاسق مثلاً کما حققہ المصنف تبعاً للیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے وتقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہوگی گواہی اہل ہوا کی یعنی اہل بدعات کی جو سبب کفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے ہم ہوی عبارت ہے خواہش نفس مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف اہل سنت کے ہے تاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغرب میں ہے کہ اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کج روی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی آپکو مسلمان کہتے ہوں انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوگی کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اسکو نہیں ڈالا مگر اسکی تدین اپنی اپنے نزدیک حق جان کر اسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اسکی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قہستانی میں عوض اسکے مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جنکی تکفیر ثابت ہے جیسا کہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور خلق قرآن کے قائل ہیں انکی شہادت بالکل مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بعد ف الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل للتہمۃ الکذب فلم یبق لنا مبتدع فذکرہم اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہے روافض سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھالے کہ میں حق پر ہوں تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور آجکل خطابیہ کا ذکر باقی نہیں رہا کذا فی البحر یعنی اس مذہب الا کوئی باقی نہیں رہا خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب کوفہ میں خروج کیا

اور عیسی ابن موسی بن علی ابن عبداللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کیطرف دعوت کی اور یہ دعوی کیا کہ علی نعوذ باللہ خدائے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدائے اصغر
کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رد شہادت فقط بدعت کے سبب سے نہیں کیونکہ بعض علماء تکفیر کی نہیں ہے بلکہ اپنے رئیس کے ماننا اعتقاد رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی
و من الذمی لو عدلا فی دینہ جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں
کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے منجملہ مسائل کے مسئلہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی
اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں الا نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجاویگی ۲ جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلمان کا
مدیون ہو اور ترکہ اوسکے دین کو کفایت نہ کرتا ہو ۳ جبکہ ذمی کی خبر پہلے سے گواہی دیں اور مسلمان منکر ہو ۴ جبکہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اسنے عورت مسلمان سے زنا کیا
مگر وہ صورت مستثنیٰ کرہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلاں مسلمان قاضی نے اسکا حکم دیا ہے
وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کحد و قود اور باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اسکے مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر
عقوبت کی گواہی ہو چنانچہ قصاص کذا فی البحر اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جاتا تو گواہی باطل ہوجاویگی کیونکہ اگر اسکی گواہی پر حکم دیسکتے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی
گواہی سے اور یہ جائز نہیں ہے الا ان اختلف ملتہ کالیہود والنصاری اور ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری اس واسطے
کہ کل کفر ملت واحدہ و الذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے
مستامن سے اسواسطے کہ دار الاسلام میں رہتا ہے و لا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے دوسرے مرتد پر اصح قول میں و تقبل منہ علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف داریہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر یا ایک ملک میں رہنے کے
ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلاً ایک مستامن روم کا
اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار
اختلاف سلطنت و حکومت کذا فی البحر و تقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول علیہ کما مر اور مقبول ہے گواہی
دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب میں ہم
یعنی عداوت دینی جو ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اسطرح ہے کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے
منع کرنے سے وہ باز نہ رہے و لذا تقبل شہادۃ المسلم علی الکافر اور اسیلئے مسلم کی گواہی کافر پر مقبول ہوتی ہے کیونکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الحموی و اما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت
الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی ہی عن متن معین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت
مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاوی میں ہے معین الحکام کی طرف منسوب و من ارتکب
صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا و غلب صوابہ علی صغائرہ درر و غیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ
جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اسکا غالب ہو اسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت کے ہیں تو اگر گناہ صغیرہ پر
اصرار کرے یا اسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا منقول وہ ہے جو ابو یوسف
سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت
اسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق ہو اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کریں اور ننانوے سے صغیرہ
تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ و الکرم داقرہ ابن کمال اد

خلاصہ میں ہے کہ جو شخص کہ مروت اور کرم کو چھوڑ دے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت کیا ہے اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ قول
منضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت وکرم کبیرہ نہیں ہوسکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال ومتی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ
ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہوگئی ہم حموی نے کہا کہ زوال عدالت کا اسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں
پہونچے واما شرب محرم ... ایران شہر ... اور قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی
شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا لا وبہ ناخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں
اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہوجانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اسکی
امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں کذا فی
المنح والا سعد بالشعور من ... ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع
اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ہم اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کہ جسکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا
اسکی گواہی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی
دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور
خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہیں ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کی مانند ہے تو اسکی
گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا وعتیق
لمعتقہ وعکسہ الا لتہمۃ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل بجر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی
آزاد کرنے والے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں ہوتی جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے
اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی قبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم منفعت
کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہوجاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے
مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ
الا اذا اشتدت الخصومۃ وخاصم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی
رشتے کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہے ہم محرم رضاعی جیسے
رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور دادا دادہ سوتیلی ماں اور بہو شخص کو ان کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جداجدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے
ساتھ خصومت کرتا ہو جسے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اسکے مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہوگیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ
میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ہم یہ قول قنیہ کے ظاہراً مخالف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے
واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر
موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہے یا اس وکیل حر کافر
جسکا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول میں قیام شہادت ضمناً نہ قصداً

ضمنًا جائز ہے نہ قصدًا اھ بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جسکا مولیٰ کافر ہے کذا فی الطحطاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان
لم یکن علیہ دین لمسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا فی البحر وفی الاشباہ
لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر و احضر مسلما علیہ حق للمیت وفی نسب
شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ذکرہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کیساتھ
ہو کر چنانچہ مذکور ہوچکا کہ مسلم کی گواہی جبکہ کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں
نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس امر کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت
مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اسنے مسلم پر میت کا دعویٰ کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور
ہے ہم وجہ استحسان یوں ذکر ہے کہ مسلمین بیماری وغیرہ میں کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت
نسب کا سبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاریٰ کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور
نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہوجاویں جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسا دایہ کی گواہی بضرورت
مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہرا قبول شہادت اس صورت میں ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ
یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی یہی محل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر و نسب کا منکر ہو
کذا فی الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ہم عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ
خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کیونکہ بعض صحابہ کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا
علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ
والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو انکی
گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنے زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنیوالے کی
یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام
اہل حرفہ کے چودھری اور مہتروں کی اور اسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور قبالہ نویسوں
کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکیدار ہوں کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں
یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر ھم صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال
رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد پیشہ وروں کے چودھری اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں
اور وکلا مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہوجاتے ہیں تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے
مقبول نہیں اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی جعلسازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور فیکم
بعضہم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب شفاعت وقبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور قبضہ
ورکہ ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکورہ واقع نہوں اور کتابت مانند انکے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور
ضمان بضم ضاد معجمہ وتشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے

لیتا ہے یا اُسکے وظیفہ پر گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے اُن لوگون کا سبا نفس الامان
سے جو ضمان جبایات اور اجارات مستاجرہ پر گواہی دیتے ہین یا لکھتے تھے خواہ مجلسون مین یا نہین اور بعضے کتب مین بجاے نخاس جمع نخاس یعنی بائع دواب لکھا
کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہم لاتقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہے امیر کبیر نے دعویٰ کیا
سو اسکے عمال اور نواب نے اور عمال کی رعایا نے اُسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہے ھم
عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لا یلیق بہ وہی حرفۃ
ابائہ واجدادہ ولا مروۃ لہ ومن لا مروۃ لہ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حدہا اہ فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد
ہین یعنے وہ پیشہ جو اُسکے لائق ہے یعنے جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہے اور اگر اُسکا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اُس پیشہ ور کی
مروت اور جوانمردی نہین اگر اُسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اُسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا دخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہو چکا
کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت سے سقوط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے
یون کہا کہ انسان ایسا فعل نہ کرے جس سے اُسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش زیبا سے جیسے حفظ لسان اور بچنے
مسخرگی کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعمم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز
بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقاً یعنے اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کہنا
عام ہے اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادا شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک
تسامع کی شہادت جائز ہے ھم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادا شہادت مین اشارہ سے تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین
اور اندھا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ خصم تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس
مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولی ھم گونگے کی گواہی مطلقاً مقبول نہین خواہ اُسمین شہادت ہو جسمین
تسامع کافی ہے یا اُسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اور وجہ افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلاً بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اُسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال
صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ھم محیط مین ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری
ساعت مین ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کیونکہ یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہے کذا فی الطحطاوی الا ان
یتحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر رق اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد
آزادی اور بلوغ کے ادا ے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد
ابصار واسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام
کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادا ے شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ھم عطف اُسکا مقتضی
ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی
مسائل ثلثہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برد لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق
مین ہے جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاے پھر شاہد اُسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی

مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول
ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اسی حادثہ میں
قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اخرس اور
مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور ادا شہادت حال بصارت میں ہوا
اور تحمل و ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعد الابصار و الاسلام کذا فی الطحطاوی و ادخال الکمال
احد الزوجین مع الاربعۃ سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے ہم چنانچہ منح الغفار سے
عنقریب گذرا و محدود فی قذف تام الحد وقیل بالاکثر وان تاب بشاہد سبیل فتح لان الرد من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہیں ہے جسپر پوری حد
قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت
منجملہ کمال حد قذف کے ہے بنص قرآنی ہم قاذفوں کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم
ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم) یعنی جو حرامکاری کا عیب
لگاویں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی
بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی و ظاہر العطف و لا تقبلوا الخ علی فاجلدوا یہ دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت کا حکم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو
واولئک ہم الفسقون) اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون
کی طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہوچکا ہے کہ استثنا جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد
توبہ کے مقبول ہے و تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد الاسلام علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر
حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایت
بخلاف اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو جو کچھ
رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام
میں رقیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل الجلد یعنی محدود فی القذف
گواہ قائم کرے اپنی راستگوئی پر اس طرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنح اسکے زنا کے اقرار پر لاوے
چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اسکی
تہمت اسپر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی دفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بالقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ
فاسق جب کہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب کی
اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف سائر انواع فسق و شاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا ملتقط الکرخی

ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی المنتقی لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید ہو اسطے لگا لی کہ
غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور تبیین وغیرہ میں ہو کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ
مقبول ہو اور اسی پر اعتماد ہو کذا فی البحر و تجوز فی حادثۃ تقع فی الحمام کذا اقبل شہادۃ الصبیان فیما تقع فی الملاعب والشہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات
وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق به ذلک وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر منسوبا الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری وشرنبلالیۃ لکن
فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث
الصبیان اور مقبول نہیں گواہی محبوس کی اس حادثہ میں جو واقع ہو محبس اور جیلخانہ میں اور اسیطرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں ان حوادث
میں جو ان کے لہو و لعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہوا گرچہ اس بابت میں حاجت ہو بسبب
منع کرنے شرع کے اس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب منع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نسا کے تو عدم قبول شہادت میں
تقصیر انہیں کی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہو کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل
میں مقبول ہو بحکم ثبوت دیت تا خون ضائع اور باطل نہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت غور و فکر کرے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول
شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہو کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہیں
کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہوگیا اور یہ محل بحث ہو اسواسطے کہ گاہے انسان بقصور بھی قید ہو جاتا ہو اور منع شرعی حق محبوس میں
انسا میں البتہ ظاہر ہو نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الزوجۃ لزوجہا و ہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ
کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہو گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی
عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہو اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور
نہ غلام کی اپنے مولی کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی ہو عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ
ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی
الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ
زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص انکار کرتا
ہو کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم
منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل او الادا اور احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ
میں ہو کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہو تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہو کذا فی الخانیۃ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادا کے شہادت کے وقت ہم شارح کو
مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تا کہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہو کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے
اسکی گواہی رد نہ کی یہاں تک کہ اسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہو انتہی حیث وجدت عند التحمل فقط ثم طلق فلو کان زوج گواہ
ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضا سے عدت اسنے گواہی ادا کی تو جائز ہو اور عدم منع زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل العبد یعنی دادا پردادا نانا پرنانا ہو لعلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ کی ہی جو مذکور ہو چکی اور ہو اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو یہ گواہی اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی و لہذا آنکو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن حسین کی گواہی جو انھوں نے قنبر کے ساتھ علی مرتضی کے حق میں دی تھی شریح نے نہ قبول کی تو علی مرتضی نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے بعضی روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضی نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور بعضوں نے انکا انکار کر دیا تو بعضوں نے کہا کہ علی مرتضی نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب بحر نے اسکی گواہی کی صورت مخصوصہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہو تو زوج کے باپ اور اسکے دادا نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور شرح افقار میں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقاً منقول ہے بلا تشبیہ اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل فرع العکس ہے یعنی شہادت اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق غیرہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکی باپ کے نکاح میں ہو ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اسواسطے مقبول نہ ہوگی کہ اسمیں منفعت ہے ماں کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر دو شخصوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اسطرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور ہم اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے انتہیٰ یہ کبریٰ میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہ ہوئی بلکہ دوسرے کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و بالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دے ولسیدہ لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک وجہ فی الاشباہ للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ میں ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے ہم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو ملاکت پر اقامت بینہ لازم ہے اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں ظاہر الروایۃ میں ہے کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل ان لم یکن خراج کل ارض معینا او خراج لا شاہد و فتاوی نسفی میں مذکور ہے کہ

اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر ایک کا خراج معین نہو یا شاہد کو خراج میں نفع نہو ورنہ تہمت ہو اور اگر خراج ہر ایک کا
معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمیں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ
انہا من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل والا قبل الا اخذ منہا فلا تقبل وکذا فی وقف
المدرسۃ انتہی ملخصا اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گانؤن میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی
دین منجملہ مصالح و منافع کے مثلاً اگر فلاں زمین کوچہ میں کہ جا سکتے ہیں سے ہے کذا فی الدر اگر یہ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو
اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ پھوڑنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لونگا
تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی بافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے
لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق مشہود بہ میں ہے تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول
شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او لزعم والتابع والتلمیذ الخاص الذی
یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور
مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے
خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا
کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے یعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے
ہم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے
ساتھ کھانے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور کیا ہم اس
حدیث کا جو ابوداؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ
وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور
شہادت قانع کے واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق
بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے
اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس و کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط و حداد و بنجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر
کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ انکار سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع
مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادۃ بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے
منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاد لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص و شاگرد کیواسطے
قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم فتح القدیر میں مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی وہو المخنث کی گواہی عادل نہیں مخنث بفتح نون
وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور ایک روایت کسرہ سے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں انکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت
محل تو اہوا اور قولی مشابہت یہ کہ عورتوں کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک خلقتا قولی یا فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابوداؤد میں
ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں مخنثوں کو

گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی
سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی عن فتح القدیر میں حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی تھی
ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی
گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں سچا ہے تو غلام کی
گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک شہادت کسیسبب سے نہیں کیونکہ جو کہنا
کہ میں تیرا غلام ہوں باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہوں اور مطیع اور مجاز کلام میں شائع ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اسسبب
ہے کہ اس مجاز مخصوص میں آپکو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہی مختصراً و مجلس فیہ کثیراً او اعتیاد شتم اولادہ او غیرہ
لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیاں دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیاں
دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے ہم کثرت حلف اگرچہ ستی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور منجر ہوتا ہے کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے
اور گالی دینا یا اسکے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے ہے تو طوع چشمی اور سوء ادب اور کمینوں کی عادت ہے نہیں مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ بھی
فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بلفظ لعنت ہے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علے
روایۃ فوریۃ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنے تاخیر اداے زکوۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک
جماعۃ او جمعۃ واکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت او ترک
جمعہ اور اکل تینوں کی قید ہے یعنے اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت
نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک ایکبار
ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بعذر جو نیت مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالت نہیں کذا فی الطحطاوی
وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر او سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہیریہ میں فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت
کے واسطے نکلیں نہ بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہیں کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اسواسطے کہ جب
تجارت ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالا تا مالدار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی
گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہراً رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان
تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور بہتیرے سلطان ہند
میں سوار ہوا کیے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جوانکی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص
وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت
ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کو گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی
الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علے حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں
شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ
ہم ایک نسخہ میں یستقیض ہے بجاے یستقرض کے اور اسیطرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں یقرض ہے بیا تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کیا ہے اور سوا شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب
صغیرہ گناہ ہے ہم شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ سقوط شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو لائق اعتماد کے نہیں کہ صریحاً النقول مذہب کے مخالف ہے
کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اسکا فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہے
عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلا کریں تو ایسے شخص میں مروت نہیں ہے اور ایسا شخص کذب سے پرہیز
نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور
عینی میں ہے اور بنا بریں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق
مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان اشتہار کے واسطے
شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی و انما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبہۃ الاختلاف صدر الشریعۃ ابن کمال اور مصنف نے
ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ
ابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول یا فعل کے جو بمقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ ہے جو دوا کے واسطے نہو تو گویا
پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے و من یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اسکی گواہی مقبول نہیں
جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی ہم لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر
دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع میں تو اسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں
کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجلس میں کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ مخنث ہے و الطیور الا اذا امسکہا للاستیناس
فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی و عنایہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے
رکھے تو مباح ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب انکی حرام خوری کے کذا فی العینی و العنایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے
اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ صورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کبوتر اوڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات
نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر و الطنبور و کل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر و المزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء و ضرب القصب فلا الا اذا فحش
بان یرقصوا بہ خانیہ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور
مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جبکہ
اسمیں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اسپر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر میں کذا فی
البحر ہم محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے
یعنے طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین و امرنی بمحق المعازف
والمزامیر یعنے حق تعالی نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے جو
نکاح کے مانند ہے سرور حادث اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

مشکوۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہو معازف آلات سرود اور قاموس میں ہو کہ معازف باجے ہیں مثل عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع فرمایا کہ غنا اور جیسے قصبہ
بیٹھے ڈو اور بانسری میں گاویں اسکو زمارہ اور زمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہو فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہو اور فقہا آواز
مکروہ ہو اور اجنبی عورت سے سخت حرام کذا فی ترجمہ المشکوۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول
نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے اسوجہ سے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہو وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ
فتامل اور سعدی افندی کا کلام مغنی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہو یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو تو تامل کر
اسکو ہم طحطاوی نے کہا ذکر قید غیرظاہر ہو بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہی بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ
قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا
کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہو عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہو وہم محل ثابت
سرود وہ ہو کہ باجا نہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہو حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے کے ساتھ ہو چنانچہ عود اور جیسا یہ
اور عنایہ میں ہو کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہو تمام ادیان میں ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم
من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایہ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے
جائز کہا ہو سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اسمیں جائز ہو اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہو مطلقا نکاح اور غیرنکاح میں اور بعضوں نے
اسکو مکروہ کہا ہو مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیرنکاح انتہی کلام العینی اور بحرالرائق میں ہو اور مذہب یہ ہو کہ سرود مطلقا حرام ہو تو اختلاف علما کا
منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہو کہ سرود کبیرہ گناہ ہو اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور بحرالرائق میں ہو
کہ شامیں نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہو اور ہدایہ اور عنایہ میں ہو کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہو جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی
وصیت کرے جو معصیت ہو ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہوگئی نص
مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہو کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی موید نہیں کیونکہ
ہدایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہو اور زیادات کی عبارت تقیید بشہرت کی مفید ہو اور شہرت اسوقت ہوگی جب لوگوں کے سامنے گاوے وجہ افادہ قید
شہرت یہ ہو کہ وصیت منصرف ہوتی ہو متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت
تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہو اور صحیح قول وہ ہو جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہو کہ مقبول نہیں گواہی اسکی جو لوگوں کے واسطے گاوے
اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرے شخص سنیں تو اسکا مضائقہ نہیں اور
عدالت اسکی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہو کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہو بلا خلاف اگر
تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل یعنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہو اسکی مقتضی ہو کہ تغنی مطلقا حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہو کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر
نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ بقصد نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر
لوگوں کو سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہو کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہو بعضوں نے کہا
کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہو جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہو اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہو اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہو اور حدیث براء بن مالک کا

ورثہ صغیر لم یجز اتفاقا وصح فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے
گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح فقط مجرد وعن اثبات
حق اللہ تعالیٰ او للعبد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد پر یعنی اسی فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے اعلم جرح بالفتح
اصطلاح شرع میں عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا نقل قہستانی سے کہ اما جرح مجرد وہ ہو جس سے فسق
مشہود علیہ سے مترتب نہو فتح القدیر میں ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے تو ضرور ہو کہ مشہود بہ تحت
حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکو دفع فی الحال
قادر ہو توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت اشاعت
فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اسطرح پر کہ بلا قاضی کی مجلس میں گواہی دیکر بلکہ اگر تخلیہ
قاضی کو خبر کردے تو یہی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنت قبلت والا لا تقبل ہاں اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہیں تو
مقبول نہیں بعد التعدیل ولو قبلہا قبلت ای الشہادۃ قبیل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ
ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکروجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہیں
بعد ثبوت عدالت مشہود علیہ کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو
جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہو مصنف نے صدر الشریعہ کے قرار داد کی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہو ملا خسرو نے درر غرر میں اور داخل کیا ہو
اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہو اور ابن کمال
نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہو باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہو ملا خسرو نے وجہ یوں بیان کی ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد
کیوں مقبول ہو قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں مگر نصاب شہادت درصورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہو شہادت کا
قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہو ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہانتک
کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہو جبتک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل ہو رفع سے اور یہی سبب ہو جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل
تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو انتہی اور ابن کمال نے یوں وجہ بیان کی ہو
کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے
یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام میں بغیر لفظی خلاف ہو نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ شہادت فسق مجرد کی
مقبول نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہیں باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول
چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہو کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہو کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہو
قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دونگا کہ ہاں مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو انکی عدالت میں اس
سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر
شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہیں کہ
فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت فی نفسہ
شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہ ہوا
اسی سبب سے اس باب میں اسکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل
تعدیل ہو یا نہیں اسی واسطے کہا کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مدعا علیہ کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہ ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی
الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال فیہ ان القاضی لم یلتفت الی ہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلانا فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور اسی طرح قہستانی سے اسکا
میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمیں یعنی نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے
اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف لیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ فسق مجرد پر شاہد عدل ہیں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر عدل
میں قبول ہے اقول لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وعلیہ البرجندی علی قولہما
لا قولہ تنبیہ اور برجندی نے قبول شہادت کو بصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا خبردار جو ہم طحطاوی سے کہا کہ تجکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ
حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہے مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ
مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی یہی مثالیں ہیں زنا اور اکل ربوا
اور شرب خمر مذکور ہو تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں صیغہ ادعا مجہول ہے اور جرح مرکب میں بخیر صیغہ ادعا مجہول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا صیغہ معنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہ ہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی
اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل
بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر تھے اس شہادت
میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے
بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل التعدیل تکرار محض ہے وتقبل
لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہم بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے
جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی
اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی
اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار
ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کر لے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانہ اکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود
باسطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس
الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جس میں حق کا تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی
القذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں

یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حال آنکہ مقذوف اسکا مدعی ہو او انہم زنوا او سرقوا منی کذا وبینہ او شربوا
الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال
مسروق کی اسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حال آنکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ
تقادم زنا سرقہ یعنی بہ جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر او
العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حال آنکہ جسمین دعوی ہی وہ مال ہی مراد یہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہی مدعی کا تو جواس
دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی بہ مین ورنہ اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا ملک ہی
کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا ای الشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال ولو لم یقل ہذا لم تقبل لعدم الاستیجار بغیرہ ولا ولایۃ علیہ
یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس
اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حال آنکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ خصم نہ ٹھہرا مع لغی جب
یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی او فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا ودفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فالصلح بالمعنی الشرعی لو قال لم ادفعہ لم تقبل علی ان لا یشہدوا علی زورا وقد شہدوا زورا وانا اطلب
ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر
کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے
ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد فمست الحاجۃ
لاحیاءہا اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی
شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما
شہد بہ ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ یعنی گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز نہین ہوئی اور مدعی نے
اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حال آنکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی قبول ہی سب چیز
مین جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والبحر خطأ بعض شہادتہ
خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی
دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ عیب مجلس قضا سے کاہے ایسا
ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ مین نے
خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بالباقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال و
سعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ باقی کا حکم ہوگا
اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور کمال او سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ
استدراک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی ما بین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد
نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور

بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلط کہا دہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا سوا اسکے
جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہی مختصراً وان قال الشاہد
بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنابر
ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلانا ہو طمع دینا دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم
قبول اس صورت مین ہے جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو
اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کا نام نلیا تو
مقبول ہے اسواسطے کہ قضا ضرور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایہ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع
ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ہم مثلاً حد غربی کے مکان کو حد شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ کہا محمد بن علی بن عمران
کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدون نے ایک
حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا اخیر مجلس مین تو درست ہے کہ توفیق ممکن ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہوگیا
بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح الاول اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولے بالقبول ہے اس گواہی سے کہ بعد صحت
مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے
چنگا ہو کر دو دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیداً جرحہ وقتلہ واقام زید
بینۃ علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے
اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی
اولی اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبینۃ
الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امراً زائداً ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ
الصحۃ درر خلافاً لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے
جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے
کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ مین ہے یعنے اسمین بینۂ صحت کی تقدیم بینۂ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین جو مسئلہ
مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ
کی قیمت اسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ سفینہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول
معتبر ہے کذا فی السفینۃ ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے
درصورتیکہ گواہی نہو اور فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ کونہ
مثلاً کونہ مخلوط العقل او مجنوناً اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی
مثلاً اس گواہی سے کہ صورت مذکور مین متصرف مخلوط العقل یا مجنون تھا ہم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ
عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مخلوط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوجہ نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خریدنے کے وقت اور مشتری نے گواہی قائم کی
کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو
معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی
ولو قال الوارث کان یہذی لم یصدق حتی یشہدوا انہ کان صحیح العقل کذا فی البزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی
یہان تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یورخا
فبینۃ الطوع اولی فالتقدم وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے
تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط
وغیرہ واسی قول پر مصنف نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ
شیخ وہبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ثم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے
اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں
مدعی فساد کا قول معتبر ہے ثم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا
دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولے
اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا اور دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا
فی ید الخصم ثم شہد آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے
کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اسکی گواہی دی ثم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے
کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور
اسکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ثم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ یا دو شاہدوں نے نام
اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمے باسم ونسب مذکور ہے
کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ علیحدہ
ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ کہے
اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ثم یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں
کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوے متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب
نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا
میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت
یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن

سو جو وہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا
بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی الشہادة اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق
النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر ایک غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں
مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے اپنے باپ کا دعویٰ کیا تو
بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل
اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ فاتت فرائد جمعتہا خمسة وعشرین مسئلة ازید ہیں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں
از انجملہ یہ نقل کرتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ قطع ہو کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب اقطعہ کے دو شاہد کافر اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور از انجملہ یہ ہے
کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور از انجملہ
یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو دونوں پر قبول نہیں اور کافر پر دونوں کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشهادة

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوے کے خلاف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو اس باب کی اصول مقررہ اس باب کے
مسائل کی بنا اور احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم بنا مصدر میمی ہے بمعنی مکان اسواسطے کہ ان قواعد پر باب ہے منہا ان الشہادة علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی
بخلاف حقوق اللہ تعالیٰ منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعوے پر موقوف نہیں
ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادة باکثر من المدعی باطلة
الا فی للاتفاق فیہ اور از انجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہو کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے
اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا کاذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان
الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور از انجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب بیان نہ ہو مثل خرید یا ہبہ کے زیادہ
وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک ساتھ سبب کے سبب کے وقت پر مقتصر ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سبب سے
کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اسبب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق کے طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ
قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقة الشاہدین لفظا ومعنی وموافقة الشہادة الدعوی معنی فقط فلیحفظ اور از انجملہ موافقت شاہدین ہے یعنے ایک
شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوے سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے
واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوے کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شاہدین کہ اسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں
تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوے کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا
فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم
فکان الدعوی موجودة مقدم ہونا دعوے کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ وکالت ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ انمیں تقدم دعوے شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو
ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاید سوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل ہذا احد الاصول المقررۃ جبکہ شہادت دعوے کے مطابق ہوگی تو مقبول ہوا اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد مقررہ سے اور شارح نے تقدم دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اولی اسکو قاعدہ اعتبار کرنا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا مطلقا فشہدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی بخلاف عکسہ کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا اور شاہدوں نے ملک بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب اسکے کہ شہادت کمتر ہے مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہوچکا قواعد مقررہ میں ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں ذکر کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی عکسہ بان ادعی بسبب فشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور برعکس اسکے اس طرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب اسکے کہ شہادت اکثر ہے دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہیں قلت وہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما استفید مما یاتی میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک سببی کے دعوے میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا میں ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یوں دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوے کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک شخص سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اسمیں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق میں تئیس صورتوں کو استثنا کیا ہے یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تئیس صورتیں مستثنی کی ہیں طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقتہا قبلت والا لا) ذکر کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صورتہائے مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں ذکر کریگا اور بائیسویں صورت شراء من المجہول ہے جو مذکور ہوچکی انتہی مختصرا وکذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہے امام اعظم رح کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اسکا لفظ مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ ثلثۃ عشر آخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا وہ الامسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں شارح ذکر کرچکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین رح نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریۃ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنے غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر فلو شہد احدہما بالنکاح

والآخر بالتزویج قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہوا اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ۱۲م
مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ والعطیۃ
ونحوہما اور اسیطرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ۱۲م مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابرا دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابرا کی گواہی دی
اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلث ردت لاختلافہما معنی
اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے
نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ۱۲م صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد کہ ہزار
اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار یا ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو متفق علیہ ثابت ہو منفرد بہ رد اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں
شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کہ دو ہزار نہیں ہوسکتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار بہ
لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہے ۱۲م اسواسطے کہ شاہدین کا
اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہے ۱۲م اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق ہے ولیا شہد ہے جو شہادتین
شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہ لا تسمع لجمعہ بین قول وفعل قنیہ اور اسیطرح
گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے
اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیہ ۱۲م جمع قول اور فعل سے مراد یہی ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے
لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ کشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ فتقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت واقرضت
وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہوجاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض
یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے
بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے
بعت واقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ۱۲م اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار
کے ہے ورنہ اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں کبھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد
اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عمدا بالسیف والآخر بسکین لم تقبل لعدم تکرار الفعل بتکرر الآلۃ محیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس
گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے
فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ہم فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور
دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیۃ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے ۱۲م وتقبل
علی الالف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول
ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا
نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ۱۲م یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا

اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو میں
منفرد ہوا اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہیں اسواسطے کہ مدعی کاذب ہے اس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہاں اگر
مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے مدیون سو درہم لیچکا یا میں نے اسکو معاف کر دیے تو دعوے اقل میں گواہی
مقبول ہو و ہذا فی الدین اور یہ یعنے شہزادہ موافقت میں الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعوے میں ہے تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع
ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی و فی العین تقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ و آخر ان
ہذا القبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقا اور دعوے عین میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے
کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدوں کا
اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط و فی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ
اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع
یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علی الف و آخر بالف و خمس مائۃ ردت لان المقصود
اثبات العقد و ہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے
گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درہم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہاں مقصود اثبات
ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوا ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر و مثلہ العتق بمال و الصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأۃ لف و نشر مرتب
اذ المقصود ہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی
صلح میں اور راہن رہن میں اور عورت خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف و نشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب
اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی و ان ادعی
الآخر کالمولی مثلاً فکدعوی الدین اذ المقصود ہو المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہے
چنانچہ مذکور ہوچکا ہم توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجکو پندرہ سو درہم پر آزاد کیا اور غلام دعوے کرتا ہے کہ ہزار درہم پر
یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر والاجارۃ کالبیع
لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنی اگر مستاجر یا موجر نے
دعوے کیا کہ اس گھر کی اجرت ایکسال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند
بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوے عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر
مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم مبیع موجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوے اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا ڈیڑھ سو کی اور موجر مدعی ہوا کثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بجز اجرت کے سوا اسکے اجرت کا اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا فلا فرق

اور صحیح ہو نکاح اقل سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک نکاح باطل ہے اسواسطے کہ مال ہمیشہ نکاح میں تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اصل میں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پس جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل کا حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار ہی بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجر بشہادۃ ارث بان یقولا مات

وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور چھوڑ گیا اسنے مدعی کے واسطے میراث یعنی جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک تجدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں واسطے اسکے ہوئی میں وارث پر استبرا واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہ ٹھہر اور بروایت ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے واسطے رد بعیب کے سکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہد بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر

لان الاید عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں مورث کے ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبضہ و تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ و تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہو چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یعنی شہادت ملک یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے کیونکہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب وارث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضرورۃ ثابت ہوگی مثلا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب و قبضہ امانت و قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ مالکانہ ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مر جاوے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہو جاتی ہے اسپر ضمان واجب کر کے شرعا کذا فی الفتح ملا خسرو نے درر میں کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب یا امانت اسکے پاس ہوتی تو البتہ وقت نازک میں بیان کر دیتا پھر جب اسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف میں تھا سو اسکا ملک تھا انتہی ملخصا

ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک بحر اور شہادت میراث میں جر کے مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری یا مادری اور مانند اسکے کذا فی البحر ایضا ہم اور مولی کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث نہیں سوا اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث او لا نعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوا مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوا اسکے والرابع

وہو ان یدرک الشاہد المیت والاشتراط لعدم معاینۃ السبب ذکرہا البزازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط

اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شہدا بید حی سوا رقالا سنۃ شہرا ولا ردت شہادتہما لجہل النوع بدائی اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون کہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے
گواہی بامر مجہول بسبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ھم یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ مین ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہ ہوئے کہ گواہی دی کہ
سابق مین مدعی کے قبضہ مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب
کے حکم نہ دیگا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی
دفع للمدعی لمعاینۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لاتبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار
کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقربہ مبطل اقرار نہین ھم پہلے صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک مستفیضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت
انتقال اور مقر یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت
مبطل اقرار مدعا علیہ والے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے
انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی تبصر
والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک مستفیضی کی گواہی مقبول ہے
نہ قبض مستفیضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیۃ ھم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض
میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرار لہ بالید المفتی نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ
اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین
یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل لحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالالف الا اذا شہد
معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اس شاہد کے
ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ھم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ
تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی
دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ھم تبیین اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی ندے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے ان مین سے پانسو ادا
کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نکرے تاکہ شاہد مدد گار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریۃ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر
صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے
صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری اکثر رات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑسکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم
یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا تکذیب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل بہانیۃ مدعی نے ایصال دین کا
دعوی کیا بطریق ادا متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان
علیہ کذا تقبل الا اذا سألہا الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا خلافا لقولان وہو مایہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے
دین مین اس طرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین

یہ گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اُس پر موجود ہے کذا فی البحر قلت وبہذا ظہر
ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لا یخفی میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام
میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اُس پر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہے میں کہتا
بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تا مال میں توفیر رہے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت میں بقدر
کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا ماتن نے ادعی
زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں فی الاصح جیسا کہ اگر شاہدین ملک ماضی کی بھی گواہی دیں تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین
جو دعائے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ہے شہادت علی الشہادۃ کو قیاساً مستثنیٰ نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے اور نیابت جاری نہیں ہوتی بدنی عبادت میں لیکن فقہا نے بدلیل
استحسان اسکو جائز کہا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی
جائز نہ ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادۃ علی ہذا القیاس
کذا فی الدر ملخصاً ہی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہما بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات شروع
میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہو جانے دونوں کے شبہہ
وجاز الاشہاد مطلقاً اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعذر و بلا عذر کم خزانۃ المفتیین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر
نہ ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت او مرض لیکن فرع کی
گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مر جانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ
عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمیں کلام ہے سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور
نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے حاصل قہستانی نے
کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا میں ہے کہ اصل جب مر جاوے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے
عبارت خانیہ کی دیکھی اسمیں نقل نہایہ خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا فانہ نقلہا عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی
تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبۃ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد
وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے
اس طرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگوں میں رات کا پہنچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علماء نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین روز کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے
تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر میں رات تک آ سکے تو اشہاد جائز ہے
اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ او کون المرأۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل
متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں میں مخالطت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا لا یجوز الاشہاد بسلطان وامیر

قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہے یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر
محمد کے نزدیک کذا فی الطحاوی ولو محبوسا ان من حبسہ حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت
نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اس میں ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہیں
بعضوں نے کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا
اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا لاطلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما افادہ المصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادا
شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی سبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادا شہادت کے
چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا ویشترط لشہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب
شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر ہم حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی
مقبول نہیں کذا فی الطحاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذاک
خلافا للشافعی نہ مغایرت ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی ہم یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں
بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو ہی شاہد دونوں کے
ہوں اور امام شافعی کے نزدیک شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی
شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری
اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں ہم یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے ہوا اسلیے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے
گواہی سنی ہو کذا فی الطحاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردہ ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے
تو شاہد رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں
فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم
عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسی یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال
لی اشہد علی شہادتی بہ لانہ اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ
فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے
اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت ہے اور اسمیں پانچ شین
ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی اس شہادت پر اور عبارت
مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت اسواسطے
اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے
نزدیک کہے اشہد ان فلانا شہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ
بذلک اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث
اور انکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہے

ف ۵ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے شخص نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور امر کیا ہے کہ میں اسکی گواہی پر گواہی دوں اور میں اسکی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۱۲

تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول و فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما فی الکافی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح
لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کہ ثابت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح میں اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے اسنا دوسرے عادل کی
تعدیل میں یعنے بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل تعدیل میں ایسے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں یعنی اسلئے کہ اپنی شہادت بھی اسکی منفعت کی تہمت
ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل میں بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الاصح شرنبلالیہ شرح المجمع وکذا لو قال لا یعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط
فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں اپنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے
اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ میں اسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع نے کہا کہ اصل
عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے وتبطل شہادۃ الفرع بامور منہا نہیہم عن الشہادۃ الا انکار الاصل [illegible] باطل ہو جاتی ہے فرع کی
گواہی چند امور سے بسبب روکی دینے فرع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فرع باطل ہے بقول
اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن میں مخالف اسکے وخروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت
کی اہلیت سے مانند فسق اور گونگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہوگیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و
بانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا
یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہمنے انکو گواہ نہیں کیا یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی میں ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں
پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں
اگرچہ اصول منکر ہوں کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار
تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا
بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفاہا قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدوں نے گواہی دی دو شخصوں کی شہادت پر فلانی
عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعوں نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو
لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ
میں وہی عورت ہوں صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہوں اور یہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہوئی
اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو اسکو فخذ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر میں کہا کہ مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوں کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی
دعوے کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو گویا
شہادت قاہرہ کے مانند ہے جو دو شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ
فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلف لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر تنویر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو
اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

تکلیف دینے کے اسباب سے اثبات کی کہ یہ جرح وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر
وابن سم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے یعنی قاضی خان نے
کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہون اور
قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان ہون اور اس محلہ
یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین میرے سوا ایک اور شخص ہے اسی نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی
الطحطاوی ولو قالا فیہما التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا کجدہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہیں یہانتک
کہ اسکو اسکے قبیلۂ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا انسے معرفت حاصل نہیں ہوتی جبتک قبیلۂ خاصہ
کی طرف نسبت نہ ہو اور یہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد اعلی کی ہے خلاصہ یہ ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح
مین ہے کہ عجم یعنے غیر عرب مین ذکر نسبہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین نسب ضائع ہین انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ
اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل انسے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور
قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود
اعلام ہے یعنے جس طرح سے کہ حاصل ہو کذا اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ
عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی
شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین
دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل
علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الاصح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا
فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر
ہوا کہ اُسنے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوے نہ کیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی
تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی
اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہیں اور چاند نہ دکھلائی دیا اور نہ اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے
شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل
نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ جسکی
گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاوے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہو تو قاضی اسکو بازار
مین بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا
تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسی کو پسند کیا وزاد ضربہ وحبسہ مجمع اور صاحبین
نے اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا کذا فی المجمع ہم فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم

مذکور ہو چکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور اسکے بچہ
کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا ولیس للمشہود علیہ الرجوع بحکم مطلقا ترجمہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے
وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنی یا اعلی ہو کذا فی المنح لیکن یہ بات صحیح ہے کہ خبر اول کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لترجیح الخبر الاول
بالقضاء تو بہتر تھا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدوں کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے
تو حکم منقوض نہیں ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول کا ترجیح اور غالب ہو چکی اتصال قضا
بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل برد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود
لما مر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح کما بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت میں باطل
ہو جاتی ہے اور مقضی لہ کیطرف سے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اسواسطے کہ
مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملۃ صورت مذکورہ میں خطا سے حاکم یہ ہے کہ اسنے حال شہود کا تفحص کیا
نا معلوم ہوا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا الی القضاء اور شاہدین
راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کر دیا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر
ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے میں ہم امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں ہے کہ وہ رجوع کریں اسواسطے کہ شہود
سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت
باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اسلیے اگر حکم نہ کرے تو
گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہے قبض المدعی المال اولا یفتی بحر و بزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین شاہدین ضمان دیں مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا
فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور
کنز اور درر اور ملتقی الابحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہیں وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے
اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بما تلف
ہے سو عین میں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمیں تصرف جائز نہیں اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین میں ملک کسی کی زائل نہیں ہوتی
جبتک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور
ضمان میں اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما
ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے
نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جسمیں حجت باقی نہیں وہ نصف
ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شاہدین راجعین نصف
مال کا ضمان دیں ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد وان رجعت امراۃ من

رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے گی اسواسطے کہ
شہادت پر اتنے شخص باقی ہیں جنسے تین چوتھائیاں باقی ہیں فان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں
تو دونوں نصف مال ضمان دیں گی اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ
لم یضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے گی اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں
چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم رہا کذا فی
الدرر تو عورتوں کی رجوع سے تلف نہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سو ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک
تاوان شش حصوں کے حساب سے ہے یعنے چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں پر ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجائے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام
پانچ مردوں کے ہوئیں تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن
النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو انپر نصف تاوان ہے وجہ
صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں واسطے انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک
مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا ضمن راجع فی النکاح شھد بمہر المثل او اقل لان الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض
بمنزلہ اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا
نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے
خواہ مہر مسمے مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمنا ما لو ہی المدعیۃ وہو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمے
زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے
اپنے نکاح کا مرد پر دعوے کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمے کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر
کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمے سے یعنے مہر مسمے اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اسواسطے کہ
شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی
اور مہر مسمے مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں
کہتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے
اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لانہما اتلفا المہر
بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر [illegible] شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان [illegible]

بسبب تلف کرنے کے ضامن ہونگے وضمنا فی البیع والشراء بانقص عن قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری الا تلاف بلا عوض اور دونون شاہد ضامن
دین بیع اور شراء مین اسقدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن دین اسقدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب
اتلاف بلا عوض کے یہ حکم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادتی دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا
اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدین نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضامن دین کیونکہ انھون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوے کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اسکی قیمت پانسو ہے اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام
دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انھون نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا
فی الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور
نقد ثمن کے ساتھہ ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادتون مین گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار ثمن کی تو
ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی یہ اسواسطے کہ پہلی صورت مین بیع مقتضی ہے بیع ہو ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو شہدا
علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایہما اختار بری
الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بابت ایکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایکہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے
فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا ایکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری
ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتین مین ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بابت ایکسال
اور قیمت اسکی ایکہزار ہے سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون سے ایک کا مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود
مشتری سے بمدت آنے کے وقت دو ہزار لے پھر لیوین انکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے
سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو یہ دو ہزار اسنے شاہدین کو دیے ہین انکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لیوین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات شرح الطحطاوی
چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی
او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی او قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمے نہو ولو شہدا
انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی
کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے
پھر گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہوگا انکے غیر پر نہ بسبب حرمت غلیظہ کے ہے اسواسطے کہ طلاق واحد کی شہادت پر قاضی حکم نہ کریگا کیونکہ وہ
مفید نہین اسواسطے کہ طلاق واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلاقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہے ولو بعد
وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہین ہے یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور
تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اسکا جو مہر مثل پر زیادہ ہو کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق
ربعہ اختیار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول
کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

سوا اطلاقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنیکی گواہی دی پھر دونون گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دینا
مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہون اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنیکا
مالک آزاد کرنیوالے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدون کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا
ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر مین شاہدین ضمان دین اسقدر کا جتنا کہ تدبیر نے کم کردیا یعنی اسکی تہائی قیمت کا یعنی شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا تاوان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہوجاتی ہے قرن سے ونوبات المولی عتق من الثلث ولزمہما البقیۃ قیمتہ وہ مسعی فی الجرامر اور اگر مولی مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے یعنی اگر مولی مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور بقیہ مدبر کا
ضمان لازم ہوگا شاہدون پر وارثون کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت مین شاہد ضمان دین اسکی
پوری قیمت اور اگر مولی چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے یعنی شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام کو ہزار
درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال ولیکن قیمت غلام کی پانچ سو تھی قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدون نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے گا اگر وہ
تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار رہیگا کہ جو مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی اتباع
مکاتب اختیار کرے تو شاہدون سے ضمان نہ لیگا کما ہو کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا والاحیق حتی یودی ما علیہ وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا
یہانتک کہ شاہدون کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کردین زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدون نے مکاتب سے لیا ہے اگر قیمت
سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہین مولی کو تو زائد کو خیرات کردین چنانچہ صورت مذکورہ مین پانسو انکو حلال ہے اور پانسو کو خیرات کرین یہ سبب ہونے خبث کا
والولاء للمولی لعدم تحولہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدون
تو پھر آویگا اپنے مولی کی طرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدون سے لے چکا ہے وہ شاہدون کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم امۃ
لو جاز بیعہا ضمنان منہا اور استیلاد مین شاہدین ضمان دین ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جاوے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونون قیمتون کے مابین مین ہو صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ اسکا بچہ ہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان
قیمت ضمان دین کذا فی الطحطاوی عن العینی وکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی بر تقدیر
جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدون پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا ما بقی من قیمتہا للورثۃ تمامہ فی العینی اور اگر مولی مرگیا تو ام ولد آزاد
ہوگی اور شاہد وارثون کا ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے وفی القصاص الدیۃ فی مالہما یعنی فی مال الشاہدین
وورثاہ اور قصاص مین دیت ہے شاہدین کے مال مین اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدون پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے کہ
شاہدون کے مال سے تین سال مین دیت لیجائیگی اور شاہدون پر کفارہ نہین اور میراث سے وہ محروم نہین یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں
تو دونون اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم مباشرتہ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدون نے اپنے ہاتھ سے اسکو
قتل نہین کیا جو قصاص لیا جاوے ولو تعمدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو نہین ضمان

نہ ہوگا اسواسطے کہ شاید اصول ان میں جو ثابت ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب
انکے رجوع کے کہ بسبب ضمان ہونے تلف کے انکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت
پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا نہ ضمان دینگے شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے
کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا
انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم
ولا الفروع لعدم رجوعہم واصطلاح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر
ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے
کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے
بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر
تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد رح کے نزدیک
مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انہیں کی شہادت
معاینہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ بالرجوع
عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجودیکہ
وہ جانتے تھے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین رح کے ہم امام رح کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہو شاہد کی طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت
ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین رح کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم
نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع
کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو انپر ضمان نہیں اور نہ شہود کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے
ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین رح کے ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق
قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دینگے شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر اور
دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت
حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہے مگر عتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی
علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان
لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی
گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر
ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشرط
اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق میں ہو چکا اور وہ ہم علے الصحیح یعنی اگرچہ فقط

شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو یہی قول صحیح ہے ضمان شہود یمین پر ہے کذا فی العینی اور شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کا بھی حال مثل
ضمان یمین چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دیں شاہد ایقاع کا
نہ تفویض کا اس واسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہے بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دے اپنی ذات کو اور دو
اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب نے گواہی سے رجوع کیا تو ضمان شاہد طلاق پر ہوگا انتہی اسکے بعد شرط علت اور سبب میں
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ مؤثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں مؤثر ہو اور سبب
وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم ہے تمت بعون اللہ الاکرم

كتاب الوكالة

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں اور وکالت بالفتح و بالکسر لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کرے اور اعتماد کرے کسی پر اپنے کام میں اور اسکا اظہار کرے
بہت اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر ہو یعنی مفوض الیہ تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول کیونکہ امر کو اسکی طرف تفویض کرتے ہیں کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی آیا ہے
یعنی حافظ ہو چنانچہ آیت میں ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو چنانچہ اسکا بیان اشباہ و الوکیل
ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد
اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے والتوکیل صحیح بالکتاب قال اللہ تعالی (فابعثوا احدکم بورقکم) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے
حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر وجہ استدلال یہ ہے کہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں
جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی المنح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم
بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں اسکو ابوداود نے اسناد سے روایت کی جس میں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ
آپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دینار کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری
قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت
کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر
اجماع اور اتفاق ہے وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث رح بغیر طلاق وعتاق ووقف
واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر وسیجی ان بہ یفتی
واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ رح خلافا لمحمد رح اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ
تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہانتک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث
نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے
ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نہ کر سکیگا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے
آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابوحنیفہ رح کے نزدیک بخلاف
محمد رح کے توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی
خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو

تو وکالت باطل ہے پس یہ قول کہ مین نے تجھکو وکیل کیا پس جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجاے اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو
چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اُسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اُسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ
الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی
جہت سے اُس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے پس جائز کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے
ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اسمین تصرف معلوم نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام
فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو
تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے پس تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم ہو تو
اور تصرفات کی توکیل ثابت ہوگی وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی درر مین ہے کہ قول انکو
مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض انتہی
ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اُس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب
عارضہ نہی شارح کے کذا ذکرہ ابن کمال پس اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ تصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تو اب قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل
ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے
شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار
نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا محتمل ہو اور صحیح نہین
وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین پس توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرفات کی مالک نہین اور معلوم
ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اُسکے ولی کے اُس تصرف مین
جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا
اُس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرفات مین اور اگر اُسکو اُسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت
موقوف رہیگی اُسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل
عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم
نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب
مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشراہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید
وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اُنکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد
مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا تو توکیل کی تعریف سے
سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط التوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو
سمجھتا بوجھتا ہو یعنے وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب بیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب بیع ہے اور غبن فاحش کو
غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون

ھم مجبور ہی اور عبد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل مین عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لا یخفے ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل
فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اسجا باب مین صحت وکالت مین گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے یہان یون نہ کہا
کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز درحالیکہ ھدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہ بابت وکیل کی شرط مین یون ذکر ہے کہ (یعقل العقد ویقصدہ یعنے وکیل مین
شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگا شارح
نے کہا کہ بصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ثم ذکر ضابطا
للوکیل فیہ فقال کل ما یباشرہ الموکل بنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے جو وکیل کرنا ہر ایک ایسی چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہو
اپنی ذات کے واسطے لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین درصورتیکہ وکیل کرنا اسکا مسئلہ مین بیع ہین وہ وکیل منفرد ہوا
کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کیا یہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے
اور استقراض کیلئے توکیل کا مالک نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہوا اسواسطے کہ نافذ نہین ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوگی
خصومت کو ھم مصنف کا یہ قول کل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے کل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہ کو
شامل ہے خصومت لغت مین بمعنی جدل ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنے مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقرار یا انکار
حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور یہ مروی ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صحیح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا خصومت مین جو حقوق العباد مین ہے خصم کی رضامندی سے جو مدعی ہو یا مدعا علیہ قالہ الامام
اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ھم امام رح اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین
یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضا کے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت مین
وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت
ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوں تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ
فی النھایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم اور صاحبین رح کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ مین اور فتوی
کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی راے پر تفویض کرنا چاہیے کذا فی الدرر ھم درر مین ہے کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو
دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نہ کرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے دیکھو
کافی مین ہو انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین
تو فساد ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ھم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہے ھم یہ اس صورت مین ہے جبکہ مخاصم انتظار نہ کرے والذی یظھر کہ اگر موکل مریض
یا مسافر ہو تو توکیل دونون سے لازم نہین بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر
نہین کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو

بشرطیکہ مشہور ہو کذا فی الطحطاوی او مرید السفر دیکھو قولہ او مرید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا
اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ثم ان اس صورت میں محمول ہے جبکہ خصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ
سفر امر باطنی ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول کا اعتبار نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ قاضی اسکے حال کو دریافت
کرے اور اسکے رفیقوں سے پوچھے جیسا کہ اس بیان میں استحسان ہے کہ مسافر کا سامان تیار ہے یا نہیں جیسا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے ملتی
نہیں کیونکہ ہے چنانچہ باب الشہادات میں ذکر ہوچکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت ہو اور پردہ نشینی عذر ہے تو اسکے نزدیک توکیل استحسان ہے اگر پردہ نشین
کچہری میں حاضر ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کرسکے گی جیسا کہ اسکے سبب سے اسکا توکیل لازم ہے اگرچہ خصم راضی نہ ہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم
بالمسجد ذکرہ فی البحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ خصم تاخیر پر راضی نہ ہو کذا فی البحر اور اگر تاخیر پر
راضی ہو تو حیض و نفاس عذر نہ ہوگا او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیہ یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر قید اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو محبوس عذر نہیں کذا فی البزازیہ شامی اسکا عذر نہیں کیونکہ
حاکم کے اختیار میں ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب دے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس علیہ ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی ہو پھر اسکو قید کرے کذا
فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خوب نہ کرسکتا ہو تب بھی توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ وکیل بنانا بوجہ بیان خصومت بقدر خود و وکالت کے سبب قبول
کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل شریف ہو اور خصم کم
شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہیں کذا فی البحر وللرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور خصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی کا حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ثم رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایک دن کی قید اتفاقی ہے
کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا وحینئذ بکر او ثیبا غیر سلمیہ لعلماء سے شاہد بن بکر واقع الخصومت اور اگر باہم اختلاف
کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت امرا علماء یا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ ہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو گواہوں کے
ساتھ اسکے پاس بھیجے جو اسکی قسم لے کذا فی البحر و ظاہر رکھا ہے اسکو مصنف نے اس طرح میں ہم امین کے ساتھ دو شاہد ہوں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہی عورت
ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دیں اسکے حلف پر کذا وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا وان ثیبا من الاسافل فی
الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہو اور اگر عورت کمینوں کی اولاد میں ہو تو اسکا قول پردہ نشینی میں
معتبر نہیں ہر دو صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ہم عمل بالظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں
مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے
عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیا ہی اس میں داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا
الا فی حد و قود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہے توکیل کرنا حقوں کے لینے و دینے میں اور اسیطرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے لینے میں وکالت صحیح نہیں
در صورت غائب ہو موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ثم ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا
مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے اسکا توکیل اور استیفا سے حد اور قصاص موکل کی
غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حد و قتل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے اسلیئے اگر شاید موکل حاضر ہوتا
تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لابد من اضافتہ الی الوکیل کبیع و اجارۃ و صلح عن اقرار یتعلق بہ

نادام حیا وتو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اُسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک
وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کیونکہ اصح ابن ملک ہم اضافت الی الوکیل سے مراد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ مین نے اس کو بیچا یا موکل کا
فلانا کہنا مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ کہ موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہیگا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مرگیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی وارث اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول اصح قول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد
ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی البحر اور دی وال امام مکین مجحور ہو بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع
التصرف نہو ھم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم
مبیع وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاقہ وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے
جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون
فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو لیکن حقوق عقد وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل
ہی تو عاقد ہے حقیقۃ وحکما ھم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع
ہوتے ہین تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضر فالعہدۃ علی اخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو
عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقولہ
لابد فیہ مافیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے
بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو اسمین ہے اور اسواسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو سمجھ لے ھم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت
مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا برازیہ اور خلاصہ
مین ابن ملک کے مخالف ہے یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام مین نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو
یہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکی طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح
قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہوگیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل رہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کرے اور اگر
موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمین خلاف مذکور ہے اور منح الغفار مین ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی مافی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ اور بالوکیل
لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے
موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح مین ھم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے
فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
کے خرید کرنے سے ھم یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ
کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر کے
اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

نقض تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں ہو اسواسطے کہ حکم
مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہو ولکن ہہنا ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر
ولیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا
موجب ملک مستقر ہو هم تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہو نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی
لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور ہر عقد میں کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہو یعنے موکل کی طرف
نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال هم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہو
کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب
تفریع آیندہ سے منافات باقی نہیں یعنے قول الحقی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح له کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ فیتعلق بموکلہ لا بہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح له
فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہو چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان ہے تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل
رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا هم یعنے جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہو
تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کیطرف سے ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن
دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہو موکل کو ثمن دینے سے هم چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے
کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحطاوی نے غرمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل
کردے تو مشتری کا منع ثمن بے فائدہ نہیں وان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن
دیدے تو صحیح ہو اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بطریق استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے هم وجہ استحسان یہ ہو کہ ثمن مقبوض
موکل کا حق ہو وہ اسکو پہنچ گیا اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل وحدہ وبضمنہ لموکلہ
ہاں واقع ہوتا ہو باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو هم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو
مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا اور دونوں برابر سرابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے
اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ واقع ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی هم یہ متعلق ہو ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ صح یعنی اگر
مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور
مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہو کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں
اختیار نہیں تو اسکا دینا تضییع ہو اور وکیل فی الصرف سے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب
افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ما مر مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دینہ وقبض ثمنہ لانہ انما لم یکن علیہ دین لانہ

حال معلوم ہو جیسے مثال کی ہے اسواسطے کہ اگر وکیل قادر ہوگا ساتھ سودے موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید
کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دار او عبید او جار ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا اولا نوعا یخصہ زادی البزازیۃ او قدرا کلذا قفیز او کیل کیا گھر
یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا جیسا کہ
غلام حبشی ہو یا ترکی یا مقدار کو معین کر دیا جیسا کہ اسقدر قفیز گیہوں یا جو ہے یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت
صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں
اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو مثال متعذر ہے اور گھر مثل مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے
جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے فتح القدیر میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے
ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو صحیح نہیں جب تک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی
والا یسم ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس کما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نہ کرے یعنے ثمن
یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہ ہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اسکا
ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جبکسی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع
اور صفت بیان کرے تو مطلقا وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال
نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں اور اسی طرح
اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جوہرہ کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو شراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل
من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا
اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب تنویر کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے
کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوی ہے کذا فی
العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں
طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربادار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام
ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ او لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص
کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہے چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب
الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد
بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب
وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جبتک کہ مبیع اسکے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل
سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہ ہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب
عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی
جبتک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور موکل اجنبی ہے خصومت بالعیب میں

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیۃ وہذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اسوقت ہی جبکہ
وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اُسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اُسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہوجانے وکالت کے
تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فانہ یفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اُس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی
مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ یعنی مطلقا یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگرچہ ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہی
بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیرلے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمنہ فہو اے الوکیل من مالہ او لابہ ولی لانہ کالبائع اور وکیل کو
جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل
بائع کے مانند ہی مطالبہ ثمن مین ولو شراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اسکو ثمن حال
خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی کذا فی الخلاصہ یعنی تعجیل ثمن کا
وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرادے کذا فی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن رجع بکلہ او
بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیرلے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا
تو باقی ثمن پھیرلے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط
الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمہ سے
اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ہم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کرچکا ہی موکل نے
دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی
کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہی یعنے اُسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمہ سے اور ابو یوسفؒ
کے نزدیک مانند رہن کے مانند ہوہم مبیع کے مانند ہی یعنے اُس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کر یگا استیفا ثمن کے واسطے
تو اُسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور ابو یوسفؒ کے
نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی والاعتبار بمفارقۃ الوکیل ولو حاضرا کما اختارہ
المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے
بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے ہم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب
دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف
وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد
کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ
احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ
قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی
یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ
لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد بیع میں ہو نہ قبض میں جیسا کہ ہدایہ میں ہو اور مستفید ہو تہذیب التوکیل سے ہوا اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکا قبل مسئلہ سوال ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قالوا انہ ما سور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خریدنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہو تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل اوپر آدھے درم کے بخلاف صاحبین کے اور ائمہ ثلثہ کے یعنی انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اسکے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب یہ ہے امام کی طرف سے کہ وکیل ما مور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم

خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ بیس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہیں یعنی مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہو اسکو دو درم سے خرید کیا تو بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہے غیر موزون کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اسکے اجزا پر تقسیم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی تصرف ولو وکلہ بشراء شئی بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منہ والفرق فی الوافی لخیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل اخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر کسی کو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت میں جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی نیت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی العینیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر میں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تاکہ صورت نکل جاے جسمیں چیز معین نفس موکل ہو جیسا کہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئی معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح میں عقد سے ہر جگہ اضافت موکل کی طرف ضروری ہے اور اسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہو اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفۃ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شئی معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ہم یعنی یہ ہے جیسا لم یکن مخالفا پر وان لشراء شئی لغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خرید کریگا وتحکیم نقد الثمن فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر مابین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنی اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونوں میں اتفاق ہے اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمیں دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر
مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر
حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمد رح کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا
تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہے کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اسکو موکل
مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خریدے
مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں صریح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے
مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور تنازع اسوقت کا مراد ہے جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دو روایتوں سے صاحبین کا
قول مراد ہے کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا لموکلہ فھلک قال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا اخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اس غلام اپنے موکل کے واسطے خریدا سو وہ ہلاک ہوگیا اور
موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خریدا تو اگر غلام معین ہے اور وہ زندہ موجود ہے تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقا خواہ اسنے
ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہے یعنی استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہے اگر وکیل
اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اس طرح پر کہ کہے کہ میں نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسلئے کہ غلام معین کی خرید
میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسی طرح
حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ منکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر
رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور
اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہے اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر للتھمۃ خلافا لھما
اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو آمر کا قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے کہ تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمیں نقصان
دیکھا تو آمر پر ڈالا افاد العینی ہذا العمرو فباعہ ثم انکر الآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لغا انکارہ الآمر لمناقضۃ الاقرار بتوکیلہ بالقول یعنی
عمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے
کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہوں پھر اسنے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری
ارتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اسکے رد کر دینے سے الا
ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو
عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادا کرنا ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراضی ثمن
مروج ہے امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین بلا نواہ فللموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین
چیزوں کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر ہم عنقریب مذکور ہوچکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خریدنے کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہوگا جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری العبد بقدر
قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجی
معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حال یہ کہ اسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خرید کی بقدر اسکی قیمت کے
یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ
خرید موکل کی طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا
جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا الشراء لہما بالالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خریدنے کا بعوض ہزار
کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے اُن دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کہتے ہین کہ خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین
موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو بیسیر لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول
المقصود اور اگر ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خریدی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون سے ہزار کی باقی سے
قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درہم کے امر کیا سو اسنے ایک غلام
پانسو اور دو درہم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درہم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول
مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درہم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین رح نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اُتنی قیمت
جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ لیشتری شیئا معینا بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرا الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اُس دین کے جو اسکا اُسپر ہے اور مبیع کو اُسنے معین کر دیا یا بائع کو
معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے
بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل لذا قال م الا بعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا
بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی
اور مامور پر نافذ ہوگی تو اُسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک امر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے
کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور
اسی طرح امام رح اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اُس دین کے جو اُسپر ہے
بنا سے خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ
صاحبین رح کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا
آمر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقود غیر مدیون کو تملیک
دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اُس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالے وہو معلوم اور اگر اُسنے اُسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اُس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو
اُسکے ذمے پر ثابت ہے تو اُسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو
ہم یعنے جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اُسنے حق تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر بالتبع قابض نائب ہے خدا جل شانہ کا کما مر ۱۲

تو وکیل نے کہا کہ مین نے تجکو اسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ
پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس ہذا المشتری
باخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط
اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ
معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہو تو وکیل پر نافذ ہوتی ہو بخلاف بیع کے
چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک کل باقی رہیگی وعتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ
فیواخذ بہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امرہ عبد
بشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ
وکان للوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے
مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہو
اور وکیل بدرمیانی ہو جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہو نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہو آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام
بیچنا غلام سے اعتاق ہو اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہو کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول
مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار
دونون صورتون مین مالک کا مال ہو اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہو اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے
جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہو مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد
من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء یعنی ہو اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے
مالک سے اعتاق ہو نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جاوینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہو
کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری نفسہ من مولاہ
ومعہ رجل آخر وبطل الشراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہو خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام
کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہو اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہو کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی
چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہو بخلاف ما لو شری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی
لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہو چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہو استحقاق کی بحث سے اور دونون
صورتون مین وجہ فرق یہ ہو کہ بیع منعقد ہو جاتی ہو دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ
شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہو ولہذا بیع باطل ہو غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے
ہم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہو کیا وجہ ہو کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ

جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنے اعتاق میں اور معنی حقیقی یعنے ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان
ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فاو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد ان علم الوکیل لعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا
ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے
واسطے سو اسنے کیا یعنے بیچا مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا ہو گا پھر اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام
جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانستہ وکیل کی موکل کی دانستہ کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے
کذا فی الاختیار شرح المختار غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہے کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان
عتق لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیما الزوال الحجر علیہ باشرۃ بقرینۃ باذن المولی وذمۃ اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجکو فلانے
شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجکو بیچ ڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے
دوسرا التصرف کیا تو اسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون مین یعنے دونون صورت وکالت اور عدم وکالت مین اسپر ثمن لازم ہوئے
منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر یہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہون شرح سے جواب مشارح کا الی آخرہ فان خالف
ان خالف امرہ الی غیر الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نقد او بمائۃ دینار لا ولو خیرا افادہ وتبرہ وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی
اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو اور ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ
اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر یہ مسئلہ درمختار مین
منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہے بیع اور شرا اور غیرہا کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم
ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص
کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے جیسے مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل
تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے
اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وعن الحجر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے
عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو
اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا سکا
بیچنا ان لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لہم او باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد
وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق شارح نے
بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما عبر باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کثیر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہین اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہین
امام رحمہ کے نزدیک بخلاف صاحبین رحمہ کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ وصرح بہم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہی
کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہی مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون
سے جائز نہین وصح بیعہ بما قل او کثر و بالعرض اور صحیح ہی بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ھم یعنے امام رحمہ کے نزدیک
بیع ہوجاتی صحیح ہی اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہی تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہوجاتا ہی نقصان
قبول کرکے بیچتا ہی کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود یعنے سراجیہ اور صاحبین رحمہ نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہی اور
اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف در صورت عدم تقیید موکل ہی سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کردیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحاوی
ولا یجوز فی الصرف کہ تبادلہ ہی بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ تبیین فیہ اور جائز نہین عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک
درم سے بنقصان کثیر بالاجماع امام رحمہ اور صاحبین رحمہ کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہی ایک وجہ سے خرید ہی دوسری وجہ سے کذا فی التبیین فیہ ھم اور معلوم
ہوچکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہین وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل
لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتی زیلعی اور صحیح ہی بیع ادھار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار
سے بیچنا جائز نہین چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا
اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الخلاصہ ھم اسواسطے کہ دفع حاجت نہین ہوسکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما
افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک ایسے مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہو حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہی مصنف نے
اپنی شرح مین وہذا ایضا ان باع بیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہی یعنے تجارت مین ادھار سے بیچنا اس صورت مین
جائز ہو اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسیکا فتوی ہی کذا صرح
ابن ملک وتقیید بمن الامر بالتعیین الا فی بیعہ النسیئۃ بالاثمان فباع بالنقد بالفت جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہوجائیگی مگر
اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہی کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت
مقرر کرکے بالتعیین ثمن سو اسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ بالاجماع جائز نہین کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک
الجنس جاز الا الا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کرچکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس مین تو جائز ہی اور نہین تو جائز نہین وانہا
تتقید بزمان ومکان اور البحر وکالت مقید ہوتی ہی زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل
لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہی کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی وکیل ہی اور اسیطرح
دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال لہ بعہ بشہود او برای فلان او بعلمہ او معرفتہ
وباع بدونہم جاز بخلاف لاتبع الا بشہود الا بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب
واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لاتشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر مین ہی کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون
کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو
جائز ہی بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوی ہی

میں کہتا ہوں اور اسی قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر
فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اُسنے بدون معرفت اُس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے
کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط لگائی جو اصلا مفید نہیں بلکہ
اُسکو مضر ہے تو وکیل پر اُسکی مراعات واجب نہیں خواہ اُسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اُسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے اُدھار بیچ یا یوں کہا کہ نہ بیچنا
مگر اُدھار ہزار درم سے سو اُسنے ہزار نقد سے بیچ دی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں تو اگر
اُسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اُسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اُسکو فلانے بازار میں بیچنا سوائے
دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اُسنے تاکید بنفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث جو مفید ہی
وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر اُنکی تصریحات سے اسوقت میں تعیین شہر معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعہ وخذ کفیلا بالثمن
فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے کہ ثمن میں رہن لینا اور ضامن
لینا تو اُسپر تاوان نہیں اگر رہن ضائع ہو گیا اُسکے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت
یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اُس قاضی کے پاس جسکے نزدیک مذہب یہ ہے کہ اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہو کر مر جاوے اور بعضوں نے کہا
کہ کفالت سے یہاں حوالہ مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل و مکفول عنہ مفلس ہو کر مر جاویں کذا فی
الطحطاوی عن الحموی عن شرح الہدایۃ ولتقیید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یتقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ
غبن قلیل وہ ہے کہ اُسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدر ہم وغبن یسیر کا دارومدار عادت پر ہے اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور
ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت
الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ اور یہ یعنی وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اُسوقت ہے جبکہ نرخ اُسکا مشہور نہ ہو اور اگر نرخ اُسکا معروف
اور مشہور ہو لوگوں میں جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو
اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی
وہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اُسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین
نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ میں
قول صاحبین رح کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اُسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے
کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء
میں وہ متعارف مراد ہے جسمیں ضرر اور تہمت نہیں اور صاحبین رح کے نزدیک دونوں برابر ہیں وقیدہ ابن الکمال بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا
فلیراجع اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف میں اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے
تو اس قید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض میں ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اُس سے جسکی تبعیض میں
ضرر نہیں جیسے گیہوں اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا
اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اُسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنی اگر قبل

خصومت کرے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ و نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث
مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے
اس عیب میں کہ ولیسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا
وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیر سکیگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف
مضاربت کے ولہذا مضارب ابضاع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق
کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے
اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے
کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر
عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون میں سے جنکو موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے
تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو ھ اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونون
وکیلون کی راے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جسمین اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور جسمین راے کی حاجت ہے
اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما یجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت میں نافذ ہے
جبکہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب یعنے ساتھ ہی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف
بدون دوسرے کے نافذ ہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا وفی خصومۃ بشرط راے الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ھ خصومت میں تصرف ایک وکیل کا
اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں
وکیل ثانی کی راے مشروط ہے تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض ختم جیسا جوہرہ
خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہانتک
کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین ھ عتق اور طلاق معینہ
بلا عوض میں راے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ انمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے
کے کافی نہیں وتعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق
عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے ھ چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونون کا فعل شرط ہے
اسواسطے کہ جو چیز دو شئے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت ظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا
لیکلم من العینی والدرر غنق العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے

معلوم ہوتا ہے تو متن عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سے تامل کرو تو اسکا ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین
جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے ہو و فی تدبیر و رد معین کو ودیعۃ و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف
احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد معین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصۃ بخلاف استردادہا فلو
قبض احدہما ضمن الکل لعدم امرہ بقبض شئی منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد معین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا
تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنی بصورت ہلاک شئی مستردہ بسبب نہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنی موکل نے یہ کہا تھا کہ
ایک وکیل تنہا بعض شئی پر قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مستردہ کے پورے کا تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے
الٹی تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئی کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا
امر نہ تھا بلکہ اجتماع کیساتھ امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا کو کل
اور تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ و قضاء دین
بخلاف اقتضائہ یعنی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ہم استرداد دین یا قبض
ہے اور اقتضا سے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا
ایک شخص کا حفظ کی سے بہتر ہین و بخلاف الوصایۃ للاثنین و کذا المضاربۃ و القضاء و التحکیم و التولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ
فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے
تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد و تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ
شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ
مین رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم رأیت الاخی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر له و الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ
مین جبکہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد
جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذ لا دین للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی و اعتمدہ المصنف اور ادا دین کا وکیل خواہ ادا دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی ادا
دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ بھی فتوے طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا
ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی
اور بانتقاشت مین علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو
کذا فی الطحطاوی قال و مفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لو فار و بینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق و لو لطالبہا علی المعتمد و عتق و ہبۃ
من فلان و بیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل
کے ادا سے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول
معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہے لینے

افعال مذکورہ میں اسپر لازم ہو فصل نہیں الا فی ثلاث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی او غاب
المدعی علیہ اشباہ خلافاً لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا
یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین
مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہراً دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل
ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اسکی فقط ثمن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین و ثبوت مال موکل بدست
وکیل چنانچہ منح الغفار مین صریح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر
جبر ہے سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی ملخصاً اور ابن ضیاء کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر
بیچتا ہے جیسے دلال اور سمسار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پہونچ گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا
فی الطحطاوی ولاتنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ
اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اسکو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتوے یہ ہے کہ جب وکیل ہو اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اسپر جبر ہو گا تو مسائل اجبار
وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر نہین
اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اسپر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لایجوز عند الامام الا ان یکون الموکل
حاضراً بنفسہ او مسافراً او مریضاً او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ
موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لایوکل الا باذن
آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا
اسواسطے جائز نہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین
اور مراد یہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو
بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ
فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولایتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ خانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا
سو اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے
اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیۃ یعنے موکل نے زید کو قربانی خریدنے پر وکیل کیا اور زید
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اُسنے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی
والا التوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے
اسکو جو اسکے عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لانہ توکیل فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود
درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کی جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب
حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اُس صورت
کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہے

زیادہ شامل ہو اور اختیار مشتری میں کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کالعمل برایہ کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما یحلفان بہما او
غیرہ مقام مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق
اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق اور عتاق بمنزلہ ان امور کے ہے کہ انسے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجاے وکیل نہیں ہوسکتا کذا فی
القنیہ ھم بحکم شرط التفویض سکتے ہیں اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شبہہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ
بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح ہے اگر وکیل نے اپنے غیر کو
وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہو اور
حقوق عقد عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی مالیس
بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق
وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشرط کے قابل ہیں
تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء عن الدین قنیہ والخصومۃ والقضاء ودین فلا یکفی
الحضرۃ ابن ملک خلافا للقانیہ اور دین سے ابرا کرنے میں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابرا سے دین میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک بر خلاف خانیہ کے ھم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہوا ہے یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے
جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء
فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہو گا خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر
نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل الوکیل
او موتہ وینعزلان بموت الاول کما فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنی موکل
اول کا وکیل ہے اور اسوقت میں تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونوں وکیل معزول ہونگے موکل
اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاء میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیہ لہ عزل الثانی فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف
اعمل برایک قال المصنف فعلیہ توکیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق
میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل
کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو
بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا
صریحا مفوض ہو اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق
والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوے ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امراتی صار وکیلا بالطلاق
وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امراتی فلا یتقید بہ اگر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا
امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہو گا طلاق دینا اسکا مجلس میں یعنی اگر اسی مجلس میں طلاق دیگا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف

اس قول کے کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہو گی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا
ومن لا ولایۃ لہ علے غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ فحینئذ فلا یجوز ابیاع عبد او مکاتب او ذمی او حربی یعنی مال صغیرۃ الحر المسلم
او شراءہ او اعتاقہ او تزوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر
تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص انہین سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت
کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا اوصی بکل الاب الا عبد ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من
نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ او صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی کا کام ہے دوسرے
وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب
او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنیکی نہین مال متروکہ مین اور اسیطرح بھائی کے
متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ
ای الوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے ماں کے وصی کو ان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول
لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے والشراء الا الطعام
والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سوا طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ
فروع مسائل ملحقہ شتی ہے کہ وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قیدہ القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاشباہ الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ
قاضی وصی کو ایکقسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ
یعنے اگر باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا یتعلق بہ حقوق عقد باشرہ للیتیم الیہا بخلاف
وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحرالرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف
اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے
یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور
امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات
کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوا وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز
ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو السعود نے حاشیہ لکھا ہے اسمین بجاے وکیل کے موکل کا
لفظ ہے اور یہی موافق ہے ماتقدم سے انتہی جاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اسبات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن ماسور سے بھرنے اور ماسور اسکے آمر سے

اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں کلام مصنف سے ظاہراً ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضا وغیرہ کے بھی مسائل ذکر کیے ہیں خصومت
عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صحیح سے اس طرح کہ ان باتوں میں جیسا کہ سابق مذکور ہو چکا (عنوان ١٢) وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر
وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمدہ فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا لینے دین کے لینے کا مالک نہیں نزدیک زفر کے اور اسی قول پر فتوی
ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف
میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام رح اور صاحبین رح کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ
وہ شہر میں ہو یا دیہ میں صاحب بحر نے فتاوی قاضیخان سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہروں میں ہو جہاں کے سوداگروں میں رواج ہو کہ
تقاضا کرنے والا ہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں فتح القدیر میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی لا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہوگا بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جسکے
واسطے وہ وکیل ہوا اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا
فی البحر ارسلتک او کن رسولی فیہ ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہا کہ ارسلتک یعنی میں نے تجھکو پیام رساں کیا یا یوں کہا کہ تو
رسول ہو یعنی تو میری طرف سے رسول ہو یا پیام رساں ہو یہ رسول قرار پائیگا اور یوں کہا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبض کرنے کا یہ توکیل ہے بخلاف
زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکھما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور
قبض کا ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سوا اسکے خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملکھما وکیل الصلح جیسا کہ وکیل
صلح مالک نہیں خصومت کرنیکا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملکھما ای الخصومۃ خلافا لھما فالوکیل بالدین وکیل القاضی لا یملکھما اتفاقا اور قبض دین کا
وکیل مالک ہے خصومت کا بخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے خصومت کا
مالک نہیں کوکیل القبض للعین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہے اسواسطے کہ وکیل کو امین مقرر کیا ہے تو مشابہ رسول کے ہوا اگر
اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما
وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل
تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم موکل نے
وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور کہا کہ نہ قبض کرے مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوا ایک درہم کے تو اسکا قبض مذکور
جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا پھیر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح
نہ قبض کرے ایک درہم سوا ایک درہم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع
منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ وغیرہ تو اگر
مدیون ایفا کے گواہ نہوں اور اسے دین موکل پر پھیر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو وہ اسکے پاس تلف ہوگیا پھر مدیون

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

مطلوب نے ابرا دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو دین کی کوئی سبیل نہین کیونکہ وکیل بری ہوا اور وہ تو موکل سے پھیر لیگا جو اسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبضہ اور قبضہ
موکل کے قبضہ کے مانند ہو کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب الطالب وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ
لا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی
مگر اس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہو کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز رہے
اس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہوچکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل
فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنے جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی
یون ممکن ہو کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہو تو ضامن خصومت کیا جائیگا اس مال مین جو دینا [illegible]
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز التوکیل فلو اثبت
الموکل المال لہ الوکیل ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے
حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اسمین جو موکل پر دعوے کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا
پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمین وکیل نہین کذا فی الدرر تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو
اختیار ہو کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی
دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہو خصومت کے وکیل کا اقرار سوا حدود و قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی
رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین فان انعزل
الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتے لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہو اگرچہ وکیل معزول ہو جا[illegible]
اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اسکی یہ ہو کہ موکل نے اسکو وکیل
کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے بیع کی ہو تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب
خرید کا ثمن مدعی نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی ولو استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر
بزازیہ اور اسیطرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر لیا اس طرح کہ مین نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہو قول ظاہر پر
کذا فی البزازیہ بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہو کہ وکالت پانچ طرح ہو ایک یہ ہو کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ
اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین
وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہو کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی
لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا
تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہو موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس
توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہوجائیگا کذا فی البحر ہم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہو کہ ممکن ہو کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور و شغب
اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب نہوگا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سو اگر مخاصم اسپر اثبات مال کا ارادہ کرے
بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہو مال ضامن کو وکیل کرنا

تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جیسے ہم بیان کرینگے یہہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اُسکا ضامن ہو سو طالب نے ضامن کو جس
دین کے قبض کرنیکا وکیل کرے تو اُسکا یہہ کرنا باطل ہے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو
تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہریگا یعنی وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا
فی العینی کما لا یصح توکیلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح
عزلہ قبل ابراء نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اُسکے غلام ماذون مدیون سے
اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو
توکیل صحیح ہو اور صحیح ہو مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ہم کہتے ہیں اذا وکل
میں ضمیر فاعل ہی راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے فتیہ الفقی بہنا ہے کہ اگر وکیل ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے
اگرچہ وہ عامل ہو اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اُسکے دین کے ساقط کرنے
اور وکالت کی شرط یہہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونا یہہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جبکہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا کہ وکیل بسبب اپنے واسطے
عمل کرنے تو وکالت باطل بلا وجہ ہوگا یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو غالب اسی لنفسہ عمل مجہول کیجئے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ
او وکل المدیون کفیل الطالب بالقبض لم یصح لما قلنا لکونہ قاضیا ومقتضیا فی التوکیل یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون
طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنیوالا ہونا محال کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمہ سے
دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیوں صحیح نہیں اُسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس میں اسواسطے کہ
اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا
وکیل کیا سو مدیون نے اُس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہہ اپنے پاس سے صاحب دین کا دین ادا کر سو اُسنے جدا کر لیا اور وہ تلف ہوگیا تو
مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اُسکا قاضی اور متقاضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور قبضا میں
کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالشراء والرسول ووکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف
حاضر ضامن صحیح اور رسول القبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ انکا اوان دینا صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ لوگ محض
سفیر اور معبر محض ہیں یعنی حقوق عقد انکی طرف راجع نہیں ہوتے ... ضمان صحیح نہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح و بطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی
للزومہا فصلح ناسخہ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے
ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس کے یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو
وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت الکفالۃ الوکیل بالقبض بطلت
وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور ایسے ہی جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہوجائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو
وکالت پر یا موخر ہو بسبب اُسی دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن
المشتری لم یجز کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہہ ہے کہ عامل بغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فانہ دی الحکم الضمان

رجع لبطلانہ وبہ یؤخذ لانتفاء پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیرے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری
سے نہ پھیرے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق ابوارکا
الا ببینۃ دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادا دین کا حکم کیا جاویگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہو گی اگر وہ ایفا سے دین کا دعوے کریگا یعنی مجرد دعوے ایفا سے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقہ
فی الوکیل فیہا ونعت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے وکیل
کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا ورنہ نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادا کے اسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادا
دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین
اسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقا سے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کرڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان
ضاع لا لعلا تصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہین لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اسنے دین دیا
اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لقدرہا یاخذہ الدائن ثانیا لا اخذہ
الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیرے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے
جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم مال ضامنی کی صورت
یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور تجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل
ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی ان ابرائک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن اخذ
مہر بنتہ اخذ منک علی ان ابرائک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہنا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین نے
تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس مہر کو
تجھ سے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ
ہے کذا فی البزازیہ وکذا لو ضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ انہ وکالۃ فہذہ اسباب
للرجوع عند الہلاک اور اسیطرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے
گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاوے وکیل کے
پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرا سے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو
درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا
دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سوا مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی
الوجوہ المذکورۃ کلہا للغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز
نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون
گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

تو مقبول نہین ہے بسبب سعی کرنے مدیون کے اُس چیز کے توڑنے مین جسکو آپنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور دوبارہ اُسکا
پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی ثم لو برهن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال لم تقبل بحر یعنی اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اسواسطے مقبول ہے کہ نقض موکل کیجانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثه غریمه او وهبه له اخذه قائما او بدله ان کان ضمنه الا اذا صدقه علی الوکالۃ اور اگر
موکل مرگیا اور مدیون اُسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو
اُسکا بدل [illegible] اگر جب مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کرچکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم انه
وکله یعنی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائیگا کہ اُسکو معلوم نہین کہ دائن نے اُسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی
قال رجل وکیل بقبض الودیعۃ فصدقه المودع لم یومر بالدفع الیه علی المشهور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون
قبض امانت کا سو امانتدار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنابر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ
نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور بیان مذکور ہو چکا ہے فیه ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا اور اگر امانتدار نے وکیل کو
دیا تو امانت کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اُسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت جیسا گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی
شراءها من المالک وصدقه المودع لم یومر بالدفع لانه اقرار علی الغیر اور یہی حکم ہے اگر ودیعت کی خریداری کا دعوے کیا اور امانتدار
نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر ہم یہ علت ہے دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالها
بالارث او الوصیۃ منه وصدقه امر بالدفع الیه لاتفاقهما علی ملک الوارث اذ لم یکن علی المیت دین مستغرق
ولا بد من التلوم فیها لاحتمال ظهور وارث آخر اور اگر دعوے کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت
کے اور امانتدار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اُسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانتدار کے وارث کی ملک پر
بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہو اور ضرور ہے انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے
احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موته او قال لا ادری لا یومر بالم یبرهن اور اگر امانتدار نے اُسکی موت کا
انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعوے الایصاء کالوکالۃ فلیس
للمودع میت ومدیونه الدفع قبل ثبوت انه وصی اور دعوے ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہے تو میت کے امانتدار اور اُسکے مدیون کو
جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اُسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری من حصته
فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصہ سے بری الذمہ ہوجائیگا یعنی باقی وارثون کا
سو اخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وکله بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکله کاداء او ابراء او اقراره بانه ملکی دفع الغریم المال لو نقدا الیه
ای الوکیل لان جوابه بعد تسلیم الملک [illegible] اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوے کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کردے جیسا کہ ادا کردینا
یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگر نقد ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرلینا
ہے دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنی جب مدیون نے ادا سے دین کا دعوی کیا تو اُسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اُسپر
دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور اداے دین بغیر

دعوے ثابت نہوا تو اُسکے حق مین تاخیر نہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لاتجری فی الیمین خلافا لزفر رح اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا مثلاً ادا ے
دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے و لو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع ان
المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی
لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوے کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب پر راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جب تک مشتری قسم
کھائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ
انکے نزدیک رد مبیع ہوگا ھم یعنی اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگا کیونکہ یہ رد بعیب ہے اور اسلئے کہ رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے
صحت ہے اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر مجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین
نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدق علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء
لا عن دلیل بل للجہل بالرضی فلم یظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنے بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی
اسپر راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ
نادانستگی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ والمامور بالانفاق علی اہلہ وبنائہ او بقضاء الدین
او الشراء او التصدق عن زکوۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویا الرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا
بل یقع التقاص استحسانا او المراد بقضاء الدین الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنا سے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادا دین کا یا خریداری کا
یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح
نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے
اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنے صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا یا مطلقا دیا
ھم رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرا دے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی
قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت الانفاق مستہلکۃ او لو صرفہا لدین نفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا
بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون اگرچہ انکا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خریدنے کے وقت مثلاً کہ مین اسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع
ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکر سکیگا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیہ ھم انفاق کے
مانند شراء اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین صحیح ہے جبکہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شراء ہلاک ہو گئے تو وکالت
باطل ہو گئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا اور اسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی ونعم فی الملتقی لو امرہ ان یقضی
من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا ان ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے
ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اسنے ہزار صدقہ کیا اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان ھم بحر الرائق مین یہ روا-

نسبتی بالمنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح در المختار کے بعض نسخون مین ہی اور اسیطرح نہر الفائق مین ہی پس استدراک اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وجود اسکا دیوان پر نہین
ہین گویا قائم اور موجود نہین تو وکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ
قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم
الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہ کہ وصی خرچ
کے وقت گواہ کرے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہی
کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہریگا فروع مسائل لاحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق یا دعاوی
سے خالی ہی وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہی ہم درر مین سے منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جب مدعا علیہ کو حاضر
کیا سو اسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تا اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنی قاضی
اسکو سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورۃ صح التوکیل بالسلم اور صحیح ہی توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ
وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبولہ عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول
کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہوگا نہ موکل پر اور روپے
وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فعلمنا ان الناظر [illegible]
وغیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل
ہوے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل وقف کا
اور توکیل بالسلم صحیح ہی ولیس لہ ان یوکل من جعلہ امینا علی القریۃ فیامرہ لعقد السلم لیسلم منہ علی ما قررہ باطلنا لانہ وکیل الواقف والوکیل لا یملک ان
لا یبیع بیعا وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریہ وقف پر کچھ مال
معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہو اور راس المال سلم کا اس امین سے باطن مین بعوض اس
وظیفہ کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہی اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان
اسکا شرح وھبانیہ مین ہی ہم امین کو جب ارض وقف مین عقد سلم سو اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بالقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا
اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو
اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار شرط وکالت ان عقود مین سے ہی جو لازم نہین جیسا کہ
عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی
کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین
ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہی ہم قبل اس باب کے ذکر گیا اور یہ کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا

مسئلہ تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم علم کی وجہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور جہاں کہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ
قول میں فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم یعنی تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے
حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو
معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہو جاتا ہے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اسکے
معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وصحح عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوریہ
طلاق یا عتاق میں بنا بر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور تحقیق ہے اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوریہ یہ کہ موکل
وکیل سے کہے میں تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ میں تجکو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر وشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت فیہ العزل
قبل العلم کا رسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط اعلام ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت میں تو
عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو بنحو قبل وجود الشرط فی المعلق
ای بالشرط بہ یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت میں جو معلق بشرط ہے اسی قول کا فتوےٰ ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا
صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے خط لکھنے سے
اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت میں یا تکذیب
ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضا کے مسائل میں ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہے جبکہ پیام رسان یوں کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں
تجکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہنچاؤں ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کما فی اخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل میں شہادت کے دو جزوں میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے
یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل میں جو اول مذکور ہو چکے ہیں ابواب متفرقہ میں ایک جز شہادت کا شرط ہے ہم اخوات متقدمہ اخبار سے ہیں بجنایت عبد
شفیع کو بیع کی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار میں یہ شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کریں یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک
اور ہم نے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ والشراء المعین
لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وشراء شیء بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شئی معین کی خرید
کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط واقفیت اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئی غیر معین کی خرید کے وکیل کو
کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نہ جانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض و امام نفسہما
والالا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح شہنشاہ بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہے اور نہیں تو معزولی ثابت نہیں
چنانچہ جواہر الفتاوےٰ میں اسکو مشرح بیان کیا ہے یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

مجنونا یا اپنے تابعین یا متاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مجنون بعد جنون رجوع ہے اسواسطے کہ مجنون فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا متحمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت بالرجوع
یا سبب میں انتہی اور ظاہر ابن کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ لفظیں تہستانی کی اسکی موید ہے کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشیٔ الموکل
فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسے بذات خود قبضہ کرلیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو
موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد و عند ابی یوسف یشترکان و یخیران
کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے
نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ
مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہر و بہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان
فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجانے سے
اور ایک سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ میں ہے مضمرات سے کہ مہینہ بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہے اسیکا
فتویٰ ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی میں ہے اور قاضی خان نے اس فصل میں جسمیں قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ کا
قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتویٰ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق میں
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بالفتح بولتے ہیں و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا یعود الوکالۃ بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہے
وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہیں کرتی اسکی پھرانے سے دار الاسلام میں مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون
جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر یعنی جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب میں جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر
حکم کردیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہیں امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان
ہوگیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بہذہ
العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت
الموکل وجنونہ اور شرح مجمع میں ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا
بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور
نہ موکل کی موت اور نہ اسکے جنون سے ہم مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحطاوی او وکیل
بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول
نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ہم یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اسمیں بسبب موت
اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی البحران الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون او ردۃ
وفیما عدا الرہن اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فالطلاق الدرر فیہ نظر میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بحر الرائق
میں ہے کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب
جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے

میں کہتا ہوں تو دُر کے اطلاق میں بحث ہی ہم دُرر میں یوں کہا ہی کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہی اور حالانکہ اسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو توکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ
عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہی احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل
حکمی ہی ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہی کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو
وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہی کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز
موکلہ لو مکاتبا وحجرہ لو ماذونا کذلک ای علم اولا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہی اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادا بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسیطرح معزول ہو جاتا ہی یعنی اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ
وہ عزل حکمی ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ
فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ یعنی عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہی جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت میں اور جبکہ وکیل ہو ادا کرنے دین اور طلب دین
اور قبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولی نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما
لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہی وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جسمیں
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہی کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ
اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہی تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہی بسبب باقی رہنے محل طلاق کے اور موکل کے جس تصرف
کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کرسکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہی کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل
نے خود آزاد کردیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کرلیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی
اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کرلیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ بالقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاحق ہوا
تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہی ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہی کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقاے
عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہی انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہی جسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر
وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہی کذا فی الطحطاوی ولا تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع
فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ لبقی علیہ وکالتہ اور پھر آتی ہی وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل
کیا سو اسکو بیع ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی
رہیگا اپنی وکالت پر اولبقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا
پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہی تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہی بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید
حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیع ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہاں قدیم ملک
نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلا لا ینعزل مالم یصلہ الکتاب [illegible]
کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچیگا یعنی اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی اسمیں علم وکیل شرط ہی اور علم خط

بھیجنے سے ہو وکیل نا بنا تو عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اُسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہو اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہو اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ دراہم لیدفعہا الی انسان لیصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اُس آدمی کو دے جو اسکو درست کر دے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اُسنے موافق اُسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اُسکی ثابت نہین ابراہ عما له علیہ بری من الکل قضاء واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اُس دین سے جو اُسپر ہو تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہو کہ اُسکا اتنا ہو اُسپر علم یعنے سمجھا اُسنے دین معاف کر دیا لیکن اُسکا گمان یہہ ہو کہ میرے دس درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برات اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہو کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری اُنگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اُسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اُسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ٭ ومن قال اعط المال قابض خنصر ٭ فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر ٭ اور وہبانیہ مین ہو اور جسنے دائن نے کہا کہ دے مال چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اُسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال مین اُسکو خسارہ ہوگا یعنے دوبارہ اُسکو دینا پڑیگا وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ فقالوا یجوز التغییر ٭ اور جس موکل نے کہا بیچ اُسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اُسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اُسکے خلاف کیا یعنی اُدھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغییر کرنا وکیل کو جائز ہو ہم لبعہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہو ولبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہو وکیل کو مخالفت مذکورہ اسوقت جائز ہو کہ کلام مشورہ پر محمول ہو چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کرنا تو اُسکو جو خرید کرنا جائز ہو کیونکہ یہ کلام مشورہ ہو اُسکا بخلاف اسکا قول کے کہ لبعہ بالنقد یا یون کہا کہ لبعہ من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم ٭ وکذا قول الدین والخصم یحبر ٭ اور مال دینے مین وکیل کا قول مقدم ہو اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہو اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اسکی یہہ کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اسسے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اُسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہو بری الذمہ ہونے مین یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہو موکل کے اس قول پر کہ اُسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مین نے کچھ نہین پایا لیکن فقط درحق برات ہو نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی حق اُسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اُسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت ہوا اور اگر قسم نہ کھائی تو حق اُسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجا کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال الثمن البیع لیسلمہ منہ وضاع شطرہ ٭ اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا جاے یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال و بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہو کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے بھرلے تاوقتیکہ دلال اُسکا فرستادہ ہو بائع کیطرف ثمن پہنچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہو دعوے کے احکام مین لا یخفے مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوے کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین مناسبتہم

یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے لیکن کاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے یہی لفظ قول یقصد به الانسان ایجاب
حق علی غیرہ لغت میں دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمیں دفع عن حق نفسہ
سے کچھ غرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوے کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اسپر تنوین داخل نہیں کیجاتی وجمعها دعاوی بفتح الواو کفتوی
وفتاوی دُرر اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرها ایضا فیها محافظة علی الف التانیث
لیکن مصباح اللغات میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعاوی او فتاوے میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف
ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا
وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب حق قبل غیرہ خرج الشهادة والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوے عبارت ہے اس قول سے جو
قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول لازم مراد ہے تو غیر لازم
خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوے مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے کہ
شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی او دفعها دفع التعرض عن حق نفسه دخل دفع دعوی التعرض
فتسمع به یفتی بزازیه دعوے عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیه ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہوں تو یہ دعوے مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جاوے اور جب اسکو حجت ملے تو
تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوے قطع النزاع فلا تسمع سراجیه بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیه ہم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے
پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوے میں اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہے
کذا فی الطحطاوی وهذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنی تعریف دعوے میں اور دفع عن نفسه کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف
مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت
ہوئی تا دفع بھی دعوے کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف
عن المنازعة مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لهذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنی
زیادت دفع کی حاجت نہیں والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیها اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوے ترک کرے تو چھوڑ دیا جاوے
یعنی حاکم اس سے زبردستی دعوے نکرواوے والمدعی علیه بخلافه ای یجبر علیها اور مدعا علیه وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک خصومت سے
چھوڑا نہ جاوے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدة قاضیان کل فی محلة فالخیار للمدعی علیه عند محمد به یفتی بزازیه ولو القضاة فی المذا
الاربعة علی الظاهر و به افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیه کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس جاوے
حاضر ہو محمد رح کے نزدیک اسی قول کا فتوے ہے کذا فی البزازیه اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنابر قول ظاہر کے اور اسی کا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی
البحر ہم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار ہے اسواسطے کہ ابو یوسف رح کا قول ہی
مدعا علیه کی تعریف کے موافق ہے وقال المصنف ولو الولایة لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرة للمدعی نعم لو امر السلطان باجابة المدعی علیه لزم اعتباره
لعزله بالنسبة الیها کما مرارا کہا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر میں ہو تو مدعی کا اختیار ہے

ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اُسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہین کیا اس دعوی کی
سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قیاس پذیر ہی کذا فی الطحطاوی تحلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر
حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لمانہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ
فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا اُس صورت مین ہی جبکہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حکم ہوا اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی
اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہوا سواسطے کہ بلاشک
مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہی
چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا وركنها اضافة الحق الى نفسه لو اصيلا كلي عليه كذا او اضافته الى
من ناب المدعی مناب کوکیل ووصی عند النزاع متعلق باضافة الحق اور دعوے کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت
اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُسپر اتنا ہی یا نسبت کرنا حق کا اُسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع
اضافت حق سے متعلق ہی واهلها العاقل المميز ولو صبيا لو ماذونا في الخصومة والا الاشباه اور دعوے کا اہل وہ شخص ہی جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو
بشرطیکہ اُسکے ولی نے اُسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اُسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوے نہین کذا فی الاشباہ وشرطها اي شرط جواز
الدعوے مجلس القضاء وحضور خصمه فلا يقضى على غائب اور دعوے کی شرط یعنی جواز دعوے کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اُسکے
مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاسے مدعا علیہ غائب پر ولا بحضرة بمجرد الدعوے ان بالمصر او بحيث يبيت بمنزله والا فتحت بين اوجبلات ببينة اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو مجرد دعوے کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گھر رات کو جا پہونچے تو ہان
مجرد دعوے حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اُسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھائے کذا فی الملتقی ہم مدعا علیہ بعید کے حضار مین قول ہی بعضون
کے نزدیک اعتبار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ
ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ماتقدم ہی کہ مجرد دعوے مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہی یا فاسد اور یہ اُنکی غفلت
فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومية المال المدعى اذ لا يقضى بمجهول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہی جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ
مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا يقال مدعى فيه وبه الا ان يتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو ایسا مدعا بہ
بولنا درست ہی ہم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ متفقہین بولتے ہین مگر یہ مشہور ہی تو وہ بہتر ہی صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطها ايضا كونها ملزمة
شيئا على الخصم بعد ثبوتها والا كان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر لازم نہوتا تو
بیفائدہ ہوتا ہم جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوے کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وكون المدعى
مما يحتمل الثبوت فدعوى ما يستحيل وجوده عقلا او عادة باطلة لتيقن الكذب في المستحيل العقلي كقوله لمعروف النسب او لمن لا يولد مثله لمثله هذا ابنى
وظهوره في المستحيل العادي كدعوى معروف بالفقر اموالا عظيمة على آخر انه اقرضها اياه دفعة واحدة او غصبها منه فالظاهر عدم سماعها بحر وبه جزم
ابن الغرس في الفواكه البدرية اور دعوے کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوے کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہی تو اُسکا دعوے جسکا
وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب تیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہی
یا اُسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

بیان قیمتہ شرطا لیس کذا فی العمادیۃ وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بای القیمۃ یقضی اور یہ سب یعنی اشتراط ذکر قیمت عین کے دعوی مین ہے نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شے مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان
شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی
الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا مع ما مر فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو
بھی شرط کیا ہے اور اسی قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان عمادیہ مین
ہے وفی دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل اولا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا
ضرور ہے خواہ وہ چیز باربرداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت
رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ
والا فلا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق باربرداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر باربرداری
کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کی اسکی قیمت بیان کرے
بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ
غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک
بصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہے ہر مال ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع
بھی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحاوی
عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اسکے
حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحاوی
کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ پھر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوے ہے
نہ عین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدہ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کا بیان
جسمین وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوے کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو
بہتر ورنہ نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر عام ہو جا تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ
ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے
ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین ملتقی اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف
ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی
مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود
واسماء آبائہم ولا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور انکے
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان مین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم ملتقط مین ہی کہ اگر دار معروف نہو تو احتیاطاً زیادہ حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دکان یا اسکے حلیہ سے
تو مقصود تمیز ہی خواہ قول سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکر انہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہی کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی تاکہ وہ خصم
ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسلئے کی کہ بیان بیان تھا عقار کا کذا فی الطحاوی و ذکر انہ یطالبہ بہ بغیر حق
ان کان المدعی منقولاً لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر شئی ایسی ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے
ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اسکے پاس رہن ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لابد من بینۃ او علم قاضی لاحتمال تزویرہما
بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہی گواہی سے یا قاضی
کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض ہی بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر
یہ ہی کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو وھذا البحث علی الاطلاق قال فی الدعوی العقار ملکا مطلقا فیہ یشترط
اشتراط بینۃ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوے کرے ہم ملک مطلق وہ ہی جسمین ملک کا سبب ذکر نہو جیسا
شراء یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب و دعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر الی بینۃ لان دعوی الفعل کما یصح علی ذی الید یصح علی غیرہ ایضا بزازیہ اور غصب کا
دعوے اور قابض سے خرید کرنے کے دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہو ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہو کذا فی البزازیہ
ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہی جو فعل ہم ہر اور غصب و شراء ہو وہ ذکر انہ یطالبہ بہ لتوقف الدعوی علی طلبہ لاحتمال
کونہ مرہونا او محبوسا بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہی کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہو مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر
اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور شرط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہی سو اسکو سمجھو ہم شارح نے اشارہ کیا
کہ عقار و منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ شرط مطالبہ مغنی ہی اس سے ولو کان ما یدعیہ دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف
الا بہ اور جسکا مدعی دعوے کرتا ہی اگر دین ہو یا کیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوا اسکے تو اسکے وصف کا ذکر کرے اسواسطے کہ کیلی یا موزون ہو بے وصف
نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہی جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپیے
یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر
الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر سبب الم تسمع اور ضرور ہی مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور
نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوے کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا
ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض
یا ثمن یا غصب واذا ذکرہ ففی السلم اثبات المطالبۃ فی مکان عیناہ اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اسکو مطالبہ جائز نہوگا
اسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر بحثا اور مانند قرض اور
غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین
کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا
والا تصدر صحیحۃ لا یسأل لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوے کو پوچھے تو یون کہے کہ فلان مدعی نے تجھپر ایسا
دعوے کیا ہی سو تو کیا کہتا ہی سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوے کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال کرے

سبب ہو نہ وجہ جو ضامن ہے اسکے جواب سکے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہو اور قول فیہ یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے
مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فان اقر فیہا وان انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرے تو
خوب ہو یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر بغیر اسکے کہ ہو اوسے اور مدعی کو حق ہے اور یہ مدعی کی طلب کے ہم اگر مدعا علیہ
کہے کہ میں مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد اسکے پھر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو جبرا اقرار کرانا
ہم تجویز حکم کرنے میں تجب ہو لازم نہیں کذا فی الطحاوی والا یحلفہ الحاکم بطلبہ اذ لابد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی
اربع مسائل فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوے ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی
میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابویوسف رح کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ یہ ہے ایک یہ کہ
مشتری خدا کی قسم کھاوے کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے دوسرا شفیع قسم کھاوے کہ میں نے بغیر اشفعہ باطل نہیں کیا تیسری عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے نکاح کا
سے تو یوں قسم کھاوے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا چوتھی قسم کھاوے کہ میں نے انہیں نہیں بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال وزاد
علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور عارفین اور ابویوسف رح نے بلا طلب قسم واجب ہے الزام کیا میت پر دعوی دین میں
ہم صورت تحلیف بیان یوں ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے
کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسی کا تو نے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی
الحلبی عن البحر واذ قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نہ اقرار کرتا
نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہئے
وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع
الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور یہی حکم مدعا علیہ قید کیا جائے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابویوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ
بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا میں ابویوسف رح کے قول پر فتوی ہے انتہی ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل
کیا مشابہ تر حق یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا
نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا فیندفع التحلیف
بحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ للیمین ولا نکول
عند غیر القاضی مصنف نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمیں اسپر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور
بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس
فلو برہن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلفہ ثانیا عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم
کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر
جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن
باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہ ہوگی معتبر
نہ ہوگی ہم یہ مسئلہ مناسب ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے

پاس قسم کہائی مدعی کے استحلاف سے قاضی کے استحلاف کذا فی الحلبی وکذا لو حلف المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وقضا ان المدعی لم یضمن الخصم
لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کہا جائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کہائی تو مدعا علیہ
ضامن نہ ہوسکے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہے شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اسی شرط پر مال
ادا کرے تو پہیر لیگا کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پہیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل
سے جسکے یہ معنی ہیں گواہ مدعی پر ہیں اور قسم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباس یون ہے البینۃ علی المدعی
والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اسپر ہے جو انکار کرتا ہے طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اسواسطے کہ لام تعریف
استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوئی ہے جبکہ دران معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ تمام ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بہی یمین ہو تو
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی کذا فی العینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہے
بلکہ اسکو یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہے کذا فی العینی مسلم اور ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے
قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر
کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا سہیل بن ابی صالح ہے اور سہیل اپنی روایت کا منکر ہو تو حدیث کو حجت باقی نہیں رہی کیونکہ
منکر ہوئے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکے گی انتہی یمین المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انہ محق فی الدعوے وعلی ان الشہود صادقون ومحقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف
الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین فلا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود وکذا لو طلب الشاہد ان القاضی یحلفہ قبل بالمنسوخ لہ الامتناع عن
اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لیا جاوے کہ وہ اس دعوے
مین حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کہاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ
متخاصم سے دوبار قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دوبار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ
ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور ایسا ہی اسواسطے اگر شاہد چاہے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہے
اسواسطے کہ ایسا شخص اسکو ادائے شہادت لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم اپنے ہندوستان مین نصاریٰ کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلا جبر
حلف ادائے شہادت مین پادشمی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وہو الذی لم یذکر لہ
سبب احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق مین اولی بالقبول ہین قابض کے
گواہون سے اسواسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اسی کے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اسکی یہ ہے
شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون
ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین
ہے کہ اگر خارج نے ملک مؤرخ کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید بمورخ کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی
ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینۃ لذی الید اجماعا کما سیجی بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیسا کہ نتاج اور نکاح تو

قابض کے گواہ اولے بالقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آویگا اور صورت نتاج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ وہ چیز اُسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ دونوں کے گواہ مثبت ملک ہیں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونوں نے گواہ اُسپر قائم کیے کہ اُسنے نکاح کیا اُس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہیں تو ملک سے مراد یہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہو وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الاصح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ میں نہیں قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد مخاطبت اور معلوم ہوا کہ سکوت اُسکا آفت سے نہیں مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پہر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہو یعنی مستحب ہو نہ واجب وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف درر واطلاقہ ترجیحا قال المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہو حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہو علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہو مصنف نے اپنی شرح میں میں کہتا ہوں ہم پہلے تذکرہ کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہو مگر تین صورتوں میں ہم پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا میں چنانچہ گواہوں میں دوسری یہ کہ مدعی مہلت مانگے تیسری یہ کہ امید صلح ہو اقارب میں کذا فی الطحاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پہر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اُسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہو کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدہا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاضی علے المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوا فورا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذلا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ میں طرق قضا سات شمار کیے ہیں گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتواں یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھری چھری لیے نکلا پہر اس گھر میں فورا لوگ داخل ہوے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اُسکے خون میں ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا اور اسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہو کیونکہ اقرار خود حجت لازمہ ہو بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین میں داخل ہو اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہو تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہیں فتامل کذا فی الطحاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ والا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اسمین جسکا اُسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہو یعنے واجب ہو کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی مبطل حلف والا فان غلب علے ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اُسکا مخاصم نہ مانے سوا سے قسم کے اگر اُسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل ہو تو مدعا علیہ قسم کہا لے اور اگر ایسا نہو اس طرح کہ اُسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہو تو قسم نہ کہائے کذا فی البزازیہ ہم یہ مسئلہ مناسب ہو مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہائے اور نہیں تو قسم نہ کہائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی اج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اُنکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اُس قول کے جو شرح مجمع میں ہو محیط سے ہم شرح مجمع میں محیط سے منقول ہو کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں

[illegible]

اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کر چکا اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہیں اور اس میں احتمال
ہے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہی یعنی خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا یہیں تعرض نہیں مگر شرح صحیح کے حاشیہ میں صراحۃً ہے قول محمد رح کی
ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لعاکین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول فانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ
مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیہ عند العامۃ وھو الصحیح یقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین
کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا پھر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل
قول شریح کہ جھوٹی قسم دوسرے کی روا کے بہ نسبت عادل گواہوں سے اور اسواسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا
خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ولیظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا
ای بینۃ فی نہایۃ وعلیہ الفتوی بطلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی
نے مال کا دعوے بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی قول پر
فتوے ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے یعنی درر میں کہا ہے کہ اسکا کذب ظاہر ہوگا تو وہ معاقب بعقوبت
شاہد زور ہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو والا ادعاہ بسبب فحلف انہ ما لہ علیہ
ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی قہستانی وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اسپر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض وغیرہ پر گواہ قائم کئے تو
مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہ ہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادا سے قرض پایا گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ھو او ہی ورجعۃ جحدہا ھو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ
واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتأتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ
الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو
رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور استیلاد میں جسکا دعوے لونڈی کرتی ہو
اور اسکا بالعکس یعنی ادعا کے استیلاد مولے کا ممکن نہیں ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولی کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں بھی
قسم نہیں اس طرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال اسپر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا
اور وہ منکر ہو اور ولا عتاقت یا ولاء موالات میں بھی قسم نہیں ولا کا دعوے کیا شخص اعلی نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول
نے معروف پر اور حد اور لعان میں بھی قسم نہیں ہے امام رح کے نزدیک تحلیف نہیں ان اشیاء سبعہ میں خلافا للصاحبین رجعت میں بعد عدت کے
قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہوجاویگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلاء میں بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلاء کی
مدت میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلاء میں تو وہ بھی ایسا ہی خلاف ہے ویفتی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب والرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوے اسپر ہے کہ
قسم دیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے تو اسنے ام ولد ہونے کو نسب میں ملا دیا ہے یا رق میں غرض حاصل یہ ہے کہ قول مفتی بہ
تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوا حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فلیس

تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور یہ مجامد یعنی قذف اور لعان کی حد ہو تو اسمین قسم نہین باجماع ائمہ اور صاحبین کے نزدیک جبکہ حد قذف
کی متضمن ہو اسطرح پر کہ موسلے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا موسلے کا بصورت انکار جائز ہے سو اگر موسلے
قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہو گی نہ زنا ہم غلام یون کہے کہ مولی نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نہ کہے کہ اسنے زناکاری کی
تا اپنے موسلے کا قاذف نہ ٹھیرے کذا فی الطحاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن و لم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم دیا
سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاویگا
وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسط فی الدرر اور علماء نے کہا ہے قسم لیجاویگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین بشرح بیان کیا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر
حق العبد ہو واسطے اسکے ساقط ہو سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر و فی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف
اور فصول مین ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کا دعوے کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہے کہ وہ نکاح کر لے تو اس سے قسم نہ لیجاویگی و فی الخانیۃ
لا استحلاف فی احد و ثلاثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے آخیر مین بالتفصیل ذکر کر چکے
النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف و فرع علی الاول بقولہ فالوکیل و الوصی و المتولی و ابو الصغیر یملک الاستحلاف فالنیابۃ فی تحلیفہ
نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف
اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہے
اصیل کا اپنے وکیل و موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کا اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منہم الا اذا
ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور
صغیر کے باپ سے قسم نہ لیجاویگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاوے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اسوقت قسم لیجاویگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا
اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے درر فی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلثۃ ذکرنا والصواب فی اربع
و ثلثین لما مر عن الخانیۃ و زاد ستۃ اخری فی البحر و زاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف مرید الخشیۃ التطویل
سو ظاہر کلام خلاصہ مین ہے کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجاویگی سوا
تین صورتون کے جنکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس ۳۴ صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا
یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ۳۴ ہوئین اور چھ صورتین اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین
تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ و نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم
تو سب چوون ۵۴ صورتین ہوئین جنمین منکر پر قسم نہین اور ان سب کو شارح کتاب الوقف مین مذکور کر چکا ہے اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے
اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کر چکا ہے
تو یہ غلط افلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر
ہوتا ہے تا بتات یعنی یقین ہو اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہین ہے مثلا اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھا لے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے
میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاوے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چھینی سو اسلئے کہ آدمی اپنے فعل کو بلا
بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے

علم پر یعنے نفی علم پر یعنے یون قسم کہاے کہ وہ نہین جانتا ہے کہ دعوے مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر فعل علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اسکو
ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل به ای بالحالف وفرع علیه بقوله فان ادعی مشتری
العبد سرقة العبد او اباقه وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انه فعل الغیر وانما صح باعتبار
وجوب تسلیمه سلیما فرجع الی فعل نفسه فحلف علی البتات لانها اکد ولذا یعتبر مطلقا در عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہے
اللہم یا لیکن جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور تعلق ہو اور مصنف نے اسپر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے
مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوے کیا اور ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کہاے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قسم القطع
اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہائی اسواسطے کہ یمین
علے القطع موکد تر ہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی نفی علم کی اپنے فعل پر
کافی نہین کذا فی الدر عن الزیلعی ہم بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہو پھر اسنے یقین پر قسم کہائی تو کافی ہے اور اسکے ساقط
ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین یعنی بجائے حلف علی البت حلف علی العلم کافی نہین اور حلف اسپر واجب نہین اسکے نکول سے قاضی حکم دیگا انتہی وفی شرح
المجمع عنه ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربہا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یعنی
یمین علی العلم اسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجکو اس دعوے کا علم نہین ہے اور اگر اسکی واقفیت کا دعوے کرے تب یقین پر قسم کہائیگا جیسا کہ امانتدار
نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جبکہ اس نے اسکے علم کا دعوی کیا تو اب قسم یقین
علی القطع لازم ہوگی وفرع علے قوله وفعل غیره علے العلم بقوله واذا ادعی بکر سبق شراء له علی شراء زید ولا بینة یحلف خصمه وہو زید علے العلم
ای انه لا یعلم انه اشتراه قبله کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر فعل غیره علے العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوے [illegible]
کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اسکا مخاصم یعنی زید قسم کہائے علم پر یعنی وہ یون قسم کہائے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل
اسکے یعنی گذشتہ یعنی غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ہم اولے یہ تھا کہ شارح بجاے وہو زید کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا
فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علے وارث اذا علم القاضی کونه میراثا او اقر به المدعی او برہن الخصم علیه فیحلف علی العلم
اسی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم
یعنے مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہائے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث
سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسواسطے شرط ہوا
کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے
کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا طالب ہوا سو مدعا علیہ
نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اسنے یمین علے العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہائیگا
خلاصہ یہ ہے کہ دعوے عین مین تحلیف وارث علے العلم کی یہ شرط ہے کہ ان ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاہما ای الدین او العین
الوارث علی غیره یحلف المدعی علیه علی البتات کا وہب [illegible] وشراء [illegible] اور دعوے کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر پر
تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے کہ اسمین صورت کا حق نہین جیسا کہ موہوب اور خرید کذا فی الدر ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد

دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسنے اسپر قبضہ کیا یا اسنے دوسرے سے غلام خریدکیا پھر ایک مرد آیا اور اسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہے اور اسکے پاس
گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے نہ علم پر جیسا وہی نے کہا کہ یہ تعین کا دعوی ہے کما لا یخفی و یحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کھائے قصاص کا
منکر بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے ہم خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ قاتل پر قسم کھائے کہ واللہ
مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اُس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی مین نے عمدا فلان
بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سواے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھائے یعنی سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس
حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نکھائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونہ اقتص لان
الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہا البذل خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلا ہاتھ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوے مین مال کے مانند تو انمین ابتذال جاری ہے یہ برخلاف صاحبین رح کے ہم
ایکے نزدیک مین نکول ہے بجاے ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ما دون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ
اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ
لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین رح کے امام کی
دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یمین حق ہے کا
حق ہے تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ
بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور
مجتبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہون کا فاصلہ بلا ضرورت نہین
ویاخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن ہروبہ بحر فلیحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب بنفسہ
ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس عوض مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتبر
ضامن لے کہ اسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ
مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی کی
مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب
سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اسکا اسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ
مدعا علیہ غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت
سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یسئل رفقاءہ لو انکرہ المدعی بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے
تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس
دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے
غریب کی تفسیر مسافر سے اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن
علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب ثابت ہم
نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہے کما فی
الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لا علامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وفیہ
تقدم اور محمد رح نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ
مین ہے اور القنیہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ولغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت او شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم ازانجملہ ایک
یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہے اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا اور تیرے اوپر اس شخص کا مال نہین ہے وقیدہ
بعضہم بفاسق و مال خطیر اور بعض فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین و الخیار فیہ ای فی صفتہ
الی القاضی و قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا اختیار ہے ہم یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار
کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم و یجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے
تاکہ قسم مکرر نہو جاوے ہم یعنے یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین مکرر قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ
ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور شدت تغلیظ
یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب تغلیظہا علی
المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی پس ظاہر اس
کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب یعنی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن
قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوریۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل
الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل معتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ
قسم ہے اس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی
اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اسکے اعتقاد کے موافق ہو اگر کفارہ مذکورین سے
فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی
قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست
سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم مصطلح اسلام میں بت
ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین
کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین وتحلیف
الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا
طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ
حالف ہو جائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی
قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اسکا اشارہ گویا یون ہوگا

کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن الشامی ولو اصم ایضا کتب لہ لیجیب بخطہ ان عرفہ والا فباشارتہ اور گونگا
بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اُسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اُسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او
وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اُسکا باپ قسم کھائے یا اُسکا وصی یا جسکا قاضی نے منصوب کیا کذا فی
شرح الوہبانیہ ہم شارح کہتے ہین کہنا لازم تھا او ثم من نصبہ القاضی اسواسطے کہ قاضی اُسکی طرف سے نائب کو اُسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اُسکا
وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا حکم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق الغیر ہو بالیقین پر اُسکو تحریر کرنا چاہیئے پھر معلوم کر کہ قول المتقدم کہ نافقہ
کہنا بابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ خلوت مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لان فیہ توقیر لہا کبیسہ اور یہود اور نصاری اور بت پرستون
سے قسم نہلیجائے اُنکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ
مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور دین نے فتوی دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کیا لازم
کنیسہ پر یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی نفی سبب یتعمد علی الحاصل ای علی الصورۃ التی الیہا المنکر اذا کان السبب مما یرتفع
جو زائل ہو سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی حیثیت پر حاصل کی تفسیر یعنی مطالبہ ہے اور یعنی اخوی حاصل کا یہ ہے جو چیز سے باقی ہے اور
ثابت ہے اور واسطے اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے اور انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوگی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین بیع اور طلاق اور غصب
واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدلہ لو ہالکا وما ہی بائن
منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کیا اپنے اس قول
سے کہ مجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور مجھپر اُسکا پھیر دینا واجب نہین
اگر وہ قائم ہو یا اُسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہوگیا ہو اور وہ عورت مجھ سے بائن نہین ہے دعوی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس
کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کا عدم ثابت نہین لا علی السبب
ای باللہ ما نکحت وما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم سبب مرتفع پر یہ ہے کہ مجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح
نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لینے نظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اُسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور
بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک یمین تو یقینا سے حق مدعی کے واسطے ہو تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور وجہ
تو سبب کا ہو طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور ایسا ہی بعد اقالہ بیع واللہ
ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور طلاق بائن بعد تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من تحلیفہ علی الحاصل
ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لا یراہما لکونہ شافعیا
فیصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر
قسم کھاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر جیسا کہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین سمجھتا
بسبب شافعی مذہب ہونے کے کیونکہ اگر صادق ہوتے اُسکی قسم کے حاصل پر اُسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی مذہب مین شفعہ
جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی المذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین سے
مدعی کا ضرر ہے تو بیان سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہے

شفعہ جوار اور ثبوت کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین تو اصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ
وانما بمذہب المدعی وفیہ خلاف والاوجہ ان یسأل القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف یعنی کہتا ہون اور قول سابق سے مراد
یہ ہو کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہے علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ
جوار کا معتقد ہے یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پس تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو تو اصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو
تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحاوی وکذا اذا تضررت علے المدعی اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع ابدا ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر
رقہ اور اسیطرح لیے سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے ابدا ثبوتا ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہے سبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الامۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما بالحاق حلف
سوالا ہما علے الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے
دونون کے مالک کو حاصل پر یعنی مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس
احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے عود کیا ہو تو اس یمین
کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا اذا تضرر المدعی او سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ
تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم
باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ اور فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوے یا اقل سے
اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیا قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے پچاس
درہم کے دعوے مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید
میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا وشرعا
کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ
سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم کہتے واجب سے واجب شرعی مراد
نہین کہ سچی قسم کھانا ناجائز ہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہے ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ
دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان
قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے
سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کر دے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا
قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہے بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے
مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہے بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری
یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسیطرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر
ہم رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم
وبرہن قبل والا فلہ تحلیفہ مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اسنے کہا کہ تو مجکو قسم دے چکا ہے ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہوا اور نہیں تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال
انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسپر طلاق کی قسم
کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاونگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ھم ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف احد المتبایعین
کے اتفاق فریقین سے قاضی کا حق ہے اور رعایت جانب مدعی اولے ہے تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے میں مدعا علیہ معذور رہیگا اور
قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال
حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہے قسمون کے باہم قسم کھانے میں لما فرغ من الواحد ذکر یمین الاثنین جب مصنف ایک شخص کی یمین اور اسکے حکم کا ذکر کر چکا تو اسنے دو کی یمین کو ذکر کیا
اذا اختلفا المتبایعان فی قدر الثمن او وصفه او جنسه او فی قدر المبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ جب متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کی
مقدار میں یا اسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوے کو روشن اور ظاہر
کر دیا حجت اور برہان سے ھم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے کہ پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع
کہے کہ ثمن بدراہم جید تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دینار تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا
وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوے پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات
اثبات کے واسطے ہیں ھم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں ہے ان اختلفا فیہما ای الثمن
والمبیع جمیعا قدم برہان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونون میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر
ثمن میں اختلاف ہو ھم صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو
ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولے ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولی ہیں مبیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو
ملینگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی عن النہایہ وبرہان المشتری لو فی المبیع نظرا الی اثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف مبیع میں ہو
بنا علی اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے
تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا نہ رہا ھم صورتہائے ثلثہ میں ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع میں اختلاف تیسری یہ کہ
ثمن اور مبیع دونون میں اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من له الخیار اور اگر متبایعین میں سے کوئی
راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونون قسم کھاوینگے جبتک کہ بیع میں خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ھم دونون قسم کھاوینگے اسواسطے کہ
ہر شخص دوسرے کے دعوے کا منکر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون قسم نہین کھاوینگے اور خیار میں بائع
مشتری کے مانند ہے وبدا بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا
کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنے مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہے جبکہ عین کی
بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے ہو
اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول بعض

یہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم بیع مقابضہ اور صرف میں اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح
اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل میں تو بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض ہزار نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے
کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادت میں ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکہ تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب
احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما بحر اور بیع فسخ نہیں ہو جاتی دونوں
کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ تعاقدین
کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہیں ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ
بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونوں میں سے قسم نہ کھائے اسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے
اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور جنس مبیع بعینہ موجود ہو تو دونوں قسم کھاویں اور
باہم رد بیع کریں وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا ولو فی ضمن شیء کالاختلاف فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی
تحالف اور فسخ اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک
میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خریدا مشک میں جسکا وزن سو
رطل ہے مثلاً تو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھا
تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن میں اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسی کذا فی العینی کما لو اختلفا فی وصف المبیع
کقول المشتری اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریۃ چنانچہ اگر دونوں صفت مبیع میں اختلاف کیا جیسا کہ
مشتری کا یوں کہنا کہ میں نے اس غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ شرط نہیں کہی تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اور قسم نہیں دونوں پر کذا فی الظہیریۃ ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن میں اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر
وصف مبیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہیں وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد
نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض لبعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونوں
کے سوا میں تحالف نہیں اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط
خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہے کہ وہ تا ادائے
ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری
ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول
بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر
اور شافعی نے کہا نہیں بھی دونوں قسم کھاویں ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونوں پر نہیں جبکہ
متعاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے
لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری او قسم کھائے

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے گواہ اولیٰ ہین جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول
کے برابر ہو یا اُس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تو زوج کے گواہ اولیٰ بالقبول
ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاہد لکل منھما بان کان بینھما فالتھاتر للاستواء ویجب مہر المثل
علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین کیونکہ برابر ہوئے
کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون کے درمیان ہو
بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدر وان عجزا عن البرھان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المھر
بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع کے یعنی ہر ایک کی
قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح مین بخلاف بیع کے کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے
کذا فی الدر ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجاوے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے
پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ اور تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہ
یعنی تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا زوجہ کے موافق ہو یا اقل یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر پانچ
مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا کم
اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل مھر
مثلھا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولھا لو کمقالتھا او اکثر وبہ لو بینھما ای بین ما ادعیۃ یعنیہ
اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور
زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر
والمستاجر فی بدل الاجارہ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدی بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدۃ
ولو برھنا فالبینۃ للمؤجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت
حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہون اور موجر کی
قسم سے ابتدا کیجاوے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین عدم استیفائے منفعت
مراد یہ ہے کہ استیفائے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفاء بجاے استیفاء ہو وجوب اجرت مین
یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ اور بعد استیفائے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے
اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفائے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفائے منافع
فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر
لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفائے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوینا
اور عقد اجارہ فسخ کردیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اُسکا مانند عقد ہے

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکورہ یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول ہوگا مگر جبکہ مدعی
اسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ یمنع الدفع
بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اسکے دعوی ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے
جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای نفسہ
فاذا برھن لم تندفع بالبینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب متفق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل مالک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو
ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہ ہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے
خرید کیا اور اسنے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ
مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وھی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی کہ
خرید کرلی ہے تو اسکو دینے کا حکم ہوگا تاکہ قضا علی الغائب لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہوا اور تصدیق میں
تسلیم نہیں ہم طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسی طرح
علامہ ابو السعید نے کہا کہ کچھ عجب نہیں اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار الدرر وغیرھا علی دعوی الشراء اتفاقی فلذا قال او ادعی
انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذو الید ان ھذا الغائب اودعہ عندہ واندفعت لتوافقھما ان الید لذلک الرجل یعنی
اختصار کرنا صاحب درر وغیرھا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہے اسواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہے اسکو فلانے غائب نے
غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے
دونوں کے اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لا تندفع وان زعم ذو الید ایداع ذلک الغائب استحسانا
بزازیہ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہ ہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا
از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوھبانیہ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی
الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وھبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوے کہ زید کی ملک ہے اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا
خصم نہوگا بقول صحیح حتی یا مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوے اجارہ بمنزلہ دعوے استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد مالک عین کا مدعی نہیں
اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رھنا او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن او شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل کہ مشتری تو سب کا
خصم ہے یعنی جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ
شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع فیمھل الی المجلس الثانی صغرے اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوے مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو مہلت اسکو
قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغرے للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات اور مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر
جائز ہے کذا فی الدرر یعنی اگر مدعی کے گواہ نہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اسکا تمام
ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں انتہی

تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی والتحلیف المدعی بعلم العلم ۔۔ انما عرفی البرازیہ اور اسکو ملتقی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے ہم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوے مدعی کا بانکار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے دفع میں اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہو یا اسکو کرایہ پر دیا کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکل مقلد ۔۔۔ المالک البائع بالعتق بالمبیع ۔۔۔ ان کا ان لکنہ کیا وہی ۔۔۔ نہیں ہیں جانے کہ کیا یا سو دوسری گواہ لالی اسپر کہ مولی نے اسکو آزاد کردیا تو دعوی غلام کے واسطے دفع مقبول ہوگا اسکو ۔۔۔ سے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے دعوی کرنے میں اپنی تیسرے شخص پر دعوی کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق اسم لم یذکر سبب ملکہ علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمیں سبب ملک کا ذکر نہو جیسا کہ گذرا پس خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہا فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نکریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت میں وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ماذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا ایک مہینہ سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ہم شرح التنقیح میں جامع الفتاوی سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد میں تاریخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یون ہے کہ بقول ابو یوسف رح کے حکم کیا جاے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم شرح النقایہ میں بجاے یقضی لفظ یفتی ہے وہو الاظہر ولو ہما خارجان علی شئ قضی بہ لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ہم دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداود میں ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوے کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادتین حجج شرعیہ میں تو جہاں تک امکان ہو عمل واجب ہے اور یہان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ شاید ایک ہی شہود اعتماد کر کے اوقات مختلفہ میں ہوسکتا ہے کہ گواہی

مدعیون نے سبب ملک کا ذکر کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر ایک کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف
ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنے لینے مین کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نرہی اور شاید
اسکی رغبت پوری چیز مین ہو اور ہوری پر وان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف
لینے کو چھوڑا دونون کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اسکو جائز ہو وہو ای ما ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الآخر الیہ
سراج اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونون نے دعوے کیا اس مدعی کی ہو جسکی تاریخ سابق ہو اگر دونون نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اسنے دوسرے
لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہو جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ
کے واسطے کذا فی الطحاوی وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہو اگر دونون مدعیون نے
تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہو وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما
وان لم یوقتا فقد مر ان لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا قبضہ
(وقت بیان کیا ۱۲)
نہین اور اگر دونون نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ
ورہن ولو مع قبض اور دعوے خرید احق ہو ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ہم وجہ ترجیح خرید یہ ہو کہ معاوضہ ہو جانبین
سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہو اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہو اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہو کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہو
بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہو جبکہ دونون مدعیون نے
تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہو اپنے قوی ہونے کے سبب
ولو ارخت احدہما فقط فالمورخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہو تو تاریخ والی چیز
مقدم ہو ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنے اس صورت مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین
وہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہو واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار
والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہو اس چیز مین جو قابل
قسمت ہو چنانچہ کہ اصح قول یہ ہو کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہو اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے
ہو نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر ہم یہ رد ہو عمادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہو اور اس مسئلہ مین شیوع
طاری ٹھہرایا ہو جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحاوی والشراء والمہر سواء فینصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او الفسخ لما مر
اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا
بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوے کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا یا دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہو مشتری کو فسخ بیع مین اختیار ہو بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان
احق یہ یعنی استواء خرید اور مہر اسوقت ہو جبکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو

یہی احق ہی قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ او رہن او صدقۃ عمادیہ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر فلذا اطلاع مصنف نے خرید کی قید
لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہی ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہی چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہی صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلطی کی نسبت کرکے صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین
کی یہ ہی کہ وہ یون سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہی کہ میں اسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہی کہ میں نے اس سے نکاح کیا حالانکہ
یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہان انکے نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہی وہان نکاح سے مہر مراد ہی یعنی عقد چنانچہ یہ اوضح کلام محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہی کذا فی البحر
فہم سیکو النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فتکون لہما لکن انکحہ لا تفریق بیان برابر ہی نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا ایک
مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرا کی مملوک ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ ... غور کریگا اسکا حکم وجہ تو یہ ہی کہ
خرید اور نکاح میں منافات نہین یہ بحث ہو صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وہبہ مع قبض احق من رہن بلا عوض یعنی ہبہ احق ہی اور رہن مع القبض اور
احق ہی ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان اور وجہ استحسان یہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور موہوب بحکم ہبہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان اولی ہی
اور قیاس یہ ہی کہ ہبہ اولی ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہی بخلاف رہن ولو ہبہ احق لانہا بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ
بعوض ہو تو وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار بیع ہی اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہی رہن سے ولو ارخا وہما استویا الا من یوارخا
واحدہما اسبق اور اگر شخصون نے تنازع کیا ہی دونون دعوی کے قبضہ میں ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہیں تا وقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور ہو اور ایک کی تاریخ
سابق تر ہو یعنی در صورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہی وان بین تاریخا جہان علی ملک مورخ او شراء من واحد غیر ذی ید و
بیّن خارج علی ملک مورخ وذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ایک ملک مورخ پر یا خرید مورخ پر
ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور اقدم ہو تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہی جس بائع میں غیر ذی الید کی قید شارح
نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا انہیں میں وان برہنا علی شراء متفق تاریخہما او مختلفا ہی

وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق فلا بد من ذکر المدعی وشہودہ
انہ فی ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شہدوا انہ ملکہ فذلک ان بیدہ اور اگر خارجین گواہ لائے ایسی خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہیں
یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی دعوی کرتا ہی دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہیں اگر بائع
متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہو تو صاحب وقت احق اور اولی ہی یہ ضرور ہی کہ مدعی اور اسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مثبت ملک ہو اسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبضہ کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبضہ نہیں قبضہ سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمیں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ میں ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد دیا اور قبضہ کا
ذکر نکیا اور نہ تسلیم کا اور نہ ملک بائع کا اور نہ مشتری کی ملک کا تو دعوے اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اسکی ملک
کی تو اسمین فقہا مختلف ہیں کذا فی المحیط وان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب
ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوہا ولو عند بائعہ فذو الید احق من خارج
اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو
ایک ہی بار ہوتا ہو نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز نتاج کے مانند مکرر نہ ہو جیسا کہ نسج جسکا اعادہ نہ ہو یعنی شال جسکا

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور سوئی کا کاتنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرر کے اگر یہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید اولی ہے خارج سے بالاتفاق ھم نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہوا ہو یا اسکے بائع کی ملک میں یا اسکے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور یہ اسباب نتاج ملک کے مثل ہوئے کذا فی الطحاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلاً کغصب

او ودیعۃ او اجارۃ ونحوہا فی روایۃ درر او کان سبباً یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علے اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوے نتاج میں ذی الید اولی ہے مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے وغیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوے ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا کر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کے اسواسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہے اور ہمنے جو بیان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ حمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے خلاف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسیطرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ انسان کاٹ کے اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اسکو پانی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوے کیا کہ یہ گیہوں ہمنے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہے اسکے پاس جنی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا اسکا نتاج منصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہے کذا فی الطحاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید عینی علے الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی یدمن معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خریدکرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوے ہو وہ اسکے قبضہ میں چھوڑا جاوے گا جسکے پاس وہ ہے ھم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضے للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خریداری پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا ھم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور دونوں بالاجماع تساقط ہیں بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضاً تہاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین ؟ اور محمد ؟ کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ھم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل ہو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارثوں کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت
اسکی اوسکا جنایت کو دیدی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی و بطریق المنازعۃ اجماعا و ہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم
قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ فضولیین کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ
غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں
مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی و بطریق المنازعۃ عندہ و العول
عندہما و ہی ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب و اذا ادعی الرجل الکل و الوصیۃ بعینہ و الاخر بنصفہ و ذلک الخ تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے
امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور
جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف
معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل و نصف غلام کی وصیت یہ تیسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل و نصف مال کی وصیت
میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب
کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین
ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا
فی الطحطاوی و بطریق العول عندہ و المنازعۃ عندہما و ہو خمس کما بسطہ الزیلعی و العینی و تمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام رح
کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا
بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک نے اسکو سو درم دیے یعنی کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ
بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث
منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ اوسکا قرضہ صرف اسکے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اسکے نصف میں دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور
صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً
قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے
پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام رح
کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اسکی قیمت دیدے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع
میں سعی کرے اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاثا بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک
تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر و الاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او لاحدہما
شائعا و للاخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام رح کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین
یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہے ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعًا انتہی کہ مین تبیین مقبول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعًا فی البعض
دونون اکل ہے چنانچہ بحرالرائق مین صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وعندہما ثبتا معا کے لشیوع فولیتہ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور رضا مین ہے مگر یکہ جبکہ دونون حق ساقط بطریق
شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونون حق وقت مختلف ہین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے سے موجب اتفاق اور اختلاف امام کے ہے اور صاحبین اسکے مسائل مذکورہ ہین لو الدار
فی ایدیہما فمعی للثانی النصف لا بالقضاء والنصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضے مین ہو یعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہے اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی
ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو نصف بلاقضا انتہی اسلئے کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو
مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا انتہی کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کی
کہ قبضہ مین ہے اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ جمع ہوے تو خارج یعنے مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی
ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا وآخر نصفہا وآخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے
قبضہ مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوے کرتا ہے اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام کے
نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام کے نزدیک قسمت اس مسئلہ کی چوبیس
سہم سے ہوتی ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک گیارہ سہم سے قسمت ہے یعنی چھ سہم
مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے تین سہم اور مدعی ثالث کے دو سہم اور اسکا بیان شرح طحطاوی مین بتشریح ... مشتمل ہو بخوف تطویل ہم نے
اسکو ترک کردیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی ایدیہما او احدہما او غیرہما وارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لاوے
ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی
پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطے شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی
عمر کے موافق ہے اسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صحیح ہے فلو لم یورخا قضی بہا للذی الید سو اگر دونون مدعیون نے
تاریخ نتاج بیان نکی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور
دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہا بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما
قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتدبر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ
مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر انکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے
قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہ یعنے مصنف کی تعبیر وان لم یوافقہا بہتر ہے اس تعبیر سے
جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو
شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا
لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اسنے ودیعت رکھی
تو دونون برابر ہین یعنے اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہوجاتی ہے ہم اس
مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب ہوا اسواسطے ہوجاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب ہوتا ہے اور بیان

ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور بیان مدعا علیہ منکر ودیعت ہو تو گواہ یا دونون مدعیون نے زید پر جو دعوے کیا لہذا دونون
شاہدی ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ بالعقل وعبارۃ
الاشباہ والدیۃ یعنی لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور
قتل مین اسی طرح ہو مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہو اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہو ہم وجہ حریت یہ ہو کہ
وہ اکثر یہی ہو اور یہ اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر
حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کا طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک
شخص نے دوسرے کی تہمت کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہو تو اسپر حد قذف جاری نہوگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہو تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کو
ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہو تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تاوقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنی قتل اور
عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہو اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہو جو موجب دیت ہو کذا فی الطحطاوی اھ مصنفا بتصرف وینبغی فلو ادعی علی مجہول الحال حریۃ ام
انہ عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنی جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوے ہوا کہ وہ غلام ہو سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسکا قول قابل تصدیق کے ہو بسبب متمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
یعنی حریت سے والابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہو آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے
جنمین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہو جاتی ہین کہا کہ جس موضع مین ایک شی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہا اسکے قبضہ مین
ہو تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کہائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا
انتہی لابس ثوب اسواسطے احق ثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہو آخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہو تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید
اولی ہو خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہو مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق
من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہو لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہو اور دوسرا لگام پکڑے ہو اور دونون دعوے کرتے ہین
کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہو بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہو وہ احق ہو اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہو یعنی
اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہو وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہو اس شخص سے جسنے اپنا
کوزہ اسپر لٹکا دیا ہو اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہو دوسرے کے تصرف سے ہم حمل بکسر حا کو کہتے
ہین اس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ وراکبی سرج اور جو فرش پر
بیٹھا ہو اور جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش
جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہو اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا
وہ فرش اٹھا لیا جاتا کذا فی الدر المختار کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ہدبتہ ای طرفہ الغیر منسوجۃ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق
برابر ہین مانند ان شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہو اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہو نہ وہ شخص برابر ہو جسکے ہاتھ مین
کپڑے کا ہدب یعنی جھالر ہو ہم ہدب یعنی کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہو بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا

حیث لا یقضی لہا لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا علم انہا لیس فی ید غیرہما یعنی بخلاف ان دو شخصوں کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں
حکم لگایا کہ قبضہ ہے کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو
شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضہ میں ہو اور یہاں یعنی مسئلہ جلوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخص کے سوا اور کسی کے قبضہ میں
نہیں ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب فبان تکون
الخشبۃ مرکبۃ فی الآخر لدلالتہ علے انہما بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اس شخص کی ہے جسکی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں
یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل
ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور پیچی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال
تربیع کے اسپر کہ دونوں دیواریں ساتھ ہی بنی ہیں اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مربع بنائی جاتی ہے ہم اتصال
دو طرح ہوا ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو
اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑی
کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدر الطحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت میں اختلاف ہے اور قول ظاہر یہی
یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو ایسا مکان کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں متصل ہوں اس کی دیوار
مقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اسوقت میں کل مجموعہ کے حکم میں ہوگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب
وادخال او ہرادی کقصب وطبق یوضع علے الجذوع اسکی دیوار نہیں جسکی دیوار میں اتصال ملازقت ہو یعنی لگا ہوا ہو یا ادخال لبنات یا چولی دیوار میں نقب یا او
ادخال ہو یعنی سوراخ کرکے لکڑی اسمیں داخل کرنا یا اسکی دیوار نہیں جسکے بنگلے ہیں مانند بانس وطبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں ہم ہرادی جمع ہے ہردیہ
کی بکسر یا منع النقاد اور درر میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں پر رکھی جاویں اور انپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند انکو بنگلا یا پرکم یا تختہ یا چھپا
کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگلے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یمنعن صاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد
احق منہ خانیۃ بلکہ بنگلے والی دیوار دونوں پڑوسیوں میں مشترک ہے اگر دونوں اسمیں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بنگلے والے کی مخصوص نہوگی یا کہ ایک
دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیۃ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی
الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ
دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھنے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا
بیان اسکا عینی وغیرہ میں ہے ہم کہتے ہیں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت ومجاورت اور وضع جذوع ومحاذات
پس تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی وللمالک حق المطالبۃ برفع
جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئی ہوں
انکے اوٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کر دینے سے اور صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں اگر دھنیوں کا مالک انکا اوٹھا لینے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اسلئے کہ ابراء عیان
میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمہ ثابت ہو اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچڈالے تو مشتری کو

سے طالب رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب نیچے والے دہ نیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھتے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی فذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا ایک گھر کے جسمین بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس گھر میں اسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ کے مانند ہم صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور سہارا رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرہ کا نتیجہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی پینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمین جھگڑا کرین تو اُسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے یعنی آب پاشی مین تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جسکی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اُسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنا ای الخارجان علے ید ذی کل منہما فی ارض قضے بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین تھا تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضے بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمین تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اُسنے اسمین اینٹین پاتھین یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے ہم یعنی تمام اشیاے مذکورہ اسکے قبضہ کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال و شہدوا ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقاءہ مالم یوجد المزیل دُرر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اُسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کرے کذا فی الدرر صبی یعبر علے نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اُسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو دریصورتیکہ اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اُسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جبکہ اُسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو ایسا یہ کوئی نہین کہ سکتا کہ اقرار صغیر کے حق مین معتبر نہین علے الخصوص کہ اُسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لان قران التناقض فی دعوے الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اُسنے آزادی کا دعوے کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ دعوے حریت مین تناقض صحت دعوی کا مانع ہے نہین ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہم

باب دعوے النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوے مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نرہا ہو والاول اقوی لسبقہ واستناد ہا

بوقت العلوق و الاقتصار دعوۃ التحریر علی الحال فینفسخ اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہو بسبب اسکے سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت
علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب بیان واضح ہوگا بیعۃ ولدت لاقل من ستۃ اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع
ثبت نسبہ منہ استحسانا لان العلوق فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں جسوقت سے
کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوے کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں
اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہو تو اسمیں تناقض معاف ہوگا مصنف نے بیان قیاس چھوڑا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہو زفرؒ اور امام شافعیؒ کا ۱۲
کہ بائع کا بیچنا اقرار ہو اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہو ام ولد نہیں تو اب دعوے نسب کا صحیح تناقض ہو بیان استحسان یہ ہو کہ بنا نسب پوشیدگی پر ہو تو اسمین
تناقض معاف ہو جبکہ یقین ہوا ولادت سے کہ علوق ہوا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہو کہ میرا نطفہ نہیں تھا
پھر ظاہر ہوتا ہو کہ نطفہ اسکا ہو تو یہ عذر ہو سکتا ہو اعتبار تناقض کے ساقط ہونے میں اذا صدقت المشتری فصارت ام ولدہ فیفسخ البیع ویرد الثمن اور
جبکہ دعوے نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا الا بائع کے زمانہ کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو
پھیر دیا جائیگا ولکن اذا ادعاہ المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ و ابتنائہ باقرارہ وحمل علی انہ نکحہا ثم استولدہا ثم اشتراہا لیکن جبکہ
ولد کا دعوے کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد
ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوے اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر
استیلاد کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاہ معہ ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کام اور اگر مشتری نے
بائع کے دعوے کے ساتھ دعوے کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوے کیا تو اسکا دعوی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہو اور بائع کی دعوت استیلاد
ہو تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد
لفوات الاصل اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے یعنی حکم میں
اصل ولد ہو اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ ویرد
المشتری کل الثمن وقالا حصتہ اور بائع ولد کو لے گا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین رح نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے
واعتاقہما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتہما فی الحکم اور دونون کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونون کی موت کی مانند ہو حکم میں
ہم قولہ الولد واو یعنے او ہو جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہو جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے
دعوے کیا کہ وہ میرا بیٹا ہو تو دعوے صحیح ہو اور اسکا نسب اس سے ثابت ہو اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوے صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو
تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوے صحیح ہو اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہو پھر جب اصل میں صحیح نہوا
تو تابع کے حق مین بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الفتح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا
ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہو اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال
نہین ہو اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے
کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے یہ جواب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہو ونقلہ فی الدرر والمنح
عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہو اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں ہو مبسوط سے نقل

ھم ورد مین ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام رح کے نزدیک یہ قول صحیح تمام
ثمن پھیر دے چنانچہ مبسوط مین انتہی اور کافی مین ہے اور ظاہر سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیرے نہ اسکی ماں کا حصہ بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الدر والطحطاوی
نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد رح نے امام رح سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے
اپنے مختصرون مین اور اسیطرح شمس الائمہ سرخسی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اُسنے اسکی تصحیح کی ہے
چنانچہ عزمی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا وموتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واقتضیا برد حصتہ وقیل الامر حصتہما
وفی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوے کیا لیکن آزاد کر دینے اسکی ماں کے یا اسکی موت ہو گئے تو ولد کا
نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین رح نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن بھی آتا ہے بالاتفاق الاعتاق
پھر یہانسے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ
المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی
الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت
ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی یعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ہم ثبوت نسب مین مشتری کی
تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی بائع کا ام ولد یعنی اصطلاحی
اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے
تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنگی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا الثقی لو ولدت
فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فکذلک کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والالا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین یعنے سات
مہینے سے تئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی
ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا
یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع
اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت
ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک
برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والاخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت
نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کم مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے
زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوے کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اسصورت
مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفے سے
پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوے بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہو گی
اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض
بائع نے اس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوے کیا تو اسکا نسب

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع اسکا پھر جانا اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنے اور حق دعوت محتمل
نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا
او آجرہا او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے
ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اسکی
فرزندی کا دعوے کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف
اعتاق جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین یعنی
علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ
حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فتقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنے وہ
توامین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو
دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے
اور عتق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا اگر لونڈی کو حاملہ خریدا اور بعد
اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے ان میں سے ایک لڑکے کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری
ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقتصر رہیگی کذا
فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا مجتبی
پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے
بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ یعنی
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ
بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید
غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت
ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہانتک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقرلہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقرلہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ
بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ
نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہوسکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ
بیان کیا ہے اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ اگر قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا
یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہاں تین عبارتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری
عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دو ہی عبارتیں ہیں انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ لا الخ یعنی اقرار ثانی کی

ظاہر امیرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسوا اسکے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرے نفی نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا کہ ہذا اذا صدقہ الابن وانہ
فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہی ثبوت نسب صغیر اس صورت مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق
کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل یہان جاری ہے جہان صغیر اپنا حال
بیان کرسکتا ہے ورنہ اگر الاب الاقرار فیہ بین علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ
اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہین ہے واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنے تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہتہ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے
کہا کہ مین اسکا وارث نہین ہون پھر اسنے دعوے کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوے صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین
تناقض معاف ہے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنے وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ
ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوے کیا یعنے یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوے صحیح نہین جب تک کہ دادا کا
نام بیان نہ کرے ولو برہن انہ اقر انی ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر
گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ مین اسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین
مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنے جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ
اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوے کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو
یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع
الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتے لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوے کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر
مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا
باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والاصح
تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات لم یکلف الابن للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ
مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہے اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر
قسم نہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنے مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو
فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے
دعوے پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار
کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین
ہے نہ ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ
حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا
اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا
یعنے مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم

دار الاسلام وعزاه للتحفة فليحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل لقیط کو مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اسکو تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأة لصبي معهما هو ابني من غيرها وقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما ان ادعيا معا والا ففيه تفصيل ابن الكمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہے اگر دونون نے ساتھ ہی دعوی کیا اور اگر ساتھ ہی دعوی نہین کیا تو اسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہے اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت مین ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وهذا لو غير معبر والا بان كان معبرا فهو لمن صدقه اور یہ یعنی دونون کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قيام ايديهما وفراشهما يفيد انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنی زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونون کا ہے طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فهو ابنهما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة اشتراها فاستحقت غرم الاب قيمة الولد يوم الخصومة لانه يوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق مالک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا وهو حر لانه مغرور والمغرور من يطأ امرأة معتمدا على ملك يمين او نكاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وكذا الحكم لو ملكها بسبب آخر باى سبب كان شراء كما لو تزوجها على انها حرة فولدت له ثم استحقت غرم قيمة ولده وسواء اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق مالک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومة فلا شئ على ابيه لعدم المنع كما مر وارثه له لانه حر الاصل في حقه فيرثه اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہین بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق مین تو وہ اسکا وارث ہوگا فان قتله ابوه او غيره وقبض الاب من ديته قدر قيمته غرم الاب قيمته للمستحق كما لو كان حيا سو اگر لڑکے کو اسکے باپ نے قتل کیا یا سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو جیسا کہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد ولو لم يقبض شيئا لا شئ عليه وان قبض اقل لزمه بقدره عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہین اور اگر اسکا خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها اى بالقيمة في الصورتين كما يرجع بثمنها ولو هالكة على بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیرلے دونون صورتون مین یعنی ایک ملک اور تزویج مین جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرلے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرلے ولو كان اولدها المشترى الثاني لكن انما يرجع المشتري الاول على البائع الاول بالثمن فقط كما في المواهب

دعویٰ کیا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا قیمت لڑکی
کذا فی المواہب بخلاف العقر یا الذی اخذہ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات
القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل یعنی جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے
حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے
اور کتاب الاقرار میں بھی اسکا ذکر آویگا فروع مسائل لاحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے منجملہ ان مواضع
مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعویٰ خطا میں صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ
اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہ ہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا
دعوے کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعویٰ مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور ہبہ بینونت خفائیہ بینونت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ
ایک کپڑا اسکے مال میں لپٹا کر دے گیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعویٰ مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی
عن حواشی الاشباہ لاتسمع الدعوی علی غریم میت دعویٰ مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر
ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ
فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعویٰ مسموع نہیں مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبضہ میں کر دے تو اسپر دعویٰ مسموع ہوگا
ثلث مال پر زیادہ ہونے سے حکم یہ استثنا منقطع ہے کیونکہ زائد غریم نہیں ہے جبکہ واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیرد المبیع لتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت
ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس
مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دوسرے وصی میں انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو شلبیہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر دو قول ان
لیتے ہیں از انکار اور عدم ہے انہ واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی المیت واستحقاق مبیع ودعوی ابق
قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعویٰ دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعوے عبد آبق میں حکم تینوں کا لا ذہان میں بزازیہ
سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے
دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا
میرے امر سے اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق بغیر نکلی گواہوں سے
تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے
نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اسکا
غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھاے تو اسکو دیا جائے
اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہو اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی
الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوے الآبق اقرار جمع نہیں ہوتا بینہ
کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوے کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعوے میں مگر چار صورتوں میں اقرار جمع

ہوتا ہو گواہوں کے ساتھ وکالتیں اور وصایتیں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی میں
هم یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہو جو میرے اوپر ہو تو وکیل
گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی
وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اسکا میرے اوپر اتنا ہو پھر مدعا علیہ
نے اسکی تصدیق نہ کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نہ کرے اسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا
اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہو سو وارث نے دین کا اقرار کیا
تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہو کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے
اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اسکے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دائنوں کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہو کہ مشتری نے جبکہ مستحق
کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو ثمن پھیر لیگا بائع سے اور غلام بیٹا کو ہو جسکا انکار مع العلم
جائز ہو تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عیب آبق کے دعوے کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہو وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہو اور
اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہو اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول پر
نہیں مگر چھ صورتوں میں جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی
میں هم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم
چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہو لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں
کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونوں سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہو کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا
مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجائے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں
سماع دعوے مع الجہالۃ متفق علیہ ہو مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً

لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوے البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی

مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علے الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ
مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کہائے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحرالرائق کی کتاب الدعوے
میں مذکور ہی قسم ہو مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہو اسکا یاد رکھنا واجب ہو کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکورہ یہ ہو کہ
اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھی اور غاصب نے کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا ولیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تھی تو غاصب
کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کہانے کے ساتھ اور اسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے کہ واللہ
اسکی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاوے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب ابھی اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار
ہوگا چاہے وہ کپڑا لے لیوے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت دے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم اگر مدعی قسم کہاوے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم
تھی تو غاصب سے سو درم لیگا اور غاصب خواہ قسم کہائے یا نہ کہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک کہ مغصوب منہ قسم نہ کہاوے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں علم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ (و لیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے
وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے
یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بہ حال سلم ہے بواسطہ غلبۂ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اقوی ہے کہ عاقل اپنی ذات
پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اقرار کے جو
غیر شخص کے حق میں کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشی اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں معنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشی جبکہ شی ثابت ہو اور مقر ہو
اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید علیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص
کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو لفظ علیہ جو مفید
ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے
ثم فرع علی کل من الشبہین مثلہ پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا
حکم دیا گیا اور بعض جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ
الی المقر لہ اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر
شخص کے مال مملوک کا اور جبکہ اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب
نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً
زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے
کہ اگر ایک شخص نے ایسی چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضہ میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم کرنے
کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ میں
ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا تو وہ غلام اسپر آزاد ہوجائیگا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکیگا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا
اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائیگا ہم اسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر
حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے
اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار
اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف اس سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا میں
مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من
غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف شائع کا
اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہوتا ہم درصورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا
اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد ماذون تبرع کا اہل نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر

انشا ہوتا اقرار تو لازم آتی کہ ایک مشترک چیز کی جانب سے اور جبکہ اسکا مسلمان شریک الگ ہوسکتا ہو نہ غیر کو مالک کر سکتا ہو اور تقسیم و وارث شائع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ شائع ہوتا اور ہبہ شائع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور مسلمان زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہ ہوتا و لا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ بہ لان الاقرار اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک انتہی لیکن صحیح نہ ہونا جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور سبب ہونا اور مسموع نہیں دعوے مقر لہ کا اس طرح کہ اسنے اسکے واسطے شیٔ معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہانتک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنی اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو ابتدا ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول صحیح اور مدلل ہے کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی و اقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا و ہکذا اقر بہ اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یوں کہے کہ وہ شیٔ میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہے یا میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اسپر اتنا ہے اور اسی طرح اسنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی صحیح ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک مع اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لیجائیگی یا نہیں فتوی یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی و اما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند البعض اور اقرار کا دعوے تو دفع میں جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا یہ کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہیں و للوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقر لہ اقرارہ ثم قبل لا یصح و لو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے سے کہ اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو ان میں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقر لہ اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کر دینے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجرد انکار احد الزوجین سے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہو کر نکاح ثابت ہو اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی و اما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے و لو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے مقر لہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مکرر ہوا اور یہ بھی ہے ثم ان انکر اقرارہ الثانی لا یحلف و لا تقبل علیہ بینۃ قال البدائع و الاشبہ قبولہا و اعتمدہ ابن الشحنۃ و اقرہ الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اسپر مقبول نہ ہونگے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور مشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے و الملک الثابت بہ بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ و لو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہ ہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا ہم مثلا زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اس باغ کے تیار ہو گئے تھے سو اسنے توڑ کے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہے گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف بیقظان طائعا و عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقر و ابتجارۃ کاقرار

محجور بحجر دفرد ولو دالا فیعد عتقہ وناٰئم ومغمی علیہ ومجنون وصبی السکران ومر الکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل
بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق لین دین تجارت کے ہو تو صحیح ہے اگر عبد محجور
غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اسکا مواخذہ بعد
آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار
عنقریب مذکور ہوگا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اسواسطے کہ
ضروریات تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص انسے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق بتجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری
اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایت اور ضمانت ان میں انکا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ المقر بہ
لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضر نہیں کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب
بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ کا ہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اس طرح کہ کسی
کا مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اسکو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اقرار کیا کہ اسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ
رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر کقولہ علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع
بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہیں بسبب نامعلوم
ہونے اس شخص کے جسپر ہزار درہم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے
یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درہم مجھپر یا میرے غلام پر ہیں تو صحیح ہے اسواسطے کہ ہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر لہ ان
تفحشت کلو احد من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھپر اتنا
مال ہے والا کلاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت
فاحش نہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نہ کیا جائیگا بیان کرنے پر
بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر میں نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے ہم مثال مذکور میں اسواسطے
اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو کاہے مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب درر
کی نقل میں خلل یہ واقع ہوا کہ اسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقر پر جبر اس صورت میں ہے جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی
جہالت میں اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس
وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اس مقر بہ کا بیان کہ جسکو اسنے مجہول بیان کیا مانند شی اور
حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گیہوں کا اور مردار کی کھال اور
صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہے یا حق
تو اسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی میں ہے کہ اگر مقر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اسکی تصدیق
نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ
اور مقر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی کا اگر مقر لہ اسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعویٰ کرے اور

جائیگا کیونکہ وہ نہوں۔ ولا یصدق فی اقل من درہم فی علے مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر میں اسکے اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے
کہ درم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح فی مال
عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوۃ سے کمتر کے
بیان میں اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر میں تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہو شمار ہوا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور وہ اسات فقرا سے بیراجب ہوگی اور عرف میں بھی
اسکو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اسکی تصدیق نہوگی اگر یون
بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹوں سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر
نصاب پانچ اونٹ ہیں جن میں ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوۃ ہم نصاب نہیں لیجاتی ہاں پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے
تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق
نہوگی غیر مال زکوۃ میں ہم یعنی جس مال میں زکوۃ واجب نہیں اسکو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کپڑے تو بیان
نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جنکی قیمت دوسو درم چاندی یا ساٹھ مثقال سونا نہیں تو اسکی
تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر مال الزکوۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہوگی اس
قول میں کہ علے اموال عظام یعنے مجھپر بڑے مال ہیں اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابوں کی
قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام میں تین نصابیں اسواسطے معتبر ہوئیں کہ تین اول جمع ہیں وفی دراہم ثلثۃ اور دراہم
میں تین درم سے کمتر میں تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہیں تو تین دراہم سے کمتر میں تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراہم
او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درم یا دس دینار یا دس
کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہا ہے اسم جمع ہو تو وہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی
تو اگر شارح یون کہتا لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درہما درہم علے المعتمد اور اس
اقرار میں کہ علے کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مأۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے کسور کیا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درم
لازم ہونگے وفی درہم او درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار میں کہ علے درہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علے درہم عظیم
ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہو جو اس شہر میں رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنے تصغیر اور
تعظیم میں پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درہما احد عشر اور اس اقرار میں کہ علے کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہیں ہم
اسواسطے دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور
زیادتی اسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنح وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علے کذا وکذا درہما
سے ہے اکیس درم لازم ہیں اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ لکان اتم
ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر فیحمل علے التکرار اور اگر لفظ کذا کو تین بار بولا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا
کذا کذا تو احد عشر یعنے گیارہ لازم ہیں اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعہا فمأۃ واحد وعشرون واگر

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا و کذا و کذا تو مائۃ و احد و عشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس هم اسواسطے کہ اقل تین عددکی واو کے ساتھ مائۃ و احد و عشرون ہے کذا فی الدرر و ان ربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علے کذا و کذا و کذا و کذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ سو اکیس ۱۱۲۱ لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہے عدد مفسر سے کذا فی الدرر و لو خمس زید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علے کذا و کذا و کذا و کذا و کذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہونگے اس طرح کہ عشرۃ آلاف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس و لو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف و عشرۃ آلاف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائۃ الف و عشرۃ آلاف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس و ہکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا و لو قال لہ علی او قبلی فہو اقرار بدین لان علے للایجاب و قبلی للضمان غالبا اور یوں بولا کہ لہ علے یعنے اسکا مجہہ پر یا یوں بولا کہ لہ قبلی یعنے اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالبا استعمال ہے هم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ شے ایجاب میں متعلق ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہے نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہے اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی و صدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملا یا اسواسطے کہ لفظ علی او قبلی کا مجازا ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہے هم اسواسطے کہ علی او قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہے اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہے و ان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علے یا لہ قبلی سے جدا کیا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت سے بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او فی صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہے یا جسکا مین مالک ہون اسکا ہے اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے مین تو یہ قول ہبہ ہے نہ اقرار و لو عبر بفی مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کیا میرے مال مین یا میرے درہمون مین اسکا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین هم جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا مال اسکو دے دیا تو ہبہ صحیح ہوگا ورنہ غیر صحیح و الاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہ ہے کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا هم اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہے کہ اسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہے اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنے یہ مال فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ ہبہ و لا یرد دار فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا باقی بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہے نہ ملک کی هم حاصل اعتراض یہ ہے کہ دار فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہے اور باوجود اسکے یہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہے جیسا کہ لکھنؤ کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہے تو یہ

سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی و لا الارض التی حدودہا کذا لطفل فلان فانہ ہبۃ و ان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط

قبضہ مقرر انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف اقر لآخر معین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا
ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی اسمی حدین ہین وہ میرے
فلانے طفل کی ہو اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہو اگرچہ طفل نے اسپر قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہو تو باپ کا قبضہ بعینہ
صغیر کا قبضہ ہو مگر یہ کہ موہوبہ اس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہو یعنے اور باپ صغیر کو اسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اسکا جداگانہ
قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہو مصنف کے اس
قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئ معین کا اقرار کیا اس شئ کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہو کہ وہ شئ مقر کی ملک
تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقیر یہ ہو کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکی طرف مراجعت کر ہم قاعدہ
مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ جب مقربہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو معلوم ہوا کہ اسکا ارضی ہذہ کلام ارض ہذہ اقرار ہوا اور جواز کہ
وہ ہبہ ہو خلاصہ جواب یہ ہو کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہو لیکن اسمین اضافت تقدیری ہو گویا اسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی اسمی
حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہو اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہو کہ مالک اس زمین کی لوگون کو معلوم ہو اسکا حاصل اضافت الی نفسہ تحقیقی
تملیک ہو خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہو تاکہ وہ متکلم کی ملک ہو کذا فی الطحطاوی ولو قال لی علیک
الف فقال اتزنہ او انتقدہ او اجلنی بہ او قضیتکہا او ابراتنی منہ او تصدقت بہا علی او وہبتہا لی او احلتک بہا علی زید ونحو
ذلک فہو اقرار لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو مخاطب نے کہا
کہ تم انکو وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا انکی مجکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجکو وہ معاف کردیے ہین یا تو نے مجکو وہ خیرات مین دے دیے ہین یا
انکو تو نے مجکو ہبہ کردیا ہو یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہو مقرلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار
کی طرف ان سب کلامون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹہرا کلام اول کا یعنے اثبات اسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل
الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئ اور یہ یعنے اقرار اسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی
ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود
تو اسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافہ
الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے جیسا کہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب کر یا مین نے کسی سے قرض نہ لیا
سوا تیرے سے یا غیر تیرے سے یا قرض نہ لیا قبل تیرے سے یا بعد تیرے سے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹہرا
نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار
اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہو جواب ہونے کی نہ ابتدا سے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹہرایا جاتا ہو
اور جو لیاقت رکھتا ہو ابتدا سے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہو چنانچہ
یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جداگانہ ٹہرایا جاتا ہو تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب
مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اسوقت ہو جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو
یعنے اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہ

ہم ضمیر کی مثال ہے کہ نعم ہیں ہم مالی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف اتزنہا حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری ہذہ او جصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار نہیں ہین سو وہ بولا بلے یعنی کیون نہین تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین کہا بلے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلے اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلی جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی مین یہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اسکے نفی کر دینے سے والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولنے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ہم ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ سواے یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ مین سر قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتبر ہے سوا حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الحاوی بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ محرم لصید والشیخ براو فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلاث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارہ سے مین شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اسکو بھید ظاہر نکرے گا یا اسپر دلالت نکریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لفلان ثم ادعی انہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوے کیا بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوے ہے بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق مین اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوے کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوے بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یحلف المقر لہ فیہما اور اسوقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارے مین یعنے در صورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنی اسکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون گے جسکا اسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہے درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا

عوارض مین مقبول ہو یعنی مدت عارض ہو کہ نفس عقد ثابت نہین ہوتی ہو بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی

کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول له فی الاجل لثبوته فی کفالة المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن

ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع ہو عارضی کہ شرط پر اسکا

ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امة متنقبة اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہو

جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہو وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعة بحر والاعارة والاستیهاب

والاستیجار ودعوی الوکیل بکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواه لنفسه ونحوه بوکالة او وصایة للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید مول

چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگر چہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو

یہ جمیع امور مذکورہ مالک ذی الید کے اقرار مین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے

جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہو بخلاف

ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بها لعدم التناقض ذکره فی الدرر وقبول الاقرار صحیح فی الجامع خلافا لتصحیح الوهبانیة بخلاف اسکے ابرا کرنے کے

جمیع دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی

سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کی طرف سے بھی اسیطرح ہو سکتا ہے ذکر کیا ہو اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہو اسکو جامع صغیر مین بخلاف

تصحیح وہبانیہ جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہو کہ استیام اور استیجار اور استعارہ یا مانند اسکے اقرار ملک کا عدم ہو اور چنانچہ ... وہبانیہ

مین ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین اسواسطے کہ جیسے مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو اور ذی الید کی بالفعل ہو یا

کی ملک ثابت نہولی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی ووفق شارحها الشرنبلالی بانه ان قال بعنی هذا کان اقرارا وان قال ابیع

هذا او لا بعده سکتا بوقوعه علی صحة البیع فلا لیس باقرار بعدم ملکه اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح توفیق

کی ہو کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ جازم ہو اسکی ملک کا اور طالب خرید ہو اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہو

تو اقرار نہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اسکو بیچنا حال منظور ہو کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہو یا نہین اور شاید یہ قول شرنبلالی ہو اسکی کتابت اور

بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہو تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے

یا غیر کے واسطے جائز ہو تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہو بطریق اولی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی وله علی مائة ودرهم کلها دراهم

وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہو وہ تمام درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح مکیل اور

موزون از روئے استحسان کے حکم قیاس یہ ہو کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر مقر سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہو یا

کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رح نے لیا ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ درم بیان ہو مائة کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دوبارہ بولنا

اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہو جو بکثرت مستعمل ہو مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمہ پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن بننا

بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمہ پر اسطرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائة وثوب او مائة وثوبان یفسر

المائة لانها مبهمة اور اس قول مین کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہو اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی مراد مبہم ہو اسواسطے

کہ وہ مبہم ہو غیر مفسر وفی مائة وثلثة اثواب کلها ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیهما لاستوائهما فی الحاجة

اور اس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ
اُنکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاویگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے مجرور بطور
مذکور ہوا ہے تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونون کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین الاقرار بدابۃ
فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہے جو
فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط فلذا فالمحدود ان لم یصلح لزم الاول فقط کاقرار درہم فی درہم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز
ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اگر اُس چیز کا اٹھالے جانا ممکن ہے تو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر نقل اسکا متصور نہین
جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی
صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا نہ
ثانی اسواسطے کہ اُسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین کذا فی الدرر
قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب فقط فلیحرر مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمہ مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا
لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیئے علامہ طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا
حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اُسکو اُسکا حلقہ اور اُسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ
اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اُسکا میان اور پرتلا اور کوشتی لازم ہے وبحجلۃ بجا جیم بیت مزین بستور و
وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ ہمارے محلہ بکسر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ ہو
پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور
کپڑون سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اصطلاح انصاری سے اسکو
مسہری بھی بولتے ہین وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف
لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اُسکو ظرف مظروف کے مانند لازم
ہوگا اس دلیل سے جسکا پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے
اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا
کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار
دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہا
عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ
فی کو بمعنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم
کیے ہم چونکہ لفظ فی مقتضی انفصال اور تمییز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوسے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ

کرتی ہے نہ مال کو توجیہ اُس توضیح کی یہ ہے کہ خمسہ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ یہ درہم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ جز ہیں اور لواحیہ ہیں ہر کہ
ضرب اُسے کہا اگر کہا علیّ عشرة فی عشرة اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اُسپر لازم ہونگے دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم
ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اُسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس
معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے جیسا کہ کذا فی الطحطاوی و عشرة ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی بمعنی مع مراد رکھیگا جیسا کہ
مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرة او ما بین درہم الی عشرة تسعة لدخول الغایة الاولی ضرورة اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیة و ما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھپر فلان کا ایک درہم سے دس درہم تک یا ما بین ایک درہم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی
ایک درہم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود نہیں ہے بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دسویں کے اور بخلاف
ما بین الحائطین کے وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں ہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ حد محدود میں داخل نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ حد غیر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے
داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوگی اور دوسری
حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر وفی له کر حنطة الی کر شعیر لزماه جمیعا الا قفیز الشعیر الثانیة سوا ری
سبب یعنی مخالفت مذکورہ کے سبب سے کہا اور اس نے اقرار میں کہ اس شخص کے مجھپر ایک کر گیہوں ہیں جو کہ ایک کر جو تک تو اسپر دونوں کر لازم ہونگے
سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہے کہ تمام کر غایت نہیں ایسا ہی ہے اور قفیز کر سے چھوٹا ہے ایسا ہی طحطاوی نے قدوری
سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی شئ سے اور نہ نصف اسکی لہذا
قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال له علیّ عشرة دراهم الی عشرة دنانیر یلزمه الدراهم وتسعة دنانیر عند ابی حنیفة لما مر نہایة اور اگر کہا کہ اسکے
مجھپر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بدلیل گزشتہ کذا فی النہایة یعنی اسواسطے کہ غایت
ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط له ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے
ما بین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گزشتہ یعنی من درہم الی عشرة میں
پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا
وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجة ولدون حولین لو معتدة لثبوت نسبه اور صحیح ہے
اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے
کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے مدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اس طرح کہ
میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ
کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدة یتصور
ذلک عند اہل الخبرة زیلعی لکن فی الجوہرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشهر واقلها لبقیة الدواب ستة اشهر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو
اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کا
اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں وصح له ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیة
کقوله مات ابوه فورثه او اوصی له به فلان فیصح و الا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس حمل کا ہے

جو اس عورت کے پیٹ میں ہو صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکے واسطے ممکن اور متصور ہے چنانچہ ارث اور وصیت
جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اُسکا باپ مر گیا سو وہ اُسکا وارث ہوا یا اُس مال کی اُسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور
اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدتہ حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فلہ ما اقر وان ولدتہما
حیین فلہما نصفین ولو احدہما ذکرا والاخر انثی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانہ یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اُسکو زندہ
نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اُسکا ہے جسکا اُسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف
نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنی نر کو مادہ کے دو حصے
ملیں گے ھم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنیگی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر میں کذا فی الحموی
وان ولدتہ میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اُس موصی اور مورث کے وارثوں کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسرہ بالا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض
او ابہم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبہم علی السبب الصالح وبہ قالت الثلثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور
نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اُسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد رحمہ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور
یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ھم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اُس سے متصور نہیں نہ حقیقۃً اور نہ توضیحاً ہو اور
نہ سکتا اس طرح کہ اُسکی طرف سے کوئی اُسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اُسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار
کی یہ صورت ہے کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ
کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیر خوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے
سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار
تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ
فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اُسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اُسکی
تصدیق کرے خیار میں تو بھی اُسکی تصدیق معتبر نہوگی ھم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار
مقصود فسخ ہے اور جبکہ اقرار ہے اسوجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمیں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحاوی الا اذا اقر
بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول للمنکر اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ
مقر نے اُس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے یا مقر اُسپر
گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت
عدم بیان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اُس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اُسپر لازم آیا یعنی یوں کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن بیع بالخیار کے ہیں
کالاقرار بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ فعل
لا یقبل الخیار یعنی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اُسکو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جبکہ مقر لہ
اُسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اُسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں

بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونوں مجلسوں کے شہود متفرق ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے
روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس ہو یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار
لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک ثم اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہے
کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاولی ان یقال ان عرفہ او نکرہ فان عرفہ فکان الثانی عین الاول او نکرہ فغیرہ
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب کہ معرفہ ہو کر دوسری بار ذکر ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ ذکر ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا ہم
اول و ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب ہو دونوں اقراروں میں ذکر کرے اس طرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسی کو
دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اس طرح کہ لہ علی الف پھر یوں کہا لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور
اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ کہا لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف
ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الاشباہ والمعتبر فی الشہود وفی موطن ام موطنین فیما اذا لم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ
فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاویں کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو
اور قول صحیح یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ میں ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن
کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا پھر مقر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار
میں جھوٹا نہیں ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری
لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوے کرے یعنی مورث کے اقرار میں اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاوے
اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا
اسکے وارث کا دعوی تکذیب مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثنا میں اور جو استثنا کے ہم معنی ہے اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط اور مانند اسکے ہم جب
مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا ثمن جو میرے
قبضہ میں نہیں آیا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی
عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء
وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کے حال کے اعتبار سے
نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کلام لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں
عبارت طویل وہ جسکو ہم نے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہے کہ ابتدا سے یوں کہے کہ اسکے میرے اوپر
سات درم ہیں اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنے کے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ
کنفس او سعال او اخذ فم یعنی درستی استثنا میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا
آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا منہ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے
ذمہ میں چاندی اور سونے کی طرح تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے کہ کیلی و وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدار اثبات میں
تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورتوں میں جدا جدا مختلف ہیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ثمن استثناء کرنا باعتبار معنی کے
متکلم بالباقی ہونا باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درہم سے اس طرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی قیمت معلوم نہیں کیونکہ تفاوت
القیمۃ ہی فی نفسہ تو مجہول کا استثناء ٹھہرا معلوم سے پس قیاسًا اور استحسانًا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ناقلا و ان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر
لا یستغرقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثناء درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق
ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ سوا ہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل ہے لکن فی الجوہرۃ وغیرہا
مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتھا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئی فیحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب
استغراق استثناء کے مساوی سے تو استثناء باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثناء ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور
استثناء لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درم ہے یا زیادہ تو
مقر پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنے تو استثناء صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا اس لئے
میں دو قول ہیں یعنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس واللہ تعالی اعلم و اذا استثنی عددین بینہما حرف الشک
کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ و خمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثنا
کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو
نو سو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اس واسطے کہ کلمہ شک استثناء میں کمتر کا مثبت ہے و اذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر
نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد و خمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنی مجہول
یعنے عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے
بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو حسب کے نصف یعنے
پچاس سے ایک درم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالی او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ
اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو ایسی شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ
تعلیق ساتھ شرط محقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جاوے یا زندہ رہے
اس واسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر قلت لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا لکن الاقرار کذلک لتعلق
حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں
دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعائے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی
بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں و صح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا
لدخولہ تبعا فکان وصفا و استثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثناء کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثناء کرنا عمارت کا دونوں میں سے یعنی کوٹھری
اور گھر سے اس واسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثناء کرنا صحیح نہیں ہے چنانچہ قول صحیح نہیں

تالی امرا باطنہ علے خلاف ظاہرہ فانہ علے ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل ہے ہے کہ اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہی اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجیہ یہ ہی کہ تجکو مضطر کرے اسرار کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو ہم صورت اضطرار یہ ہی کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچڈالے ظاہر مین نہ باطن مین تو حقیقت یہ بیع نہین ہزل کے مانند ہی ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فی کما قال علے الاصح بحر اور اگر بولا کہ اُسکے مجہپر ہزار درم زیوف ہین اور اسکا سبب ذکر نہ کیا کہ ثمن بیع ہین یا غصب یا ودیعت تو جیسا اُسنے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہی زیف کی لینی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی مین نہ لیجاوین ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اُسکے مجہپر ہزار درم ہین متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلاً تو اُسکی مطلقاً تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہی ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے او پہر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت متقضی سلامت اور عیب نہین اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہی غصب کرتا ہی اور اسیطرح ودیع نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سود اگر نہ لیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لالا نہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجہپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہین تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہین جنکے دونون طرف تپر چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبا اذ اجاء بمعیب ولا بینۃ اور اُسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول مین کہ مین نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب دار لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہین لینے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے متقضی نہین وصدق فی لہ علی الف ومن ثمن متاع مثلا الا انہ ینقص لذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین لینے وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ کے ہم لینے اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہی نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کان یا انہ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کر کے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھونٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایکشخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا لینے اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہی تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولہ اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تو نے مجکو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجسے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اُسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہی ہم اسلیے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہین کیا لینے اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہی لینے مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہی اور مقر اسکا منکر ہی اور قول تو منکر کا مقبول ہی کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعۃ او قضا لی عند

فاخذته منك فقال المقر له بل هو لي اخذه المقر له لو قائما والا قيمته لاقراره باليد له ثم بالاخذ منه وهو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہ چیز
میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو
اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی
جب استثنا اسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوگی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی هذه او
ثوبی هذا فرکبه او لبسه او اعرته ثوبی او اسکنته بیتی ورده او خاط فلان ثوبی هذا بکذا فقبضته منه وقال فلان بل ذلک لی فالقول
للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضروریة بخلاف ما مر اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا
سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے جس بات کو بنانا
یا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا
بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہو بخلاف ودیعت کے کہ ہم اجارے میں قبض بتقاضے معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے
استعمال ومنافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار بانه هذا الالف ودیعة فلان لا بل ودیعة
فلان فالالف للاول وعلی المقر مثله للثانی بخلاف هی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب للثانی شیء لانه ما اقر بایداع
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہی نہیں بلکہ فلانے کی ہی تو ہزار درم مثلا ایسا اول مقر لہ کو ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہونگے
بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ
اسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وهذا ان کانت غیر معینة وان کانت معینة لزمه ایضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ درہم معین ہوں لیکن
اگر غیر معین ہوں تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقوله غصبت فلانا مائة درهم ومائة دینار وکر حنطة لا بل فلانا
لزمه لکل واحد منهما کله وان کانت بعینها فهی للاول وعلیه للثانی مثلها مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلانے سے سو درم
اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیاء مذکورہ کے برابر
لازم ہونگے ولو کان المقر له واحدا لزمه اکثرهما قدرا وافضلهما وصفا نحو له الف درهم لا بل الفان والف درهم جیاد لا بل زیوف
او عکسه اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنے اور واحد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار
میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے
درم ہیں نہیں بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا ولو قال
الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعة التی عند فلان هی لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر له بری
خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے
اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ
ہو جائیگا کذا فی الخلاصة لکنه مخالف لما مر انه ان اضاف لنفسه کان هبة فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی وان لم یسلطه علی القبض فان
قال واسمی فی کتاب الدین عاریة صح وان لم یقله لم یصح قال المصنف وهو المذکور فی عامة المعتبرات فلا فالخلاصة فتامل عند الفقه سے لیکن یہ حکم
قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر لہ کو قبضہ دینا پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتابلدین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی
اور اگر یہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اسیواسطے مین
فتوے دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق
قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن با وجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہوجائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہریگا اور ثانی
موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر الجبر و تصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اسکا قبضہ پر مسلط نکرے تو بھی تصادق
بالاک مقر لہ کا مثبت ہی اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ مالک تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق
مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاوے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

سیفیہ مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وبحی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف
مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یا شخص مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث
کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ ہم فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع
ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر صحابہ سے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین
قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی والعینی فکذلک الا اذا علم تملیکہ ایاہ فی مرضہ فیتقید
بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنے جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض مین
معلوم ہو یعنے قرائن سے معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مقید بہ ثلث مال ہوگی اپنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی تمام
متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی
عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی
کہ صورت اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدا سے تملیک ہو تاکہ وارثون کو حصہ نہو اور اقرار حکایۃ تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً
واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی اوا سے دین مذکور سے یعنے اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے
ودین الصحۃ مطلقا وما لزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا
خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور وہ دین کہ اسکو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہون
یا قاضی کے سامنے سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے
اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا اقدام
والسبب المعروف مالیس بتبرع کنکاح مشاہدان بمہر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہی
جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ
نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ یعنی زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک ای مشاہد اور ایسا ہی
بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنے کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر وایفاء اجرۃ اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوا بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور
اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ غیر مجبور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلوں میں
ادا سے بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ لو بمثل القیمۃ کما فی البرہان وقد علم ذلک ای ثبت کل
منہما بالبرہان لا باقرارہ للتہمۃ دونوں مسئلے یہ ہیں جبکہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اسنے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن
جو اسنے مرض میں خریدا ہو اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض اور خریداری گواہوں سے
نہ اسکے اقرار سے بسبب تہمت کے کیونکہ شاید اسکو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المہر ونحوہ وما اذا لم یؤد
حتی مات فان البائع اسوۃ للغرماء فی الثمن اذا لم یکن المبیع فی یدہ ای ید البائع فان کان کان اولی بخلاف اعطاء مہر
وغیرہ کے اور بخلاف استقراض کے جبکہ مریض نے اسکا ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اسکا بائع اور دین والوں کے برابر ثمن پانے میں ہے اگر شے مبیع
بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے تو شے مذکور نہ بیچی جاوے اور اسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اسکے
دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادتی مثل ترکہ کے بیچ میں لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور باقی دیون کے برابر ہوگا کذا فی
الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا لاتحاد المحل لاستوائہما اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں
مقرلہ حصہ رسد بانٹ لینگے خواہ دونوں اقراروں کو ایک جلسہ میں لایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بودیعۃ تحاصا ولو اگر
مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقرلہ حصہ رسد بانٹ لیں وبعکسہ الودیعۃ اولی اور اسکے برعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر
اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرلہ اسکا مالک ہو گیا پھر اسکے بعد دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہوگا
کذا فی الطحطاوی وابراؤہ مدیونہ وہو مدیون غیر جائز اولا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا
اولا للتہمۃ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرا جائز نہ ہوگا اگر اسکا مدیون غیر شخص ہے اور اگر مدیون
وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہیں برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن
لی علی ہذا المطلوب شیء یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ لما ظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابراء کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اسپر کچھ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس
قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے
دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا دین مہر کے کہ اسکا ابرا حیلۂ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب
ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرارہا
فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا یسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف
بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا ما کی ملک ہے میرا اسمیں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت
تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اسکے زوج کا دعوی اسمیں مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اسطرح کہا کہ غنیمت جان اس تحریر کو
کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیوں مانند حموی وشیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ ابرا
بہ لفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع
اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے
یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی بر خلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ
دین کا اقرار اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ تو وارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اس
صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ وما فیہما فیرث الکل فرضا
وردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی
تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو صورت کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ
وفی شرح الوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور
شرنبلالی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنے بطور حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ
جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی بخلاف زعم
طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم جب کوئی وارث نہو تو اسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی اسلئے
تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح
وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہی وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرار القبض ودیعۃ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای
علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند
اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولیٰ کے واسطے واقع ہوگا ہم
یعنے اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اس سے پا یا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اسکے پاس گرو تھی
وہ مین نے پالی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برئ ثم مات جاز لان ذلک لیس مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح وسالم ہوگیا
بعد اسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار
مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر وسیجی
عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی
کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آویگا صیرفیہ سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا
باپ چھوڑکر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑکر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے
باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ باستہلاک ودیعۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت
عندہ ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت ستہلاک کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت ستہلاک کا اقرار کرے
سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار
للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ الامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی وامی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ منہ

ہذا الشی الفلانی ملک ابی وامی کان عندی عاریۃ وہذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہی کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے
باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہی مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین ازانجملہ اقرار مریض ہی تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
ازانجملہ نفی ہی چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی نفی جبکہ ہو مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض
یہ قول ہی کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماکی ملک ہی میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہی جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا اسلئے
کہ یہ امر ضروری ہی ہم محشی طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح ہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی
کچھ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرضہ وہو لوارثہ ثم صح فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ
وانما تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینیکا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاوے تو وارث مقرلہ
کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہی کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑدئے جاتے ہین والعبرۃ لکونہ وارثا
وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ ابن صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہی نہ اقرار کے وقت کا
تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی ہرچند اقرار کے وقت بھائی
وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاۃ فیجوز
کما ذکرہ لقولہ مگر جبکہ مقرلہ وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہی چنانچہ
مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول مین ذکر کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ
باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہوگا بخلاف
اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہی بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام
لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب سے ہی نہ جدید سبب سے وبخلاف الہبۃ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم
تزوجہا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اسکے واسطے وصیت
کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہی بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہی متن کی اقر فیہ انہ کان
لہ علی ابنتہ المتیتۃ عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ ای للمقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اسکی بیٹی
مردہ پر اسکے دس درہم تھے سو مین انکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہی جو اسکا انکار کرتا ہی تو اسکا اقرار صحیح ہی اسواسطے کہ میت وارث نہین کما لو اقر امرأۃ
فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت
کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہی اور قول ضعیف یہ ہی
کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہی کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے
وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجہول النسب انہ ابنہ
وصادقہ وہو من اہل التصدیق ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار
کیا جسکا نسب معلوم نہین ہی مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقرلہ نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہی یعنی
حال بیان کرسکتا ہی تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدا سے پیدائش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہوگیا بدلیل مذکور

یعنی جو وارث ہو موت کے وقت نہ کہ جس وقت کہ اقرار کیا ہے تو اسکے واسطے اقرار صحیح نہیں ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ عن ینابیع
الینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہو اس طرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اسکا نسب معروف ہو کسی شخص سے تو اقرار صحیح ہو بسبب ثابت ہونے
نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین وینبغی لہا ان لا یکون
حکم الاقرار لا حکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکہ شرنبلالیہ اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے
مرض الموت میں تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین میں وہ اسکو ملیگا او کمتر اسکو دیا جاوے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک
نہ ٹھہرے گی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہی کہ اثنا
عدت میں مقر مر جاوے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسوالہا فاذا مضت العدۃ
جاز لعدم التہمۃ غرمیہ اور یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اسکو طلاق دی ہو اسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار
جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الغرمیہ تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اسکو
میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گزر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقہا بلا سوالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا
وارثۃ اذ ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اسکو طلاق دی بدون اسکی طلب کے تو اسکو میراث ملیگی جس مقدار کو وہ پہونچے
اور اسکے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے بیان مذکور نہیں کیا بسبب اسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہا وہا فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ
الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اس صغیر بالغ کے
واسطے جسکا نسب معلوم نہیں اسکے وطن میں یا اس شہر میں جسمیں وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر و مقر لہ اس عمر میں واقع ہیں کہ ویسی عمر والے کا
ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اسکا بیٹا ہے اور لڑکے نے اسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہے اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اسکی تصدیق کی کچھ حاجت
نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت میں یعنی ہر صورت میں جو تمام شرائط مذکورہ اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اسکا نسب ثابت ہوا
تو لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان تخلفت ہذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا
فی الشرنبلالیہ قلیحفظ عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائیں تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار
کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوے دینے کے وقت تحریر او تنقیح چاہیے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح نے
کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اسواسطے کہ بیان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ میں ہے
یعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہوں تو اسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا اور
شرنبلالیہ میں ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت
ٹھیک ہو تو اگر یوں کہتا فلو انتفی احد ہذہ الشروط واقر لہ بمال یؤاخذ بالمقر بہ البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب ہی پھر جب
نسب ثابت نہ ہوا تو مقر بہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا والرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین
قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ

المتقدمة في الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے اُن تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہوچکیں فرزند میں بہ ان ہیں کا والدین کا اقرار
صحیح ہے اگرچہ والدین اوپر کے ہوں یعنے دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اسی کو ابن عابدین نے ... ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں
اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنے پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وصح بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدة
وخلوه اى المقر عن اختها مثلا واربع سواها اور یون اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اسکی عدت
اور بشرط خالی ہونے مقر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنے زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہے
جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جبکہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا پھوپھی مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوا اس عورت کے چار
عورتیں اسکے پاس نہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت
حرام نہو مقر پر وصح بالمولى من جهة العتاقة ان لم يكن ولاؤه ثابتا من جهة غيره اى غير المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ شخص میرا
مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة صح اقرارها بالوالدين والزوج والمولى اور صحیح ہے عورت کا یون
اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے الاصل ان اقرار الانسان على نفسه حجة لا على غيره اور قاعدہ کلیہ مسائل کا
یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذكره من صحة الاقرار بالام كالاب هو المشهور الذي عليه الجمهور وقد ذكر الامام العتابي في
فرائضه ان الاقرار بالام لا يصح وكذا في ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامهات وفيه حمل النسب على الغير فلا يصح انتهى ولكن الحق صحته
بجامع الاصالة فكانت كالاب فليحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت ذکر کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جسپر اکثر
علما ہیں اور امام عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے
نہ ماؤں سے اور اسمیں حمل نسب بھی ہے غیر شخص پر یعنے مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی لیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت اصالت
یعنے اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وكذا صح بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة
بتعيين الولد اما النسب فبالفراش شمني اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین لڑکی
گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ثم عورت کی گواہی اسوقت شرط ہے جبکہ تجاحد ہو اور شهادة القابلة بتعيين ولد میں
اسوقت شرط ہے جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضيح في الطحاوي ولو معتدة جحدت ولادتها فحجة تامة كما مر في
باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے
باب میں مذکور ہوچکا او صدقها الزوج ان كان لها زوج او كانت معتدة منه یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اسکی تصدیق
کرے بشرطیکہ وہ شوہردار ہو یا اسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تكن كذلك اى مزوجة ولا معتدة او كانت مزوجة وادعت انه
من غيره فصار كما لو ادعاه منها لم يصدق في حقها الا بتصديقها اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جائے
اگر عورت ویسی نہو یعنے نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوے کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہو جیسا کہ
اگر مرد دعوے کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت لكن لو لم يعرف لها
زوج غيره لم اره فيه میں کہتا ہوں باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا ایک زوج کے اور وہ یہ دعوے کرے
کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تصریح اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم ... تحمیل النسب علیہ ... ہوگا

تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا کہ نہایت الاظہر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان
فقط ان کا وارث ہوتا ہے تو اسمیں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق
ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج ہے اور یہ میرا مولی ہے عتاقہ تو
ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ یہ شخص انہیں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہیں تو غیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر
عن نفسہ لما مر انہ بمنزلة المتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسلیے کہ مذکور ہو چکا
کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی جسکے پاس ہوگا اسی کا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ
لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہے وصح التصدیق من المقر لہ
بعد موت المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے
الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرة لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے
کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف
اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب
باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد وابن الابن کما قال
کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اُس نسب کا جسمیں غیر پر نسب
ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں
غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے وصح اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب
فلیحفظ اور ازانجملہ ہے اقرار دو شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان
سے اور اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص
ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا لو صدقہ المقر علیہ والورثة وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق
کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں اور مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہرچند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول ماتن میں مندرج ہے لیکن دونوں میں
یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق
مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر
الاحکام من النفقة والحضانة والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہما حجة علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے
حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے کہ دونوں کا
اقرار دونوں پر حجت ہے اور نفقہ اسوقت ہے جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی
اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے حرمتی کا خوف
کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کالمولی الموالاة یعنی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہا ئیگا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اسکا حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتے یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبہا زوجہا صح

اقرارہا فی حقہا ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ

علے المقر ولا یتعدی الے غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا

اقرار اسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجائیگی اور اسکا ساتھ پکڑا جائیگا اگرچہ حبس

اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف

متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اس دین کا اقرار کیا

جسکے ادا کا ٹھکانا نہین مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب

عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیٹی لونڈی کے ولد کا دعوی

کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے بسبب ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی

کی زندگی مین تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اسکے ولد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ مبیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی

تو مشتری کو مبیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج الیہا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی

واقعۃ الفتوی ولم نرہا صریحۃ اور لائق یون ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہے پھر وہ شخص دوسرے

شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوے طلب ہوا تھا اور ہمنے اسکو صریح

کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علے قولہما افتاء او قضاء لان اکثر

ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الے منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء

کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رحمہم کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی

الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبین رح کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا

باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توسل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ

مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین عتراض ہے

اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے

پاس رکھنے کا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس

تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی **مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہا**

زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولدہ علق قبل الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک

ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے

اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا قبل اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف

قول محمد رح کہ ولد مذکور بھی رقیق نہوگا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیہ شوہر کے حق مین اسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص

اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر پس اُسنے وقف کو قبول کیا پھر اُسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جاویگا والطلاق والرق فکلہا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر لہ کے رد کرنے سے ویزاد المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنے اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہو رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر قاسم تمرہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضاء کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اُسکا بیان وہیں ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اره الآن انتہی یعنے نکاح کا اقرار تو میں نے ابتک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہ تھا واستثنی مسئلتین من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قبولہ ابتداً فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشر فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنی کیے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا الکفیل [illegible] سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اُسکے یوں کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کر دے میں سے سو اُس نے اُسکو بری الذمہ کردیا نہیں پھرتا تو مستثنی دس مسئلے ہیں سو اُنکو یاد رکھنا چاہیے ہم مترجم مسائل عشرہ جو صدر میں متن میں مذکور ہیں اور چار صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں سکو وہ چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو در حقیقت نو صورتیں مستثنیٰ ٹھریں کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں وفی وکالۃ الوہبانیۃ وفی صدقۃ فیہا ثم [illegible] ولا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اُسکو رد کیا تو اُسکے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہم مترجم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر میں یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر مقصود وکالت یوں سمجھیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر [illegible] معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی ملخصا [illegible] واختلف فی اشتراط المجلس للابراء خلاف اور کیا ارد ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد و عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہو کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں تو قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابراہ ابراء عاما او قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من ترکۃ شی لم یکن وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیہ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وسنحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اُسکو ابراء عام کردیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پا لیا یا مانند اُسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اُسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنے اُسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اُس چیز کو ثابت کردیا برہان سے تو اُسکے حصہ کا دعوی اُس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح تر کذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہیں ادعا بعد الابرا میں بسبب محمول کرنے اُسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نرہا یعنے اُس متروکہ سے حق باقی نرہا جسکو میں نے قبضہ میں کیا علاوہ یہ ہو کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اسوقت تابہا عدم صحت برارت کی توجیہ وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونے میں چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے ہمکو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح میں ہم سب تحقیق پاکی پہونچا [illegible]

ہو کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا مشہور کہ لوگوں پر تھا اُسکو میں نے پایا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوے کیا تو دعوی اُسکا مسموع ہے کذا فی المنح
معزیا للخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم سب وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو
ذکر کرتا و قف الصلح تک پھر یون کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا او قال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تھا
اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ
تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ اذا فتح ولکن اقر بما بیّنہ ان
یقال بانہ یحلف المقر لہ علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا کما قلت وبجمیع المعتمدۃ فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے اس مال کا جو
دستاویز میں مرقوم ہے اور اُسپر گواہ کر دیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے پھر اگر گواہی قائم کرے گا اُسپر تو
مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ میں کہتا ہون اور وہبانیہ کے شارح
شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کا یہ ہے کہ کہا جاوے یعنی
اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقر لہ سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسف رح کے جو فتوی دیئے گئے واسطے اس مسئلے میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہون
اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اسمین جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح لہ طلقہا
قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اُسنے اسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے
اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر المشروط لہ الریع
او بعضہ انہ ای الریع الوقف یستحقہ فلان دون صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جیسے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اُسنے اقرار کیا
کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے
مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اُسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار
صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشاء جعل ہے یا اسقاط تا اسقاط باہم اسقاط سے خوب شبہ اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحطاوی وکذا
المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثم وہہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور ایسا ہی جسکے واسطے وقف کی نظارت
مشروط ہو اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں بیان کیا گیا باب الوقف میں اور بیان ہے کتاب الاقرار میں
اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اُسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یواخذ رافعہا بما
کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یواخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظ صریح جو حکایت کہ حاکم قاضی کی طرف پیش ہوں تو انکا
پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اس مضمون سے جو انمیں مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ اُسکے مضامین
مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء
علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہو للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں
یا بیچ علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف رح کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوتے ہیں ہم جواب
میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہے یعنی معلوم
کر چکا کہ اُسکے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن دے کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو اور مہر کو بہ پیکن فصول عمادی میں معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں
مگر بقدر مہر مثل کے اور بعض شارح نے مصنف سے نقل کیا ہے کہ مہر کا ہبہ ابرا کے معنی میں ہے تو اگر زوجہ نے زوج کو مہر سے ابرا کر دیا پھر زوج نے مہر کا اقرار کیا تو صحیح نہیں کذا فی
الطحطاوی اعلم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابرا العام وانہ اقر بہ لا یسمع ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت مفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین الیہ فالحکم کالاول
وہی واقعۃ الفتوی سے فتاویٰ ہاں اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابرا عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار
کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کی قید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی
رہنے اس دین کا بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کرو ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق تا
ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلانے کا مجھپر اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھپر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی
بطلان کذا فی الطحطاوی والاصل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ
مرض الموت میں کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اس واسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا
بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی
الصحۃ تمت وتمامہ فی الاشباہ جان لو کہ مرض کمتر ہے فعل صحت کے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلہ میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے
بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے
وفی الوہبانیہ شعر اقر بمہر المثل فی مرض ابو بہ فتبینہ الا ایمان قبل تنادرہ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی
حالت میں تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ہم اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از ایں مذکور ہو چکا شعر و اسناد بیع فیہ للصحۃ قبلن
وفی قبض اثمان الثلث التزیت بقدر صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا ہم منتقی میں ہے کہ اگر
مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت میں اور اسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اسکی تصدیق
ہوگی بیع میں اور ثمن کے قبضہ میں تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن پر بائنہ مشہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ شعر و لیس بلا
تشہد مقر الشہادۃ ولو قال لا تخبر فلانا بیسطر اور اس قول میں مقر نہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اس میں
اختلاف مسطور ہے ہم اگر یوں بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہوگا ہم اسکا استحسانا کہ یہ نہی ہے وجوب بالنذر کی اثبات
یا کہ نہی ہے یعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا
یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی شعر و من قال ملکی ذا لذا کان
منشا ومن قال ہذا الاسد منکر اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا
تو اسمیں شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمیں ہبہ کی شرائط معتبر نہیں شعر و من قال
لا دعوی الی الیوم عندہ فلا ما یدعی من بعد ہذا فمنکر اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد جو دعوی کریگا
اسمیں اور ما تقدم کے دعاوی سے سوا سبب شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں ہم اور اگر دعوی کسی سبب حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے
فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور اسکے پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ

اعلم و استغفر اللہ العظیم

اور حاضر ضامنی ہو اسکی بدلائی صحیح نہیں ہے اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بعوض اس شئ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہو کسی گھر کے حصہ کو جو خرید ا ہو
کہ مشتری اوسکو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو
بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے
تو جائز ہے اور یہ جہالت ہے بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمیں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اسمیں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسیطرح
حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نہ لیجاوے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل به الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح
سے اول وثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہوا حد زنی
و شرب مطلقا صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے
دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اسکا باطل ہے اور حاکم شارب خمر
سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کر دے تو صحیح نہیں اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول
من المدعی علیه ان کان المدعی به مما لا یتعین بالتعیین کالدراهم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانه اسقاط للبعض وهو یتم بالمسقط وحده وطلب الصلح کا
یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ وطلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خود متن میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اسکا ترجمہ نہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قول المدعی علیه لانه کالبیع ہے اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہے تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے
اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے ہم اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے
کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمه وقوع البراءة عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیه وعنه لو مقرا اور حکم اسکا یعنی اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا براءت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ
مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وهو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار
اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہراوے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں
جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمه کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیه احکام البیع کالشفعة والرد بعیب وخیار رویة وشرط
سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہونگے
چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعہ واجب
ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اسمیں مدعی عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا
تو دیکھنے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن خیار شرط کرے تو صحیح ہے

وفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح
عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں ہے وشرط القدرۃ علی تسلیم البدل ورشرط ہے قادر ہونا
مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ہم حلبی نے کہا ہے جیسا کہ مصنف نے تعلیل واقع ہوا ہے اسکا علت لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ
تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت وجود جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل
ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلا اسقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے گا اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا
لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے اسقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے اسی طرح جیسے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلا تو
کل پھیر لے اور اگر بعض نکلا تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کالاجارۃ ان وقع الصلح عن مال
بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فیشترط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت
کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت مقرر کرنا شرط ہو گا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگنے کے مانند جہاں توقیت ضرور ہے
اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ وزرع ارض معین کے اور حمل طعام
سکان معلوم تک وبطل بموت احدہما وہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہو گی صلح دونوں میں سے ایک کی موت اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت
اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل مبطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہو گی اور یہ قول ہے محمد کا پھر اصحاب متون نے اسکو ترجیح دیا
کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت بعوض
مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کی منفعت کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا اور جنس اختلاف منفعت
منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور صورت اتحاد جنس منفعت میں صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اتحاد جنس منفعت کا متحد
الجنس منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء
یمین وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بلاشبہ مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور
قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے
حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع جحد ای مع
سکوت وانکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہ ہو گا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں اپنے
گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدر لکن للشفیع
ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو
لم یکن لہ بینۃ تحلف المدعی علیہ فنکل ثبت بلا بینۃ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جاوے اثبات دعوے میں اور
اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سو اگر مدعی کے ثبوت دعوے کے گواہ ہوں گواہ شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ کے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہو گا اگر مدعی کے گواہ نہوں اور قسم کے

شفیع مدعا علیہ سے ہو وہ قسم کھا لیوے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عن المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ
واجب ہے اس صلح مین جو واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب
اسکے گمان کے علم لیعنے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اسمین شفعہ واجب ہوگا
بموجب زعم مدعی کے وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہا صم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت
یا انکار کی صلح کی صورت مین جس قدر مدعا لیعنے مصالح عنہ مستحق نکلے یعنی غیر کا ثابت ہو تو اسیقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور اسکی
مین خصومت لیجائے اور مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے علم لیعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا کہ خصومت مدعی
دفع ہو اور مصالح عنہ اسکے ہاتھ مین باقی رہے بلا خصومت مدعی کے پھر جب غیر کا ہو کہ ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت
بیجا تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو
مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے ہذا
اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ لیعنی رجوع الی الدعوی در صورت
استحقاق بدل اسوقت ہے جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا لیعنی مصالح عنہ کو پھیر لے رجوع الی الدعوی کی
کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے وہلاک البدل کلا او بعضا
قبل التسلیم الی المدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اسی طرح دونون فصلون مین یعنی صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین علم لیعنے اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پھیر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو اسقدر ہلاکی صلح باطل ہو گی اور
باقی مین رہیگی کذا فی المنح وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ لیعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ بدل
اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہو گی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیر لے مدعا علیہ سے
کذا فی العینی صالح عن کذا شیخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما یجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم
منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جو چیز مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اسکا
حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوے مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے
شخص پر گھر کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو
صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یون تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وحیلۃ صحتہ
ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے
اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی
مدعی کے باقی حق سے علم مثلاً گھر کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا
جو مدعی کا حق گھر مین باقی رہا اسکے عوض مین درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابراء ملحق کیا جاوے
باقی کے دعوے سے علم لیعنے دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوے مین ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابرا کردے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وغیرہ فی الفرمیۃ البزازیۃ وفی الجلالیۃ شیخ الاسلام وجعل مافی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقا خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار وغیرہ اور منسوب کیا ہے اس قول کو بزازیہ مین بزازیہ کی طرف اور جلالیہ مین شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے ھم ظاہر الروایۃ پہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برات باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہے تو یہ اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور صلح درست ہونا ابن سماعہ کے بھی قول پہ سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ہے وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوے الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا لکن لاتسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہین ہوجاتے ہین اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جنسے ابرا کرچکا ہے پاجاوے تو اسکو انکا لینا جائز ہے لیکن اسکا قاضی کے حکم مین دعوی مسموع نہوگا ھم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوے الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہین ہوجاتے ہین تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہے اگر پاجاوے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہین ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوے کرنا بعد الابراء صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان الصلح علی بعض الدین یصح ویبرا عن دعوے الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہوجاویگا باقی دین سے یعنے قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسیواسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجاوے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین مین ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقی مین محقق بیان کیا ہے ھم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقا صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہون تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہون تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اسکے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ہلاک ہوجاویں تو یہ اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہوجاوینگے کہ اُنپر ضمان نہین لازم ہوگا اور اگر اعیان امانت ہون تو برات صحیح نہین دیانۃ یعنی کہ جب کبھی انکو پاجاوے تو انکو لے مگر قضاء برات صحیح ہے ھم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنیگا اور یہی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی مین ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوے الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اسنے کچھ مال پر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ در اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہون کذا فی الدر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لایستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہون اور بعد صلح کے گواہون سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہ ہوجاویگا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنے غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوے کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا دکان خلعا ولا یطیب له ما بطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر
وہ دعوے نکاح مین کاذب ہوگا یہ حکم بعد ملاقات بدل جس مصالحت مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہو کذا فی المحیط ولو قبل لیا
الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعت المراۃ فصالحہا لم یصح وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصحح فی المجتبیٰ
والاختیار الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوے کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ
والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبیٰ اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار مین وان قتل العبد الماذون له رجلا
عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلم یلزم المولی لکن یسقط به القود ویواخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عبد ماذون له فی التجارۃ نے ایک
مرد کو عمداً قتل کیا تو اُسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے
نہین تو یہ صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اُس سے ہوگا بعد
آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای للماذون رجلا عمدا وصالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارته اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو
عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیاے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی
اسواسطے کہ استخلاص اُسکا اُسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اُسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب
کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب الہالک علی
اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمة جائز کصلحه بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اُسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب
صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اُسکی قیمت دینے کا
حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اُسکے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب پر صلح جائز ہے خواہ اُسکی قیمت کم ہو یا زیادہ ولا تقبل
بینة الغاصب بعده ای الصلح علی ان قیمته اقل مما صالح علیه جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ
اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منه بشیء کما لو اتفقا بعده انها اقل مما صالح اور غاصب کو کوئی
چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر
ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمته لا یجوز لانه مقدر شرعا فیبطل الفضل اتفاقا اور اگر
مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ عتق مین قیمت شرعاً
مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے باطل ہے کالصلح فی المسئلة الاولی علی اکثر من قیمة المغصوب بعد القضاء
بالقیمة فانه لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین ہے اسواسطے کہ
قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہے واللہ تعالیٰ اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان
کانت القیمة اکثر من قیمة المغصوب لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب
ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس کے صح فی الجنایة العمد مطلقا ولو فی النفس مع
اقرار باکثر من الدیة والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور
ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے جنایت عمد مین مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہو اور اسکو بدل صلح لازم ہو اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہو والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور
خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ صلح کے مانند ہے یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض مال کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو اپنے
مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر
موقوف ہے ادعی وقفیة دار لا بینة له فصالحه المنکر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب
لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوے کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے
اس سے صلح کرلی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس
ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو
تو دوسری صلح باطل ہے ھم صلح ثانی اسوقت باطل ہے کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے
اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء اور ایسا ہی نکاح بعد
نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے ھم مسئلہ نکاح خلافی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ ایک عورت سے نکاح کیا ہزار درم مہر پر پھر اس سے نکاح دو ہزار
کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ مین ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر پر نکاح کیا تو دونون
تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیة الاشباه للحموی اور صلح بعد شراء کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ
گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسلئے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعوی اور صلح بعد اسکے
صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید
فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورة فی بیوع الاشباه الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ
دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شراء اور
عقد اجارہ تو انکی طرف مراجعت کرنا چاہیے ھم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ
نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے اور شراء بعد شراء جبکہ ثمن اول کے مغائر ہو اسطرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے
برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارة علی هذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیه بینة بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبله ای قبل الصلح لیس
لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحة مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے
کہ میرا کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر ھم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ
لاحقہ کے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعده ما کان لی قبله قبل المدعی علیه حق بطل الصلح بحر قال المصنف
وهو مفید لاطلاق العمادیة اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین
کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے ھم عمادیہ کی عبارت یہ ہے ادعی بکر فصالحه ثم اقر بعده ان لا شیء علیه بطل الصلح
انتہی یعنی بکر نے دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کرلیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد صلح مین
یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے متصل کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
البزازیة انه لو ادعی الملک بجهة اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوے سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض ابطال اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ط خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اور
ہر چند کہ بلا اس کا اقرار متقدم ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث پھر دعوی کرے
کہ میرا حق بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں اور یہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ بزازی نے اتحاد اور اسکی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو
اسمین کچھ اشکال نہ رہا (و) الصلح عن الدعوی الفاسدة یصح وعن الباطلة لا والفاسدة ما یمکن تصحیحها اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور
دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ط دعوی فاسدہ وہ ہے جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی بدفع تناقض
ہو مثلا اور دعوی باطلہ [illegible] کا دعوی بطلان سے یا باطلہ وہ دعوی جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ کے ہر دعوی حد سے اور دعوی اجرت
[illegible] بالقصر [illegible] کذا فی الطحطاوی وجزم فی الاشباه ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدة فاسد الا فی دعوی المجهول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین
[illegible] کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ط طحطاوی نے کہا مقتضی تحریر
یہی ہے جو ماتن نے تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح کیونکہ جو بزازیہ مین مذکور ہے کہ علما اور [illegible] کا فتوی اسپر گیا ہے کہ
جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہو چنانچہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہو انتہی (وقیل اشتراط
صحة الدعوی لصحة الصلح غیر صحیح مطلقا) بعض نے کہا صحت صلح کے واسطے صحت دعوی کی شرط غیر صحیح ہے مطلقا [illegible] اور ابن کمال وغیرہ نے باب
الاستحقاق کا امر فرمایا اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقا خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہے
بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق
مین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف اشارہ ہے کہ طحطاوی نے کہا [illegible] قول فتوی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق
مجہول کا ایک گھر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح ہے اسواسطے کہ [illegible] دعوی
کی تصحیح حق مجہول معین کرنے سے صلح کے وقت ممکن ہے (و) صح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة وحق وضع الجذوع علی الاصح اور
صحیح ہے صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر شہتیریان رکھنے کے حق سے بقول اصح [illegible] شرب کا اول عبارت ہی پانی لینے کی باری
سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جسکا معاوضہ درست ہو
اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو بصورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی
توجهت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراهم جاز حتی فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر حقوق مذکورہ کے
دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق مین ہو سو اسنے یمین کے بدلے درہم دئیے تو جائز ہو یہان تک کہ
دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر ط دعوی تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اسنے مجھے کافر یا [illegible] کی یا اسکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر جائز ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درم دئیے بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہ
صورت ہے کہ مثلا عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب پر مصالحہ کیا تو جائز نہیں (الصلح ان کان بمعنی
المعاوضة) بان کان دینا بعین (ینتقض بنقضهما) ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح
ٹوٹ جاتی ہے دونون کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے (وان کان لا بمعناها) ای المعاوضة (بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا تصح اقالته ولا نقضه لان الساقط لا یعود قنیة وصیرفیة فلیحفظ) اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی استیفا بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو

تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی المال
علے سکنے بیت مثلا ابدا او صالح علے دراہم الے الحصاد او صالح مع المودع بعد دعوے الہلاک لم یصح الصلح
فی الصور الثلث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعوے سے صلح کی اسطرح پر کہ ایک کوٹھڑی کے باشندہ ہمیشہ رہے یا صلح کی درہمون کے دینے پر کھیتیون کے
کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں مین کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعوے الہلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوے ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ
کر لی قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ وصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ
اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاوے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا
قائم نکرے ولو برہن المدعی بعدہ علے اصل الدعوے لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علے انکار اذا صالح علے بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا تقبل
اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوے پر تو مقبول نہین مگر وصی کے دعوے مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے
صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ام لو طلب
یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیا ہے تو قسم
نہ لیجاوے گی کذا فی الاشباہ ھم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنے اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم
نہ لیجاوے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور
دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور
دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ھم قول ثانی یعنے عدم صحت صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ معین المفتی مین ہے
اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین
وخالفہم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوے سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنے مدعا بہ کا اقرار
نہین متقدمین کے نزدیک اور علما متاخرین انکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء
عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اسکی
یہ ہے کہ صلح عن الدعوے یا ابرا عن الدعوے سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابرا عن الحق کے وہ ثبوت حق کا
مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ درر صلح کی بائع نے بیع کے عیب یا دین
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیر دے جو کچھ اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ الدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علے بعض جنس ما لہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط للباقی لا معاوضۃ للربوا یعنی صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور
باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے بیاج کے سبب سے یعنے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور
وہ صحیح نہین اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ او مؤجلۃ
یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو

بلا ہے تو یہ ہم بدل صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جس مقدار پر صلح واقع ہو اور حقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور باقی کا اسقاط
بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار بلاادت سے ہزار مؤجل پر ہم اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہو گا و عن الف جیاد علی مائۃ
زیوف ہے اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہو گا ولا یصح عن دراہم علی
دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق
ادھار جائز نہ ہو گا ہم یعنے دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے کہ صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو ادھار صحیح نہ ہو گی او عن الف
مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم مؤجل سے پانسو درم بلاادت پر مگر مولیٰ کی صلح میں اپنے
مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنے مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف بعض کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے
بخلاف صلح مولیٰ اپنے مکاتب سے کہ احسان مولیٰ کا ظاہر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضا والاصل ان الاحسان
ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر ہم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی
طرف سے پایا جائے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جائے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہ کہ اپنے حق میں صلح
کرے جو اسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز قبول کرے جسکا دائن مستحق نہیں چنانچہ
سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل مؤجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پس سبب معاوضہ ٹھہرانے کا حکم اسمیں جاری ہو گا تو اگر
بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہو گا تو معاوضہ فاسد ہو گا اور نہیں تو صحیح ہو گا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ اد الی خمس مائۃ غدا من الالف التی لک علی
علی انک بری من نصف الباقی فقبل وادی فہو بری وان لم یودہ فالکل فی الذمۃ کما کان لفوات التقیید بالشرط او دائن نے
اپنے مدیون سے کہا کہ میرے پاس پانسو کل اس ہزار سے جو تجھ پر ہیں ادا کر اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون
نے قبول کیا اور اسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہو گا اور اگر اس نے پانسو کل کے دن ادا نہ کیا تو اسکا دین پورا ہزار ہو گا اسواسطے کہ پہلی شرط کہ تھا
بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی براءت
میں تو صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و ہو احد مسائل خمسۃ ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتیں
میں ایک انہیں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کریگا
اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا
نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہو گا کیونکہ قول مذکور ابراء مطلق ہے یہ ابراء مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح
نہیں کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو براءت مقید بادا نہیں والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا
وہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت
یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے
بری ہے اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اسپر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہو گا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول میں
براءت کی صریح تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہو گا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب دین
اسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالباقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد

اولا لہما انہ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے
تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابراء کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و ثالثہ اور علق التعلیق بالشرط
کان ادیت الی کذا او اذا ادیت او متی لا یصح الابراء لما قررنا ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچوین صورت یہ کہ اگر دائن
ابراء کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابراء صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابراء کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابراء ایک راہ سے تملیک ہے ہم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح ہے بنا بر آنکہ
کہ ابراء مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونون معنون کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابراء صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہے تو
ابراء صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ بتصحیح وان قال المدیون لآخر سرا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحطہ عنی ففعل الدائن التاخیر
او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار کرونگا جب تک تو مجکو تاخیر نہ دے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اسواسطے کہ مدیون اس پر مجبور
کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی المنح ولو علن ما قالہ
سرا اخذ منہ الکل للحال ہے اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے ہم اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست
تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور
اعلان مین پورا دین اسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہے ادعی الفا
ولو ادعی الفا فجحد فقال اقر لی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا
اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے
کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط
یعنے اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کر ڈالونگا پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے
نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ابراء بالشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمین تعلیق معنوی ہے صلح الدین المشترک بسبب متحد کثمن
مبیع بیع صفقۃ واحدۃ ودین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم
کما یاتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک
مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنے
دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم ثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونون شریکون کا مبیع مشترک ہو اور اس طرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا
شریکین نہ ملے ہون بلکہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت
کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے بھی
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوضہ مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب
ہے اور مشارکت مین یہ شرط ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص نے بیع بصفقہ واحدہ کر لی اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

سو درم ہیں اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص نے اسمیں سے کچھ قبض کر لیا تو دوسرے کی اسمیں شرکت ہو گی اسواسطے کہ تفریق تسمیہ باہمین کے
حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً حنیفہ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب اخذ علی خلاف جنس الدین فللشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا آدھا لے گا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اسکا حق
نرہیگا کپڑے میں ہے مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک
نصف کپڑا لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما بقی لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف
دین کے مدیون سے کچھ خرید لیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر
بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع سال مذکورہ پر یعنی صلح پر
سے لیکر بیع میں بسبب باقی رہنے اسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض
اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ پھیرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبضہ کرنا
یعنے اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ فوقعت المقاصۃ
بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل وجوب ہونے دونوں
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض
ہے اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ ادا سے دین میں دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین
ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمیں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض
قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر
دونوں شریکوں کے مدیون پر بیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک
ساکت کو دس درم کا وکذا المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے جیسے مقاصہ اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین شرکت سے پہلے
اور پانچ درم مجرا ہو گئے اسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہو گی یعنی شریک یوں پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور امام رح کے نزدیک تاجیل
احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد رح سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا
قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ
لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کر لے اور
وہ اسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے
نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو قبض نٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمیں رجوع نہیں کرسکتا اور جنایت عمد
کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہے

تو ثابت رہیگا کیونکہ صلح میں قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہب الغریم قدر دینہ ثم یبرأ او یقبض شریک کے خاص کر لینے کا
حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر
چالیس درہم ہے تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درہم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درہم میں شریک ثانی کی شرکت
نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفاً من تمر مثلاً ثم یبرئہ لیتخلص غیرہ وھو حیلۃ فی الشرکۃ یا کہ احد شریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور
بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اُسکا حصہ ہے اُتنا کھجور کا ثمن ٹھہرادے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ
مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں یعنی اگر اُسکا حصہ دین سے دس درہم ہو تو دس درہم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درہم
اُسکو دیگا وہ ثمن بیع ٹھہریگا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ سے اپنے حصے
سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل
ہے یعنی جبکہ دو شخصوں نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہوں میں اور راس المال بیس درہم ہے اور ہر شخص نے دس دس درہم دیئے پھر ایک شریک نے دس من
گیہوں سے دس درہم پر صلح کی اور دس درہم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اُسنے لیے تو یہ صلح امام رح اور محمد رح کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت شریک ثانی
کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درہم مقبوض دونوں میں مشترک ہونگے اور جو باقی رہیگی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا
تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضا شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے میں جائز کیجیے تو لازم
آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہیں ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدر مع شرحہ والتوضیح نعم لو کانا
شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہاں اگر دونوں رب السلم شریک مفاوض ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر و طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں یوں
ہے کہ جاز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہیں بلکہ جبکہ وہ سب میں فسخ کرے تو جائز ہے

فصل فی التخارج

یہ فصل ہے تخارج کے احکام میں ہم تخارج خروج سے ہے اور اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اسپر اتفاق کریں کہ مثلاً ایک
وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدھم عن الترکۃ وھی عرض او ھی عقار بمال اعطوہ لہ او
اخرجوہ عن ترکۃ ھی ذھب بفضۃ دفعوھا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرفاً للجنس بخلاف جنسہ خارج کردیا وارثوں
نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اُس مال کے جو انہوں نے اُسکو دیا یا وارثوں نے اُسکو نکالا
اُس ترکہ سے جو سونا ہے بعوض چاندی کے کہ انہوں نے اُسکو دیدیا یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے
خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتوں میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر ہم صرف جنس بخلاف جنس علت ہے تخارج
عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ھو صرف جو مال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر سب صورتوں
تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اُس تخارج میں جو بمنزلہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہے چاندی سونے سے تو طرفین کا قبضہ
کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من
حصتہ من ذلک الجنس تحرزاً عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر ترکہ میں درم
اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اُسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جاویں
اور باقی درم باقی متروکہ اسباب کے مقابلے میں ٹھہریں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہے
سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو
اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے
سود کے نہونے سے وکذا لو انکر وارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہو اُسکی میراث سے
اسواسطے کہ اسوقت یہ جو دیا گیا ہے بدلا نہیں بلکہ وہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط
ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے
اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں خارج کے واسطے نہیں اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا
مالک کرنا باطل ہے پس جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور جبکہ [illegible]
دین کی باطل ہے مگر اُسکو مالک کرنا باطل ہے جسپر دین ہے ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک
الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیلے دربارہ ابرا ذکر کیں مصنف نے کہا اور صلح
صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا مدیونوں کا مصالح کے حصے دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اُسکو معاف کر دے تو صحیح ہے کہ
اس ابرا میں مالک کرنا ہے دین کا اُسکو جسپر دین ہے اور صحیح ہے تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونوں سے ہم اس حیلہ میں باقی وارثوں کا ضرر
ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ
ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں نقد ادا کریں یعنی احسان اُسکے جانب سے اور مصالح اپنے
حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اسواسطے کہ نقد بہتر ہے نسیہ سے کذا فی الصدر
الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بالصلح بلا واحالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں مصالح سے دین کے سوا اور ترکہ سے بعوض اُس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہے اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اول میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ
ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن مالک اور اوجہ حیلہ یعنے آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح
کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اُسکے بیچیں بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن مالک
ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے صریح وفی صحۃ الصلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل
او موزون متعلق بالصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور ترکے کے اعیان معلوم نہیں اور اسمیں دین نہیں
اُسکے صلح کے صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہۃ کے
شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہے یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہوں اور مکیل یا موزون پر

صلح کا ارادہ ہو تو اُسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہو اور یہی قول صحیح ہو اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہو بعلت شبہہ
ربوا اور وجہ صحت یہ ہو کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہی اسواسطے کہ احتمال ہو کہ ترکہ مین مکیل یا موزون ہو پر تقدیر یا اُسکے ہونیکے پھر یہ احتمال ہو کہ بدل صلح
سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہو اور بعدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہو نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل
الصلح لم یجز والاجاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہم جنس نہین
تو صلح جائز ہو اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت مین اختلاف ہو ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من
الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لبقاء ما فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز مالم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی
التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہو قول اصح مین اسواسطے کہ جہالت اُسکی موجب نزاع
نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک
کہ تمام مقبوضہ اُسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہو کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہو اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہو تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ
بیان تسلیم کی حاجت ہو اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہو وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہو صلح ایک
وارث سے اُسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہو قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو
ورثہ ترکے کے مالک نہین جو آپس مین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہو الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع یا اس صورت مین
صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین [illegible] کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برارت ذمہ میت ہم تقیید برارت مین شارح مصنف کا
تابع ہوگیا ہو اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہو کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال
سوا ترکے کے لینے وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی سعی اور جیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی و لا ینبغی ان یصالح و لا یقسم
قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اُس ترکے مین جسکو
دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہو طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہو ولو فعل الصلح والقسمۃ صح
لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقفت الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور
قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہو اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہو تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
ہم استحسان متعلق ہو صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہو استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہو کہ صحیح نہو اسواسطے کہ
ترکے کا ہر جزو مشغول بدین ہو بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہو جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ
تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا ازراہ صلح
تو اُسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان
کان المعطے مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم تقسیم بینہم اور اگر دیا ہوا مال اُسمین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر اُنکی میراث کے

انھین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقید بالخصوصات بکونہ عن انکار ولو عن اقرار فعلی السواء اذ حینئذ اصل تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ
وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت
برابر ہو مطلقاً خواہ ترکہ کے سوا بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید کیا اور استوا ظاہر نہین مگر
جبکہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہے
یعنے صلح مین کل او بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دینا ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکرو فی الفتوی فیفتی بالصحۃ
وتحمل علی وجود شرائط الصحۃ فتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو
فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
یعنے مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناہ من مسائل التخارج اور جس اجنبی کے
واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی ان احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسائلہ سے یعنی جس تفصیل
سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا احد الورثۃ ثم ظہر للمیت دین او عین
لم یعلموہا ہل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکورۃ قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فی الخانیۃ مقدما للعدم الدخول وقد
ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ الاصح وابطال الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے
اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح
مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور عین سب
وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے
اول مین ذکر کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہو وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ الا یہی صحیح
قول ہی اور صلح مذکور باطل ہوگی وفی الوہبانیۃ شعر وفی مال طفل بالشہود فلم یجز ۰۰ وبا بعی خصم والا یتیور ۰۰ اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے
اس مال مین جو گواہون سے ثابت ہو جائز نہین اور صلح جائز نہین اسمین جسکا مدعی طفل پر دعوے کرے اور اپنا دعوے گواہون سے
روشن نہ کرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین
مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی + وصح علی الابرا
من کل عیب ۰۰ او صحیح ہی صلح ابرا پر ہر عیب سے یعنی مشتری اگر برات عیوب سے بیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے
کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی + ولو زال عیب عنہ صالح بید ۰۰ اور
اگر عیب بیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہوگی تو
بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی + ومن قال ان حلفت فانت بری فحلف لم یبرأ ۰۰ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر
تو قسم کھاوے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہین
پس اگر مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار
قسم لیجاوے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی + ولو برع کالا ...

اگرچہ مدعی قسم کھاوے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں ہم مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوے پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم و استغفر اللہ الحکیم الغفور

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسلیئے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی النفع کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیئے کہ اُسے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے و رکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجکو دیا بطریق مضاربت یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر جو فائدہ حاصل ہو اس میں تیرا اتنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اُسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن بالفاظ مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہے شروع میں ہم مضاربت ابتداء میں ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالکہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء اگرچہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہیں دیگا ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوا ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اُس باقی درم سے اور اُس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمیں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جاوے گی اور مفسدہ اشتراط العمل ہے نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نہیں بلکہ راس المال میں شرکت ہو گئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اُسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہے تو دونوں اسمیں شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح اولا لانه اوفی علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثة اور مضاربت اجارہ فاسدہ
ہو اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہو ہر طرح تجارت مین
نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ کی جاوے مزدوری شروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ رح کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہو کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرط الفه عشرۃ دراہم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فہو استثناء من نحو
عمل مضاربت فاسدہ مین اجرت مثل ہو مگر اس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درہم کا
مشروط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہو اجر مثل
عمل سے ہم بیان عمل اشباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہو یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے رفع ابہام کر دیا تھا اسطرح فلا شیء
سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر دیا والفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحۃ لانه امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی
ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہو اور امین پر ضمان نہین ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط
الربح کله للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا ودینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہو
یعنی یہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہو تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان ہو کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شروط نہین کیا
ومع شرطه للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہو بسبب قلت ضرر قرض کے یعنی
اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے کو نہ صاحب مال کو تو یہ مضاربت نہین ہو قرض ہو اسواسطے کہ عامل کل نفع کا
مستحق نہین ہوسکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور یہ مقصود نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا ضرر نقصان ہو اسواسطے کہ ہبہ
قاطع حق ہو عین اور اسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہو نہ اسکے عوض مین تو بقلت ضرر قرض اسی کو قرض [illegible] اولی
ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وشرطها اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین اول راس المال کا بعینہ اثمان کے ہونا ۲ اسکا معلوم
ہونا ۳ راس المال کا عین ہونا دین نہ ہونا ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک و مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا
حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ مین ہم تو مضاربت صحیح نہین مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح
ہوتی ہو اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہو فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہو یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی
سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت
کرین مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیه الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہو مثلا
اشارہ یہ ہو کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درہم دیے اور انکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہو کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفته للمضارب بیمینه
للمالک اور صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور صفت مین مضارب کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے
ہو والا المضاربۃ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین
اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہو اور مکروہ ہو ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور

المضارب خانیہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہو مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تجھسے دو یا ایک ثلث نفع
شرط کیا ہے یا دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے تو مقبول
اسواسطے ہے کہ صاحب مال اس زیادتی کا منکر ہے جسکا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیہ وفی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے اسمیں اشتباہ ہے
سو اسکو سمجھو اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب
یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول
ہے قال المحشی منقول اپنی شرح میں اور تحریر صاحب ابن ہمام نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب ہی مدعی
صحت عقد ہے بخلاف صاحب مال کے کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو شبہ واقع ہوا کہ اسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اسمیں داخل ہے
نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب مالک ہے
مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا ادھار متعارف کے ساتھ ہم
مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ ضامن ٹھہرے اور مال اسکے ہاتھ میں امانت نہ باقی رہے اور ادھار
میں متعارف کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کیواسطے دوسرے
شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا وبحرا ودفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ
صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنابر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام رح سے کہ اگر اپنے شہر میں مال
دیوے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اسکو سفر تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو مضاربت لفظ
مسافرت کا مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت یعنی تمام نفع صاحب مال کیواسطے
مشروط ہونا ولو لرب المال فلا تفسد بہ المضاربۃ کما یجئ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور اس دینے
سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا
او یغرسہا جاز ظہیریۃ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تاکہ اسمیں کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن
مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگدست پر
اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے دستور العمل
سے ہے لا یملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برایک اذ الشیء لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے
شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اسکے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی
تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہیں کہ شئ اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے ہم عدم تضمن مثل عدم ملک مضاربت کی
علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ الشئ لا یتضمن مثلہ والاعلی منہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں
جائز نہیں جبکہ اس شہر میں رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعمل برایک
لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول کو اس سے کہا گیا

یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق ہو اسواسطے کہ وہ دونون تجارت کے دستور العمل سے نہین ہین تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہو نگی
جبتک کہ مالک ان دونون پر تصریح ذکر نکرے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجکو قرض دینے اور ادھار لینے کا اختیار
ہو تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین اور رہن یہ ہے کہ استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ثمن پر خریدے سوا اسکے استدانت کا شمشا شرکت
وجوہ ہے وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ لایملک الاستدانۃ
بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت یہین تو اگر مضارب نے مال سے کپڑا
خریدکیا اور اسکو پانی سے دھلایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہین لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہین ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین ادھار یہ ہے کہ درہم
اور دنانیر سے خریدکرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خریدی کی درہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درہم یا دینار باقی نہین تو
اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت
جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر انکی باربرداری یا شوب یا پھیلنگی یا اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہین رہا تو استحسانا ہے مضاربت پر ادھار کرتا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب علیحدہ اپنے نفس پر متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء
لانہ لو قصر بالنشاء فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھلادیگا تو اسکا حکم کپڑا
رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ وحمل فی العمل برایک لانہ خلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا
شریک ہوگا اسقدر مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی
صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالھما اور ہوگا مضارب کے واسطے اسکے رنگ کی قیمت کا
بقدر اسکے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں ہے مثلا سفید تھان خریدا پانچ روپیہ کو راس المال سے اور اب اسکا ثمن بدون رنگ سات روپیہ ہوگیا
اور رنگین کرنے سے آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب ایک روپیہ لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ
مضارب کے رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہا کہ عمل کر جیسا اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی واشار بالاحمر الی ان
السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہوچکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کے مانند تو داخل
ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو
بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لایملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجی اور مضارب مالک نہین تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس
شخص کا جسکو مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان اور یگا ہم تحالف
مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اسنے تفویض کی اور تخصیص کو رخالی
فائدے سے نہین اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور اشخاص اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدر قیدنا بالمقید لانہ

المالک لعتقہ لانعدامہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو یعنی غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب
غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد شدہ غلام ادا قیمت پر بقدر
حصہ رب المال کے یعنی غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عتق مالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ
بسبب زیادہ ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب والوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد
ذو النظر نفید الصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر
نافذ ہوگی اسواسطے کہ اس میں شفقت اور صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی ناقص ہے اور شریک میں علت یہ ہو مضارب میں مذکور
ہوچکی یعنی عدم حصول نفع شریک المأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لهما زیلعی
اور عبد ماذون تجارت جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہوا اور نہیں تو آزاد نہوگا برخلاف
صاحبین رحمہ کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہیں تو امام رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای لالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد
وحدہ لما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک لظہور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درہم ہیں نصفا نصف منفعت پر اسنے
ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری
کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پاجانے ملک مضارب کے ظاہر
ہونے نفع مذکور سے تو ولد اسکا مذکور آزاد ہوگا الخ پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر
نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی
الزیلعی مختصرا وسعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء والد کو کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی
ساڑھے بارہ سو درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کرے پس ہزار راس المال کی بابت سے اور ڈھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصہ میں
ٹھہرے و لرب المال بعد قبضہ الالف من الولد ضمین المدعی ولو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز
ہے بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان ملک کو
برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تا کہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے
اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب میں
مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں عمل کر گئی کذا فی الطحطاوی وحمل علی انہ تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب پر محمول ہوگی
کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تا کہ مضارب زناکار نہ ٹھہرے ولو صارت
قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار
ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور مضارب تاوان دیگا مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں ہے اسواسطے
کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تضمین
مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن نہر کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

اسپر ہے کہ امام والد پرسعایت نہیں ہے حرف مالک کے ضائع ہونیکی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحرالرائق کا یہ ہے کہ جب مالک کو رس المال نہ ملیگا تب تک اداء قیمت ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اُس مضارب کے احکام میں جو دوسرے شخص کو مالک کا رأس المال دیکر بطریق مضاربت کے لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کرچکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنا برظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جبکہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس میں اور مالک میں مشروط ہے ہم در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اُس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہی خاص کرکے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول رأس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا ضمن لیس لہ ذلک پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اُسکو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے مغصوب ٹھہر گیا اور مالک مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف علی الشرط وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط یعنی اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جو کچھ اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم میں نصفا نصف ہے تو مالک کے واسطے نصف نفع ہے بموجب اُسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالی روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہو یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالی منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا کیونکہ مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ملا سوا دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم

خرچ اسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگا راہ میں تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و بالحکم بلحوق المالک
مرتدا او مضاربت باطل ہو لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی کیونکہ
لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے و لہذا اسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد لحوقہ مسلما
فالمضاربۃ علی حالہا ان حکم بلحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا
نہوا ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے ہو اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا
حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی و لو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد
ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام رح کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت
مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب و حکم بلحاقہ بطلت و ما تصرف نافذ و عہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب
مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اُسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا
عہدہ مالک پر ہے امام رح کے نزدیک کذا فی الجوہرہ و لو ارتد المالک فقط ای و لم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی دار الحرب
میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں و ردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد
ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب میں ملحق ہوجاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو
اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اسکے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرہ و ینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بخبر رجلین
مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردوں کی خبر سے
مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے و الا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نہ جانا تو معزول نہوگا
فان علم بالعزل و کذا بموت المالک و لو حکما و المال عروض باعہا و ان کان خلاف جنس راس المال فالدراہم و الدنانیر جنسان باعہما و لو نسیئۃ و ان نہاہ
عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم
باللحاق یا اسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقریر میں دو جنس
ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع اُدھار ہو اور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض
دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب کے پاس دنانیر خریدے ہوئے ہوں تو اسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس قرینہ یہ ہے کہ جب مال عروض ہو
تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاوے ثم لا یتصرف
فی ثمنہا و لا فی نقد من جنس راس المال پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو و یبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردہ جنسہ و لیظہر الربح او مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کو راس المال کی جنس سے از روئے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور
تاکہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے و کذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ
صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک و مضارب دونوں اپنا
حق معلوم کر لیں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل و لا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جبکہ
مال عروض ہو بلکہ تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک وجہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ و مالہا

استعمال صحیح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب
علی اقتضاء الدیون لانہ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے
کے واسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو قرض بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو تقاضا طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ
مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضا دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب اسوقت
میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں ویؤمر بان یوکل المالک علیہا لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضا دیون میں وکیل کرے
اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل
بالبیع والمستبضع کالمضارب یعنی ان بالتوکیل اور اسوقت میں جبکہ متبرع ہے جبر علی الاقتضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطور
بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر جبر کیا
ہوگا تقاضا سے دین میں اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں اور سمسار یکبارگی اول وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگوں
کے جمع ہوں تاوہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع سئل المصنف
شارح کا استوجب علی ان یبیع ویشتری لم یجب لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ معلومۃ ثم یستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اجرت ٹھہرا کر کیا
کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لیگا وقت اور ذکر کرے
خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہیں ہوسکتی مگر ساتھ
مساعدت غیر یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت کے تو اجیر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان کر اور
مدت کو اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح
لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح
لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب
کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضامن نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال
وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاوے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں
تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں شروط کے موافق قسمت ہوگا اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر
تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم
عقداہا فہلک المال لم یترادا لو بقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا
سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور
مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافع ہے مضارب کے واسطے ہم یعنی اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہوگا اور
زیلعی نے بغیر تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضارب اذا باع بربح

کل المال اولبعضہ تقیید الہدایۃ بالبعض اتفاقی عنایۃ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ تا مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا جزو مال کا
دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت جیسا کہ گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید بوقع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایۃ ہم بضاعت سے یہان کام تعلق
مراد ہے اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت
دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شریک اپنے مانند کو شریک نہین کر سکتا کذا فی الطحاوی وان اخذہ ای المال المالک بغیر امر المضارب
باع واشتری بطلت ان کان راس المال نقدا لانہ عامل لنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیا اور بیچا اور خرید کی تو مضاربت
باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ہے … ہوا اس خلاصہ یہ کہ جس تصرف کا مضاربت سے … ہوا اسکے … کہ جسکا مال
اسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اس تصرف مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے
منع کرنے پر صاحب مال قادر ہو تو صاحب مال اپنے نفس کا عامل ہو گیا یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت بھی معین ٹھہریگا کذا فی الطحاوی وان کان عرضا
لان النقض الصریح لا یعمل فہذا اولی عنایۃ اور اگر مال مضاربت عرض ہو گیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے کیونکہ اسوقت مین مالک کا
نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو نقض غیر صریح بطریق اولی عمل نہ کریگا کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر بحر اگر مالک نے
عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر
ولو یوما فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء وکل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جبکہ مضارب نے
سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت مین
دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے اس چیز سے جسپر سواری کیجائے ہم سفر سے یہان … کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اپنا
شہر سے باہر نکلے کہ راتکو اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اور محتاج ایسا جیسے کپڑون کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق
کی اجرت اسواسطے کہ آدمی میل کچیل اور … سے والا مفلسون مین شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس … کم ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ خرچ مین
کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم ہوگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہین آنے جانے
سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بخلاف جو احتباس کہ صحیحہ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ
لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب
مزدور کے مانند ہے تو اسکا نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین خلاف ہے ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین
وجوب مصرح ہے اور ابن مالک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب متفق علیہ ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہے کذا فی الطحاوی ان عمل فی المصر
سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو
گھر بنا کر تو اسکا خرچ اسکے مال مین ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال مین ہے بنا بر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے
کہ مرض عارضی امر ہے کاہے ہوتا ہے اور کاہے نہین مبسوط مین ہے کہ حجامت … اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوی الاقامۃ بمصر ولم یتخذہ دارا
فلہ النفقۃ ابن ملک مالم یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بالمال اور جبکہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ بھی مضاربت کے مال مین
کذا ذکرہ ابن الملک جب تک کہ اسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محبوس نہین ہوا ہم شہر مذکور مین نفقہ اسوقت تک ہے جبکہ اسکو وہان مال
نہ دیا گیا ہو اور … اس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک نے مضارب کو نفقے مین … کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی …

مضاربت سے معروف نہ لے جبتک کہ اُسکی اقامت کرنے میں مضاربت کے سبب سے نہیں تو سستو جب نفقہ نہیں جبتک وہان باہر سے جاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن میں
گیا اور پھر کوفہ میں تجارت کیواسطے آیا تو اُسکے خرچ میں مال مضاربت یا اپنی ذات سے خرچ کرے اسواسطے کہ اُسکا کوفہ میں رہنا سفر تھا سو وہان سفر کر جانے سے وطن متعار بھی
دور ہو گیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اُسکا نفقہ بھی جبتک اُسنے مال نہیں لیا اُس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ میں رہیگا تو اُسکا نفقہ نہ ملیگا حالانکہ ایسا
نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ انتہی مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو
مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد ما بقی تجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب نے
اپنا مال و مضاربت کا مال سفر میں لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملا لیا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر
سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہے دستور سے اسکا تاوان دے … مال بلا اذن سے مضاربت … کیا مالک کا
اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بالقول الراجح اس اعتراض کو … بعض محشی نے … کیا ہے کذا فی الطحطاوی و … انفق من … فی مالہ ذلک
ولو … علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے … مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ … مضاربت کے مال میں … تو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو
تو اُس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا ویاخذ المالک ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ فما فضل قسم بینہما
علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لیگا جتنا مضارب نے خرچ کیا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو اگر
راس المال پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لینگے اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند شمار کیا جاتا ہے
اور راس المال کا ہالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع ظاہر نہ ہوا تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے
کم ہو جانے سے استرداد نہیں وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ
مما اعتید ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت بیچے تو اُسکو حساب کر لیوے جو اُسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھوبی
اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہو اور بائع یون کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید ہے تاکہ دروغ
نہو ولا یضم ما انفق علی نفسہ الی راس المال لان ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار … اور … ملائی جاوے راس المال کی طرف
وہ چیز جو راس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اُسکے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملا لینے کا
کذا فی النہایۃ و زیادت کی حقیقی مثال جیسا کہ رنگ لگانا اور زیادت حکمی کی مثال جیسے کپڑے کا … لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ … اور راس المال کے
ساتھ بیع المرابحۃ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا ہے بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے … کتاب المرابحۃ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہے تو اگر
سوداگرون کے ملا لینے کی عادت ہو تو ملا دے ورنہ نہیں مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل
نقدہما للبائع غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور انکو
دو ہزار درم سے بیچا اور انہیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو وہ دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی
تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے … جبکہ مال یکہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا یکہزار کا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب
کو پانسو پہنچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب ہزار تلف ہو گئے
قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اُسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد
ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہا اور چوتھائی غلام کا ملک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت …

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم منافی کذا فی الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وهو الفان وخمسمائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کہ غلام خریدا ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار روپیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہا ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دوہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دوہی ہزار سے خریدا ہے یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دوہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو سبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد بضعفہا باربعۃ الاف فحصتہ ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف منہما لان رأس المال الفان وخمسمائۃ اور منافع تین ہزار سے کہ پانسو ہے مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہ نفع ٹھہرا سو دونوں میں بحصہ شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خریدا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگر چہ مضارب نے ہزار کو خریدا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اسکا وکیل ہے تو ہر چند یہ بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شبہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر نشاء کے ہزار درم سے وہ غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا اسے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی مضارب پر ہے دونوں کے ملک کے بموجب ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیا مقتول کو قبول نہ کریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہوجاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح عینیہ اور اگر مالک غلام کا دیدالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب توہم منفعت کے سوقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جہاں غلام کی قیمت ہزار ہو اور جہاں تو دو ہزار قیمت ہو تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ ولو شری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خریدا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایک ہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنی بار ثمن تلف ہوجا دے اور ہزار دیا جا بلا حد معین ورأس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس المال ہے تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہونچیگا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید استیفاء لا امانۃ

ودیعة بهزار الاعطاء تحتمل الهبة لکن الودیعة ادنی وهو متیقن فصار کنایة اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحا ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے
پاس ودیعت رکھی خواہ کنایة ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلا مجھکو دے سو اسنے کہا کہ مین نے تجھکو دے دیا تو یہ ودیعت ہے کذا فی
البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کہنا یہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا هم کنایہ سے بیان مین مراد نہین کہ لازم
انتقال ہو ملزوم کی طرف یا کہ بیان کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شے اور غیر شے دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کہنا یہ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبه بین یدی رجل ولم
نہین کا جانا ۱۲
یقل شیئا فهو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا هم خلاصہ مین ہے کہ اپنی کتاب
ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا صورت تلف ہونے کے اور ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت
کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہوگیا انتهی تو یہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت
قبول کرنا ہے مودع کیجانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالة کما لو سکت عند وضعه فانه قبول دلالة لو وضع ثیابه فی حمام
بمرای من الثیابی وکقوله رب الخان این اربطها فقال هنا کذا بدایع خانیه یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانے کے مالک او مہتمم سے کہ کہان
اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سو اسنے کہا وہان تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیه هم اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالت مین وهذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانة
فتتم بالایجاب وحده حتی لو قال للغاصب اودعتك المغصوب برئ عن الضمان وان لم تقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت
کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہوجاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب
تاوان سے بری ہوگیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار هم حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب کا سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وشرطها کون المال قابلا للاثبات الید علیه فلو اودع الآبق او الطیر فی الهواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط یہ ہے مال کا دست قدرت کے لائق ہونا تو اگر
غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا
شرط لوجوب الحفظ علیه فلو اودع صبیا فاستهلکها لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقه اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اسپر نگہبانی واجب
ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا
ممنوع ۱۲
اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی شرط اسکے بالغ ہونے کو وهی امانة هذا حکمها مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولها اور ودیعت امانت ہے
یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے هم
ادا کو ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہے فلا
تضمن بالهلاك الا اذا کانت الودیعة باجر اشباه معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہوجانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول هم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا
فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنه ام لا هلك معها شیء اولا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقا
ضمان نہین خواہ ہلاک سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پہ
تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل به یفتی خلاصه وصدر الشریعة اور تاوان کا شرط کرلینا امانت دار سے چنانچہ
حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصة وصدر الشریعة وللمودع حفظها بنفسه وعیاله کما لا اور ودیعت قبول کرنے والے کو

جائز ہو حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ
لوگ ہیں جو اُسکے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ اُسکے عیال ہیں جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ہم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہوں خواہ ان نفقہ
میں شریک ہوں یا نہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہو تو اسپر تاوان لازم
نہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے
ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز و زوجتہ ولا یسکن معہما لا یضمن علیہما الم یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو
ودیعت دی اور حال یہ کہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور انکو نفقہ نہیں دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ہم یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ
ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مساکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد میں یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر
ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یضمن منح عینی اور اسیطرح ضامن نہیں اگر زوجہ نے اپنے زوج کو ودیعت بغیر
کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں شرط ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرط
کونہ امینا فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع ودیعت میں تو اگر انمیں سے کسی کی خیانت اور دغابازی
معلوم تھا اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ ہم دو صورتوں میں تاوان نہیں جبکہ امانت داری
معلوم ہو اور جبکہ مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہو اسکو جائز ہے دینا ودیعت کا
اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع
کو اسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو یعنی یہ کہ اسکی عیال میں سوا اس
شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال میں نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا
وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ ومأذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال
وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوائے اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد رح سے روایت ہے
کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اسکا وکیل و غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو
جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صحح ہو ابن ملک و اعتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاح واصلاح میں اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور
مصنف رح نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے ہم نہایہ میں یہ فتوی تمرتاشی کی طرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوائی کی طرف کی ہے واضح ہو کہ تحفہ
میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا
اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جبکہ مستودع
آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سو اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی
یا دوسری کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ہم حموی نے کہا ضرور ہے کہ حرق اور غرق
منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش نرمی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء
او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق میں تاوان نہیں مگر جبکہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو کشتی ناو پر سے
پھینکا یا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا ہو فان ادعاہ

ای الدفع بجارہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ ای الحرق بیتہ والا لا بدارالمودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں پھینکنے کا
دعوے کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور سیلاب وقوع غرق دریا ہو والا لا علم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق
الا ببینۃ محصل ما بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وبالصواب التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم ہو تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مگر گواہوں
سے تو اس قدر بیت سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہو گئی یعنے اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے غیر کی ہم خلاصہ کی
عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر میں معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی
تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حرق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق
ذخیرہ میں منقول ہے انتہی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ لرد ودیعتہ فلو حبسہا الیہم لغیبتہ ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو
بعلامۃ منہ علے الظاہر قادراً علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت
بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک
کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان ندیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ
طلب ودیعت کرے تو اسکے ندینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان
عاجزاً او خائفاً علی نفسہ او مالہ بان کان مدفوناً معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اس طرح پر کہ عاجز ہو
یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان ندیگا جیسے طلبگاری
مالک جبر کا اسکے ندینے میں تاوان نہیں ہم کہتے ہیں ہے کہ اگر ایام فتنہ وفساد میں ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ میں اسوقت میں اسپر قادر نہیں ہوں
اسواسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا
قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت
ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال
غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفاً اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلاً فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم
انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علے وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے
تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اسکو معلوم ہو جاوے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق
مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امراۃ کتاباً فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لانہ یبطل حق الزوج خانیہ چنانچہ ایک
عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمیں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق
نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومفادہ ان المنع ظلماً سوء تعدی ای موت المودع مجہلاً فانہ یضمن فتصیر دیناً فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے ہے مر جانا مستودع کا بلا بیان
ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے متروکہ میں ہم جب اسنے بیان نکیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ
مستہلک ٹھہرا اسی تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو
جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث
نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

اسکو کرایہ پر دے یا وہ کپڑا تھا جسکو پہن لیا یا وہ مکان تھا کہ اسمیں رہا یا کوئی دیگ تھی کہ اسمیں پکایا پھر ایسی باتوں سے رک گیا تو تاوان نہیں آتا یعنی اس کی صورت یہ کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو کرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گر روکنے سے پہلے پھر اسکو اسی حال پر جو اسکی قیمت سے کم ہے کر رکھا پھر اسنے ادا کیا اور غلام یا جانور کو یہ چھوڑا ایسا نکہ کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو رہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلہ میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن کو بارہ تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہو گا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلہ میں جو متن میں مذکور ہوا اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہو مسئلہ مذکورہ جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح میں بیان کیا ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازال لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہو کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہو لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسلئے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کا قبضہ ہے کما نص علیہ الطحطاوی اسلئے کہ بایں لحاظ کہ ودیعت کی جو متن میں مذکور ہوا انتہی اور ایک نسخہ میں یوں ہو لان یدہ کیدہ ای المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ امین عوض کا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضہ کے ہو اور یہی ملائمت مقام ہو واللہ اعلم و لو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ ای للمودع عملاً بہ اور اگر مالک نے مودع کی تکذیب کی اسپر کہ ازالہ تعدی میں تو اسی کا قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہو اور بعضوں نے کہا مودع یا شیخ کا قول مقبول ہو کذا فی الہدایہ و بخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحد الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت ہلاکت ودیعت اسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سالہ عن حالہا فجحد ہا فہلکت لم یضمن یعنی مصنف رح نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ولم ینقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف نے یہ قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھا لیجائیگا پھر وہ تلف ہو گی تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ہم عدم نقل بحالت انکار اسپر صادق ہو کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہو کہ انکار کے زمانے میں اسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہو وقید بقولہ وکانت الودیعۃ منقولاً لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافاً لمحمد فی الاصح نہر غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعض شروط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہیں وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید یہ لگائی کہ وہاں یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہو وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لربہا خذہا فترکہا فان الکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور یہ قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک اس سے کہکر اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

یکیسہ اسکا حصہ دینا جائز ہے وہو قیع لیضمن فی الدرر لکن فی البحر الاستحسان لا ذکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دیگا تو اسپر تاوان آویگا
یا نہیں تو بعض نے کہا کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں اسپر تاوان نہیں ہے جیسا کہ تاوان کا استحسان ہو تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا کذا فی
الطحطاوی خلاصہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل
نصفہ کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شراء اور اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں
مرد اسکو بانٹ لین اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے
دو وکیلوں کے قسمت پذیر سے مراد کیلی اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار ہو جاوے تقسیم سے جیسے کہ دو وکیلوں کی پیدوار ہو گا انکو مثلاً ہزار درہم
دیکر بیچے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنی وہ چیز ہلاک ہو اور اسپر
اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے
مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اسکے کہ ودیعت جو قسمت پذیر نہیں کہ اسمیں دافع پر تاوان نہیں
بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے اور غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع
الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ
فی الحفظ واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں پس مودع نے ودیعت
اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس سے اسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں
برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر بہ نسبت مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا لیکن وجوب تاوان کی صورت تلف ہو جانے ودیعت کے ہیں اسلئے کہ شرط مذکور مفید نہیں لہذا
معتبر نہیں ہم عیال لا بدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ للطحطاوی کہا
یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض بعض کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا فمن لان التقیید مفید اور اگر ایسا
نہیں تو تاوان نہیں اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے یعنی اگر مودع غیر لا بدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً زوجہ ہے یا غلام کو سپرد کرے جسکے
دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت کی جو ... راہ کی طرف ہے
تو مودع پر بصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعض عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں آگے
یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو
اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے
پاس ودیعت رکھی اور خالد نے عمرو کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک
ہوئی تو تاوان نہیں ہے یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی
وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اسنے مجکو پھیر دی تھی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیہ یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب
نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القضاء اذا خلط فرقہ ...

بغیرہ فقد لعبہ فیکا یہا ضامن اور مجتبی میں ہے کہ جب دھوبی چوک جائے سوا ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونوں شخص
یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے
تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الحاوی یعنے یہ تفصیل بحث ہے نہ روایت مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شیء فامر المودع رجلا
لیعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے
کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان
لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع
نہ کریگا انتہی وفی المجتبی بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایہما شاء بخلاف غاصب مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ غاصب کے
مودع سے ہم غاصب کا تاوان لینا صحیح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع
علی الغاصب وان علم علی الظاہر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے
پھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے برقول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا ہے
درصورت علم کے رجوع نہیں آگاہ رہ اسواسطے کہ خلاف ہے ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف
آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اسپر دو شخص دعوی کرتے ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں کے
گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا اسواسطے دونوں کے واسطے قسم نکھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے ہونگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور
واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نکھانا اقرار ہے دونوں دعووں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم ہے ولو حلف لاحدہما
ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ہونگے جسکے واسطے
اسنے قسم نکھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار
درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہنچائے یہانتک کہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان لیا جاویگا اسواسطے کہ
یہ فعل اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل فلم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ یعنی
اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی
تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہیں ہے جسکے نکرنے
سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال قد فعلت وکذبہ
فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے
سو اسنے کہا کہ میں نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول
قولہ مودع نے شروع سے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں برقول صحیح جیسا کہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں
جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر
فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی

مالک پر ہو نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اُس
چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا
جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اسپر ہیں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود آخرہا عن ابی دلیۃ لان فیہا تملیکا
وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور
اباحت بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب مؤخر ہے مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالیٰ فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا لمحتاج کالقرض
اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے
قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا دوسرا
ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فرمایا رسول صلعم نے تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض
بثمانیۃ عشر سو یہی واسطے یعنے بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجتمند اور
خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشر امثالہا اور قرض کا ثواب
اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن
صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض مستقرض کو
معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیٔ قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تحتانیہ مشددہ
ہے اور اسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع
مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور
کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ سے نکل جاے اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک
لزومہ الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ بیان مذکور ہوگا کہ
عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک
ازروے استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی الخلاصۃ
اور خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہان قبول کا ہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت
کے سو مستعیر نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مرتب تو یہ ہے عاریت کا امانت
یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطها قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی
شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کی شرط سے اسواسطے کہ عاریت میں شرط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم قابلیت انتفاع سے
اور نمبر ۱۲ کا عاریت ہونا مسئلہ کے حق میں نکل گیا اور شرط یہ ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور شکر اور فور کا
عاریت لینا بلا ایمان جہت اجارہ صحیح نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سوا

بھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں بیچ اور خلاف مثل کے مثال یہ ہی کہ میں گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لاد یا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اتنے لاد اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہی کہ
دوسکے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہوں لادے وکذا التقييد الاجارة بنوع او قدر مثل العارية اور اسیطرح کا حکم ہی اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کے مانند عارية
الثمنين و المكيل و الموزون و العدد المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورة استهلاك عينها روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہی
بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہی اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین کے اسلئے لہذا ان کا دینا عاریت یعنی قرض ٹھہری
معدود متقارب جیسے اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت حقیقت قرض ہی فيضمن المستعير بهلاكه قبل الانتفاع
لانه قرض حتى لو استعارها ليعير الميزان او يزين الدكان عارية تو تاوان دینا اسپر واجب ہی اور اشیاء مذکورہ تلف ہو جاوے قبل انتفاع کے ہم اسواسطے کہ وہ قرض ہی نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی
کو عاریت لیا تا کہ اس سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اسکو رکھکے دوکان کی آرائش کرے تو یہ مستعار در حقیقت عاریت ہی نہ قرض یعنی اسواسطے کہ اسکا استہلاک عین نہیں ہوا ما اعار قصعة
ثريد فقرض ولو بينهما مباسطة فاباحة اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہی اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ دلی اور بے تکلفی ہی تو یہ اباحت ہی ہم ثرید وہ کھانا ہی جو شوربے میں روٹی
ترکیکے سے مرتب ہوتا ہی جبکہ قرض ہوا تو مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہی اور اباحت میں تاوان نہیں وصح عارية السهم ولا ضمان لان الرمي يجري مجرى الهلاك كذا في الصيرفية اور تیر کی عاریت
صحیح ہی اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہی کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہی مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء و الغرس صح للعلم بالمنفعة اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہی منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان يرجع متى شاء لما مر
انها غير لازمة اور معیر کو جائز ہی کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں ويكلفه قلعهما الا اذا كان فيه مضرة بالارض فيتركان
بالقيمة مقلوعين لئلا تتلف ارضه اور معیر کو جائز ہی کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودی عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیوے وان وقت العارية فرجع قبله كلفه قلعهما وضمن المعير للمستعير ما نقص البناء و الغرس بالقلع
بان يقوم قائما الى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت کے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور مستعیر کو
اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اسطرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاوے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہی
کذا فی البحر ہم مثلا درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہی اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارها ليزرعها
لم تؤخذ منه قبل ان يحصد الزرع وقتها اولا فتترك باجر المثل مراعاة للحقين اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین
نہ لیجاے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجر مثل چھوڑی جائیگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعير اعطيك البذر وكلفتك
ان كان لم تنبت لم يجز لان بيع الزرع قبل نباته باطل وبعد نباته فيه كلام اشار الى الجواز في المغني نهاية پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں
اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہی اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہی مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی النہایہ
ہم قول مغنی ہی مختار ہی کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ ومؤنة الرد على المستعير اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر
واجب ہی فلو كانت موقتة فامسكها بعده فهلكت ضمنها لان مؤنة الرد عليه نهاية تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت
ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ہم اس مسئلہ میں دو قول ہیں تاوان قاضیخان کا مختار ہی اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارها ليرهنها فتكون كالاجارة زين الخانية عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو یہ عاریت اجارہ کے مانند ہی کذا فی زین الخانیہ یعنی تو اسکا خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہی کذا فی البحر وكذا الموصى له بالخدمة مؤنة الرد عليه
اور اسیطرح جبکہ واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہی وكذا الموجر و الغاصب و المرتهن مؤنة الرد عليهم لحصول المنفعة لهم اور اسیطرح موجر اور غاصب

اور متن پر پھیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے منفعت کے نہیں کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال الا فمؤنة رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجه اجارة البزازیة یعنی موجر پر خرچ
لازم ہوتا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے جسنے اسکو
اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر ہے کذا فی اجارة البزازیة بخلاف شرکة ومضاربة وہبة قضی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت میں
... المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر ہے کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابة مع عبده او اجیره مشاهرة لا مسانهة او مع عبد
ربها مطلقا یقوم علیها او لا فی الاصح او اجیره مشاهرة کما مر فہلکت قبل قبضها بری لانه اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ
یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ برسہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا قبض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور اور کہا
ہر ہر دار کو اسواسطے کہ مالک وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کے جوہر بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے
پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا وبخلاف الرد مع الاجنبی او ربان کانت العاریة موقتة فمضت مدتها ثم بعثها مع الاجنبی لتعدیه بالامساک
بعد الوقت اور بر خلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت گذر گئی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا
بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیملک الاعادة من الاجنبی بزازیة یعنی قید مذکور محل کا معمول علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی
اگر اجنبی کے دینے میں انقضاے مدت کی قید نہ لگائے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جیسے قول صحیح میں ہے اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جیسے عاریت رکھنے کا مالک ہے
اجنبی سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جبکہ بعد انقضاے مدت کے رد
... مطلقا وبخلاف رد ودیعة ومغصوب الی دار المالک فانه لیس بتسلیم اور بر خلاف ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک لیجا دینے ... نہیں ... جب مالک کو پہنچا دیگا تو تسلیم تامہ
ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعة یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعها ... البناء ونحوه اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین مجھ کو کھانے کو دی تا اسمیں زراعت کروں تو زمین ... کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عاریت ... شامل ہو
عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا الفاظ مدت مستعیر عاریت لینے کا انکار کرے العبد الماذون یملک الاعارة غلام ماذون عاریت دینے کا
مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگری کا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استعار واستهلکه یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثله فاستهلکه ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور نے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دیا سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال
تاوان دے ولو استعار ذهبا فقلده صبیا فسرق الذهب منه ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیه من اللباس لم یضمن والا ضمن
لانه اعارة والمستعیر یملکها اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو
بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر
تاوان ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے مال ہی ضائع کیا تاوان کو دیکر و وضعها ای العاریة بین یدیه فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانه لا یعد مضیعا اما عاریت کو اپنے
سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترکه الحفظ اور
تاوان دیگا اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارة مال طفله لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے لڑکے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے
عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہے یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بیوع الخاری سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت
دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریة فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذهب الطالب فاخذه بغیر اذنه واستعمله فمات الثور ...

خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن اگر شخص نے دوسرے شخص سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجکو دونگا پہر جب کل ہوئی تو وہ آکر بیل کو لیا اور بیل لیا
بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پہر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ضم تو اسمین
دو قول ثابت ہوے جہز ابنتہ بامتعہ جہز مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمرا بین الناس ان الاب یدفع ذلک الیہا ملکا لا اعارۃ
لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا
باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پہر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو یہ اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج یہی ہو کہ باپ ایسے جہیز کو
دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبہی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت کو
دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ہم کہتے ہین اگر ماں یا ولی
صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پہر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور خانیہ مین ہے اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اسکو فلانی چیز
عاریت دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال
الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پہیر دینے کا دعوی
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند اُنکے یعنی علما اور
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال
الوقف کما بسط فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن معلی ابی السعود وتحشیۃ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزینہ
لینے والون کے وظائف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر انکو دوبارہ وقف کے
مال سے دیگا چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین شرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعود رحمہ اللہ سے اور مصنف رحمہ نے اسکو پسند کیا ہے اور اسکے فرزند نے
اسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ
قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول انکا مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا
فی حیاتہ وہلکت او انکرت الورثۃ او قال ودفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ بخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثون نے اسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان لازم
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ہم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی وجہ یہ ہے کہ قرضا دیون امثال دیون سے ادا
ہوتا ہے تو ادعا ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصر قلت وظاہرہ

موہوب لہ کی ملک ہو اور اُسکے وارثون کی ہو بعد اُسکے کذا فی الزیلعی وحملتک علی ہذہ الدابۃ تا دیا بالحمل البتہ کا امر اور مین تجکو اس جانور پر محمول کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت
کر یکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا ہم حمل کا ہے یعنی ہبہ اور کا ہے یہ بھی عاریت محتمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتک ہذا الثوب
اور مین نے تجکو یہ کپڑا پہنایا یا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اُسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اس طرح
نہین بولتے وداری لک ہبۃ اور میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر ہم لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونیکے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنہا لان قولہ
تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہے
بطور عمری کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہو واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہین رکھتا
تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اس طرح کہ اسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کر
لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے
موہوب ہوکر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ حال ہے اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنی محکم ہو تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا
خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انبا عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل او حاصل کلام
یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونون کا احتمال ہو تو نیت معتبر ہو کذا
فی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو چاہتا ہون اپنے فرزند کے نام پر لگوں اقرب صحت ہبہ ہے
ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے اسکے نقیض بجزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے
کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف انہ یہبہ لفلان فوہب ولم یقبل
بر ویکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنے موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو
اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث
ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ نلونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے ہم یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے
شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے
تو جبتک قبول نہ پایا جاسکے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ
کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجائے
قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض
ثابت بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہو تا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعدہ
ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض
بعدہ اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمکن
من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع علیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا
قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا یعنے سامنے کیا تو یہ قبض نہوگا
بسبب اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

سا جیسے کہ فسخ سے ہوا مسلہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبضہ سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبضہ پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ
یا حوالہ کرنے سے ۱۲
لا فاسدہا اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبضہ کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح میں نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبضہ صحیح ہو گیا
بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی الاشباہ ثلثۃ عشر عقدا لا یصح بلا قبض اور اشباہ میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ۲ صدقہ
۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی وابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جبکہ بعض بدل
کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درہموں کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا گیہوں
کی بیع جو سے تو اسمیں تفاضل جائز ہے لیکن نسیہ نہیں ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف جنس تو اسمیں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی
عن المنح ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبضہ سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقا
صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبضہ صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے
بھی اور اگر قبضہ سے منع کیا تو قبضہ صحیح نہیں مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبضہ کی ایجاب کا اعتبار دلالت اور نہی عن القبض
صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبضہ مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہاں جاکر
قبضہ کیا اگر قبضہ واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کامل سے ہم قبضہ کامل ہر قوم کا جو ہے
جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبضہ گھر کا قبضہ ہے اور متحمل القسمۃ میں قبضہ کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا
موہوب پر قبضہ بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبضہ کل اور غیر متحمل القسمۃ میں قبضہ کامل تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب
لا مشغولا بہ ہبہ کامل قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا
وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو مشغول کو ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا
تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنے بصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور بصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی
صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا
طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ موہوب ملک واہب
مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل
لملک الواہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب کے شاغل ہے نہ مشغول
ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا
عدم تمام ہبہ میں مشغولیت ملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ہم منجملہ اسکی صورتوں کے
ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں
اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک
ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبضہ کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند ہو اسواسطے کہ
قبضہ شرط ہے رہن اور صدقے کے تمام ہو سکنے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبضہ کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور ان دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا تجوز

الا لو ادعی ہبۃ الاب لطفلہ اور اشباہ میں ہے کہ ہبہ شغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ میں کہتا ہوں اور اسیطرح عاریت کا
گھر ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا
ہبہ صحیح ہے اسلئے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی والتی وہبہا لزوجہا علے المذہب لان المراۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول
اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے قبضہ میں ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی ہم صورت اسکی
یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمین ہے اور زوج بھی اسیکے ساتھ اسکے گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے واسطے کہ
زوجہ گھر اور اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت
ومن وہبت للزوج دار الہا بہا متاع وہم فیہا التسلیم الکر وہ اور مقر نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا گھر
ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہیں تو یہ ہبہ صحیح ہے یہی قول مختار ہے ہم وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی (ومن وہبت
للزوج دار الہا بہا متاع وہم فیہا فقولان ینمیہا یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہیں تو دو قول
اسمین مرقوم ہیں یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بالمتاع فی یدہ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت
رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہو گا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شاغل بطریق ودیعت
موہوب لہ کے قبضہ میں آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اسکے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتتم محرز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے
قبض کامل سے موہوب مفرغ میں ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پہلے کے ہبہ سے وشئیت پر اور کی ہبہ سے
ثمر پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم ہم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی ہو ومشاع بالی ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان یقسم کبیت
وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنے غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری و حمام صغیر
ہم مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہیں رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا
اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر او حمام صغیر او ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے
لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہے ہم قسمت پذیر ہے چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اسکے کذا فی الدر قہستانی نے کہا
جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر یا ور محتمل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے اور منتہی بحر الرائق میں ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے
کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سوا ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے چنانچہ
گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی
عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ
اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب ٹھہرا ہم ورسے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ
عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہائی خاکر
عبارت سے عدم جواز مستفاد ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کی طرف منسوب کیا ہے یعنی حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی
فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہو گا بسبب دور ہو جانے مانع یعنے مانع قبض کامل

اشاعت یعنی صورت قسمت اور تسلیم سے زائل ہوگئی و لو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کردیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کردیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اُسکا تصرف اُسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اُسکا تاوان دیگا درست تصرف اور واہب کا تصرف اُسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسط فی رسم المفتی وقد ذکر المصنف فی شرحہ لبقیۃ احکام المشاع لکن درر مین ہو فصول سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہو قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہو اور مانند اُسکے بزازیہ مین ہو برخلاف اُس قول کے جسکو صحیح کہا ہو عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہو صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اُسکو شرح بیان کیا ہو اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہو کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہو حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہو چنانچہ یہی مین التقانی سے مذکور ہو اور کلام صاحب بحر کی بحث پر دلالت کرتا ہو بیع مشاع کی جائز ہو قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہو شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہو تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہو اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر تسلیم کرے تو اعارہ جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہو مطلقا خواہ قسمت پذیر ہو خواہ غیر شریک سے ہو اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہو نہ محمد رح کے نزدیک خلافا محمد

غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہین اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہو اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہو کذا فی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدر نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہو قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہان جائز ہو اور شرنبلالیہ مین ہو اُسپر اعتراض کیا ہو کہ رجوع غیر ظاہر ہو بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہو قبض کرنے سے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسد ہا اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہو جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہو کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین ہبہ کو باطل کردے والاستحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا وزرعا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق بعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہو نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہو کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونون کو تسلیم کردیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ مین ہم زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہو اور دُر مختار نے یون وجہ بیان کی ہو کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شی واحد کے مانند ہو پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یون ہوگیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ مین تو ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہو کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا لا طارئا کما زعم صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہو تو استحقاق قبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہو اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہو اس محل مین آگاہ رہو استحقاق زرع کو تیسیر مین شیوع مقارن کہا ہو اور نہایہ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہو قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین ہین تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی والاصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور روئین کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین اسواسطے کہ یہ مشاع کے مانند ہو و لو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کردے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کردے تو جائز ہو بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے و لم یکن فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر ثم اور کہا کفایت کرتا ہو جدا کرنا موہوب لہ کا واہب

اذن سے دینے کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کفایت کرتا ہے شخ اور دقیق فی بر و دھن فی سمسم و سمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید یعنی
اس آٹے کو جو گیہوں میں بالقوۃ ہے اور اس تیل کو جو تلوں میں ہے اور اس گھی کو جو دودھ میں ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہیں ہوا اسلئے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مملوک
نہوگا مگر عقد جدید سے۔ ثم عدم جواز کا سبب یہ ہے کہ گیہوں تبدیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتی ہیں کذا فی الدرر
وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوکہ ہوجاتا ہے قبول کر لینے سے
بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جبکہ موہوب لہ قابض نے
ہبہ قبول کیا وہ اپنی واسطے عمل کرنے والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہے جبکہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہوجاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف وان تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ
دونوں قبض ہم جنس نہوں متغائر ہوں تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنی کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا پس اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور جنس ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے
اسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اس شخص کا جسکی
فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ
صغیر انکے عیال میں ہو اور ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ
اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہے
عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہوا اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اسکے مودع کے ہاتھ میں اسواسطے ہبہ مذکور تام ہے
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہوسکے
تو اسمیں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن
فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں
میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود یعنی انکی پرورش اور حمایت میں نہو اور انکے نہونے کے وقت
ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لا لفوات الولایۃ
اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہے اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو
اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل
اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ
حتی لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے
کہ نابالغ نفع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اسپر لاحق ہوتا ہے تو
صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز انتہی
میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے

اور بعض نے تصحیح کی کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ہم کہتے ہیں کہ ہمارے علماء کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام
وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اس قول
کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے قہستانی نے جواز قبض مربی الطفل با وجود حاضر ہونے
باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے اور تصحیح نقد مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی
لکن فی تحفۃ یحتمل الوصل ولو بامر الاجنبی ایضا فتامل لیکن مصنف رح کا قول احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے ومع وجود ابیہ کے امر الاجنبی کے ساتھ بھی سو
تامل کر یعنی جس طرح مصنف رح کا قول فی الربیع مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے ولقبضہ ومن یعولہ اسی طرح اگر اسکو امر الاجنبی سے وصل سمجھیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے
کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ مراہق اور صغیر کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا
صحیح ہے کذا فی الاشباہ وفیہا حسنات الصبی لہ ولابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور اشباہ میں ہے کہ صغیر کی نیکیاں اسکے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے انکا اور اسکے ماں باپ کو تعلیم
وغیرہ کا ثواب ہے اور بعض کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اسکے والدین کو ہے اور قول مستند یہی ہے صغیر ہی کو ثواب ہے مگر گناہ صغیر پر نہیں ہیں اور حسنات اسکا کفارہ ہونگا
اسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس
مال کا کھانا مباح ہے جو اسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی ما فی الشرح تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو چیز ہبہ ہوئی اور ماکول نہیں تو مباح نہیں مگر ضرورت
چنانچہ افلاس والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح للصبیان کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب او من
معارف الام فللام قال ہذا للصبی اولا اور لوگوں نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے جیسا بچہ کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملک ہوگا اور
اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اسکے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کا ہوگا ورنہ ماں کے اقارب و دوستوں سے ہے تو
اسکی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے
تو اسی کا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا
لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کو اسکے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اسکو جائز نہیں جبتک
کپڑے بنانے کے وقت یوں بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں تا مگر یہ کہ اسکے
حق میں اتخاذ کو تسلیم محمول کیجیے نیز اسمیں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہیں تا غیر کو دینا ممکن ہو
انتہی لان لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور
مبتغی میں ہے کہ بدن کے کپڑے کا مالک صغیر ہوتا ہے انکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا قبض
تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا
کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی
وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اسمیں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد
کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو سب میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر
ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو
نہ کسب میں تو اگر اسکو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ بیٹا اپنا مال امور خیر میں صرف کرے تو یہ بہتر ہے اسکے وارثوں کے چھوڑ جانے سے منتقی اور تحفہ کا قول مختار ہے کہ عطا یا ہبہ میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے
میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ نے اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کردیا تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا
ہم یعنی ایک بیٹے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد قبضہ کے منقوض نہ ہوگا جاری ہوگا لیکن آخرت کا سبب گناہ ہے تو نکرنا چاہیے اور بعض مذاہب میں ہبہ
مذکور صحیح نہیں ہوگا اگر کسی کو … میراث پاویگا کذا فی الطحطاوی اور یہ قول مشہور ہے … قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیہا لا یجوز ان یہب
شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں ہے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے
یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہو وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتی لا یرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب
اپنا ہبہ پھیر نہ سکے وقبض زوج الصغیرۃ … بعد الزفاف ما وہب لہا قبضہ وبحضرۃ الاب فی الاصح لنیابتہ عنہ فصح قبض
الاب کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا گیا تو اسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول
صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج کے اسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کا نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض …
شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہو تو اسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا اور زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف
لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وہب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع وہو من
یعنی دو شخص نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بسبب عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا
کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں
بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ میں ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ
ہبہ کا مانع ہے واما ما لا یحتمل کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق امام اور صاحبین کے
صحیح ہے قید بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا یعنی دو بالغوں کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے
بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت
یوں ہے لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونوں کتابوں میں … تعلیل … ہے کہ واہب … ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف شائع
باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیال کی ضمیر … ہے برخلاف … شارح کے اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی قیدنا بالہبۃ لجواز الرہن
والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز … ہبہ کی قید لگائی … جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے
پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے ولو تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ
تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جبکہ دس درہم دو فقیروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا
ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ہم زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے حضرت حق تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک
حتی لو قسمہا وسلمہا صح … نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر
دراہم مذکورہ کو تقسیم کرکے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ہم نفی صحت سے نفی ملک ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے وہب رجلین درہما
صحیحا صح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہبہ کیا اگر درہم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا
لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درہم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درہم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اسپر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہیں ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود
نہیں کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہو گیا اور قیمت اسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع
جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا بدن زیادہ ہو گیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور
شبری ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات میں اور اسیطرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط کو ذکر کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل
زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کہتا ہوں و تحریر ان عدم زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین ہبہ میں بشرطیکہ عمارت
اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت میں معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے و بوجد فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط
زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ
اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کچھ عمارت بنائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کچھ بنانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں
نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت بڑا ہو اور یہ زیادت نہ ٹھہرے گی تو
اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طول و عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ
کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی و سمن و جمال و خیاطۃ و صبغ و قصر ثوب و کبر صغیر و سماع اصم و ابصار اعمی و اسلام عبد و مداواتہ و عفو جنایتہ و تعلیم قرآن و کتابۃ
و قراءۃ و نقط مصحف باعرابہ و حمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا و نحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے سفید ہونے کے
اور جوان ہو جانے صغیر اور سننا بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اسکے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم
تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادنے چھوہارے کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلا اور مانند
اشیاء مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو
اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور
مقتول کے وارث نے اسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اسکو زیادت متصلہ کی مثال
قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا امتنع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے
تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے یعنی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو
درصورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ کالکبر القول للواہب و فی نحو بناء و خیاطۃ و صبغ للموہوب
خانیۃ و حاوی و مثلہ فی المحیط لکنہ صحح ان کان لا ینبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں
اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول
ہے کذا فی الخانیۃ والحاوی اور مانند اسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عبارت کو صحیح کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم توضیح اختلاف
یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف
میں درصورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش و عقر و ثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی
مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا
اور اسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا اور زیادت

منفصلہ

سوائی جیسے مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں اور نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ولشتراطہ ان لایکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن الباقی لایصح فلہ الرجوع فی الباقی اور شرط یہ ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دیا تو صحیح نہیں
تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخران کانا فی عقدین صح والا لا ان اختلاف المجلس کاختلاف العقد کاختلاف العین اور
اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دیدے تو اگر دونوں چیزیں دو عقدوں میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور
اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کی مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ والرجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں
ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوب پر قبضہ کیا اور پھیر دراہم کا بدلا بعینہا یا بغیر عینہا دیا تو رجوع جائز نہ ہو گا اور رجوع اسی وقت ممکن ہے جائز ہوگا جبکہ
دراہم موہوب بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو خرچ کرنا ہلاک کا مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا
لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا میں موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی
صحیح ہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا ستو کچھ ستو پانی میں گھول کر پھر اسکو
عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح سو ہبہ کیے
ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو پس یہ موہوب باقی نہ گویا دوسری
چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوبہ لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ
کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے
عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے
تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض
عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر
جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے اس شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف اداء دین ہم
یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف اداء دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے
اسواسطے کہ اداء دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر باداۂ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ
جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس و ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں
تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس و ملازمت کی قید سے اداء نذر اور کفارہ دینے کا
امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس و ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ
علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا
ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یشکل علیہ الامر بالانفاق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیہ
مع انہ لا یطالب بہما بالحبس والملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے میں خرچ
یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

گوشت ملکہا مین داخل ہوتا ہی تو خروج عن الملک ثابت ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ قربانی مذکورہ اور شئے اداہو جاتا ہی محمد رح کے
نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہین اور صحیح یہ ہی کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہو شاید المتعۃ والقران والنذر یعنی اور قربانی کے مانند متعہ
اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام مین نذر مطلق مراد ہی تو اس سے تکرار ثابت نہوگی فی المنہاج وان وہب ثوبا
فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للشافعی او منہاج مین ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف
مذہب امام ابو یوسف رح ہم جب تک فقیر نے خیرات نہین پائی تب تک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر ذبح کیا ہو
کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطأ فوہبہ مولاہ لمن علیہ

او الموصوف الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم ان رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع فانہ یکون
غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکو دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہو گئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان
کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکرے گی اور امام رح کی ایک روایت مین جیسے نکاح عود نہین کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو
اُسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والاوجہ ان الزوجیۃ وقت الہبۃ اور اسی سے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامراۃ ثم نکحہا رجع اور اگر ایک عورت کو ہبہ کیا
پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامراتہ لا وبالعکس انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس
انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا

تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اذ لا ید للمحجور اما لو اوصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہین ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو
اگرچہ ہبہ اسکی مرض الموت مین ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جاویگا اسواسطے کہ محجور کو کچھ تصرف نہین اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کرے اپنی موت کے بعد یعنی یون کہے
کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہین رکھتی بسبب محجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ
نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا
کذا فی الشمنی ہم محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیت ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت تو وہ
لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی ولعبد اخیہ رجع او اگر واہب نے ہبہ کیا محرم کو
جس سے قرابت نہین چنانچہ اپنی رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربیبہ کو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا
غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ہم ابن عم کے لفظ سے متن مین مبالغہ کرنا صحیح نہین ہوا اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور
صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ مین رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ مین رجوع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذوا رحم
محرم من الواہب فلا رجوع فیہما اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع ہی اور اگر دونون یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار
ہون تو رجوع جائز نہین باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنابر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونون شخصون مین سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہی رجوع فی الہبہ کا
کذا فی البحر ہم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیت کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا وہب لاخیہ واجنبی ما لا یقسم فقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع واہب اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ
پیالہ یا چکی ہو دونون نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے مین رجوع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والہامہ لک العینی

بیع اور ہبہ کا فاسد ہوگیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مراد ہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا ابطال اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی
زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع کرنے سے کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ
جیسے اونٹنی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور جیسے مملوک کی جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور مال کمائی واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو
معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع کہبۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابتہ
جاز منہ الاتفاق منہاج جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سابقہ کے جیسا کہ ہبہ واہب کی قرابت میں
تو ان دونون کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ
اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شیئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے
عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو اسکا یہی حکم ہے لعلم یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمین اقالہ کرنا مانع نہیں
بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین
غیر مقبوض ہے وفی الدر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور دُرر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع
زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملک میں ہو سکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے
پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع
فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار نکلا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھریگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنے
فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے
پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہہنا لان
قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور
یہان غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں فی الاعاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت
تلف ہو جائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاء فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویؤخذ بالشفعۃ
ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے
تو دونون عوضون میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیۃ سے
پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یون کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا
کہ میں نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونون میں ہوگا اور اسیطرح
خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونون میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونون کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم
جائز ہوگا اور قبض شرط نہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء وانتہاء

یقینی نہین لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مثال سوم یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہان وصیت کہا جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط ہبہ بطریق
عمری جائز ہے اور موہوب له اسکا مالک ہے جسکو مدت العمر کیواسطے دیا اور بعد اوسکے اوسکے وارث کا مالک کردیا بسبب باطل ہونے شرط کے ہم عمری قسم اول یہ ہے کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب له مرجاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب له
اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینیکی شرط باطل ہے لا یجوز الرقبی لانها تعلیق بالخطر رقبہ جائز نہین کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ہم رقبی یہ ہے کہ میرا گھر تیرا ہے
بطریق رقبی یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مر جاے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہین بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی فاذا لم تصح تکون
عارية للمعمر لحديث احمد وغيره من اعمر عمرى فهو للمعمر في حياته وموته لا ترقبوا فمن ارقب شيئا فهو سبيل الميراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اوسکا مالک زندگی اور
موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبہ نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبی کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے
کی میراث ہے بعث الى امراته متاعا هدايا اليها وبعثت هي له ايضا هدايا عوضا للهبة صرحت بالعوض او لا ثم افترقا بعد الزفاف وادعى الزوج
انه عارية لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هي الاسترداد ايضا يسترد كل منهما ما اعطى اذ لا هبة فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ
بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اوسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے
دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریتا تھا نہ ہبہ اور اسپر اوسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بھی نہین یعنی اوسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استهلك
احدهما العين الاخر ضمنه لان من استهلك العارية ضمنها خانية اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اوسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اوسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم
نہوگا کذا فی الطحطاوی هبة الدين ممن عليه الدين وابراؤه عنه يتم من غير قبول اذا لم يوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اوس شخص کو
جسپر دین ہے اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو
ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے اوس قبضہ کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لكن يرتد بالرد في المجلس وغيره لما فيه من معنى الاسقاط
وقيل يتقيد بالمجلس كذا في العناية ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہے مجلس اور غیر مجلس مین رد کردینے سے اسواسطے کہ
اسمین معنی اسقاط ہے اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ
اوسمین معنی اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لكن في الصيرفية لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم بعد ايام رد لا يرتد في الصحيح
لیکن صیرفیہ مین ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہانتک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اسپر یہ استدراک ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولكن في المجتبى الاصح ان الهبة تمليك والابراء اسقاط لیکن مجتبی مین ہے

صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ مستدرک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک
لیکن یہ مستدرک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر تملیک الدین ممن لیس علیه الدین باطل الا فی ثلث حوالة ووصیة واذا سلطه ای سلط المالک
غیر المدیون علی قبضه ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں
اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی م جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمہ سے محال علیہ کے ذمہ
اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
ومنه ما لو وهبت من ابنها ما علی ابیه فالمعتمد الصحة للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر
ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے م یعنی تسلیطا بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول
یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا
فی الطحطاوی ویتفرع علی هذا الاصل لو قضی دین غیره علی ان یکون له لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین اور اسی اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے
کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمہ ہے وہ وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منه ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمی فی کتاب
الدین عاریة حیث یصح اقراره لکونه اخبارا لا تملیکا فللمقر له قبضه بزازیة وتمامه فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں ہے کہ دائن
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک
ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیة اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ
ہوجائیگا اور اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیة وغیرها قلت ویشکل لان الاضافة الی نفسه یکون تملیکا وتملیک
الدین ممن لیس علیه باطل فتامله اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیة وغیرها میں
کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرلے
م جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین یعنی بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحاشیة فی الاشباہ فی
قاعدة تصرف الامام منوط بالمصلحة البزازیة اصطلحا ان یکتب اسم احدهما فی الدیوان فالعطا لمن کتب اسمه الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں
بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے
واسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا
اسکو دیا جائیگا جسکے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضا غیر کو اسمیں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی والصدقة کالهبة
بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کی مانند ہے بواسطے اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ بلا عوض غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکسان ہیں وحینئذ لا تصح
غیر مقبوضة ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کی مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا رجوع
فیها ولو علی غنی لان المقصود فیها الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا
ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الخانیۃ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہی اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمین علما کا اختلاف
ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی ہوا اسلیئے کہ تملیک اور ہبہ مین تغایر ہی
باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے
تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق
چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل تحفہ شارح کے کتب فقہ الی السلطان لیبالہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا
ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن المقصود الوصول اقیم السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی
سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا مین نے اسکو مالک کردیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ
ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کردیا گیا اھ وجہ قیاس یہ ہی
کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اسکے سوال پر تاکہ زوج
وسعت کرے مصارف مین پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا
جائز نہین اور اگر اسنے دیا ہو تاکہ زوج اسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لابنہ مالا یتصرف
فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمین تصرف کرے سو اسنے
تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہوگیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب
وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اسی برتن مین مباح ہی یا نہین
جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اسکی جاتی رہے تو
اسمین کھالینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو
مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اسکا
مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعا قوما
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو رب البیت الا ان یناولہ الخبز
المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو
دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی
اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس
تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ مین ہے
کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر
جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلاؤن پر مگر پانچ صلات مین ہے صلہ
کی اور صلہ عبارت ہے ادا کرنے مال سے بلا استعاضہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال
وقف صلاؤن پر زبردستی نہین مگر چار صلاؤن پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال مین سو شفعہ مین
تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی
صورت واسطے وصیت ہے فافہم کیونکہ اسکا علاقہ بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا الشرنبلالی فقلت
دین لیس یرجع مطلقا ۔ وابراؤ ذی نصف یصح المحرر ۔ اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مرد محقق ہے صورت ابرا
نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نصف دین معاف کردے یا اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف
یعنے چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی شعر علی حجہا او ترک ظلم لہا ۔ اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر ۔ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اس شرط سے کہ حج کراوے
یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کرانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نتھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہے وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا ۔ وانکاح اخری لم یرد فیظفر ۔ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر یاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق
نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے شعر وان یبرئ الانسان مال مبیعہ ۔ فابراؤ خذ منہ کالدین اظہر ۔ اور اگر آدمی نے
اپنے مبیع کا مال یعنے ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ابراء ثمن کی یہ صورت
ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعض قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اسکو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا شعر ومن ہب ارض فی البناء صحیحۃ
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ۔ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامل مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمین تامل کرو اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور ینابیع اور تتمہ سے منقول ہے اور دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہے کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہے اور بائع نے
عمارت اسکو ہبہ کی ہے اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے
نزدیک استدلال مین نظر ہے اسواسطے کہ یہان کی صحت اتصال ملک ارض سے حاصل ہوئی ہے اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا
اسواسطے کہ قبض شرط ہے ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہے تبیین مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے
ہے انتہی اور کافی مین ہے کہ اگر غلہ زرع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور مین پھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو
کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اور کھیرنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا
استحسان کی وجہ سے گویا اُسنے علاحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ ولیا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہی
تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت مین ہے جبکہ واہب نے
عمارت ڈھانے اور قبض کر لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ انہ لا یرجع واختارہ
بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہے خواہرزادہ سے کہ بعض ثمن جب مشتری
بائع سے ثمن نہ پھیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہے وبلفظ ای بنکاح ضرتہا لانہ یردہ للابراء الباطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ لیظفر
اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کر لینے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابراء کے رد کر لینے سے اُسنے تعلیق طلاق کو
باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسے
کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسے گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُسمین سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال
کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہے ایک مرد مر گیا سو دوسرے
شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کے واسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اسکے
واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ شخص ہے جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند
اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے
کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٭

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار بار سوم مطبع نامی صاحب افاضت دستور جناب منشی نولکشور
دام اقبالہ واقع لکھنؤ شہر ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۸۹۲ء مین چھپکر تیار ہوئی

(جلد دوم) دونوں جلدین آخر ین معاملات۔

در المختار شرح تنویر الابصار مختصر منقول از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل۔

فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار کامل ... جلد

ہدایہ مع الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن۔ اسکے مجلدات الحمد ین ... جلد اول و دوم تا آخر نکاح و جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ...

فتاوی قاضیخان۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی کامل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ مشہور ... قلم۔

ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین۔ از بیع تا وصایا محشی جدید۔

کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور و متداول

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱)۔ دونوں جلد عبادات

(۲)۔ دونوں جلد معاملات

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔

عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسین درسی متداول۔

شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ۔ از شیخ ... بن الیاس دو مجلد۔

اصول فقہ عربی

نامی التحقیق شرح حسامی۔ از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح۔ از صدر الشریعہ و علامہ تفتازانی مع کامل ... حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ۔

حسامی۔ از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت۔ از ملا بحر العلوم نہایت نفیس۔ معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی محشی۔ محصول الحواشی از مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدیں۔

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری۔ ثانی زیر طبع۔

ایضاً فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی چہار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی ... معروف۔

جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ ... صحاح ستہ میں سے مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی

قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری شرح خط نسخ۔

سنن ابو داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل۔ ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔

عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ۔

تفسیر (اردو)

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم۔ کامل دو جلد ...

تفسیر زاد الآخرت۔ نظم میں پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلدیں میں از

مولوی عبد السلام

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف۔ سہ مصرعہ از مولوی فضل

الیضاً۔ چہار مصرعہ۔

تفسیر سورۂ مترجم۔ باترجمہ اردو۔

الیضاً فارسی

تفسیر حسینی۔ از ملا حسین واعظ۔ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر بحر مواج۔ ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طریقہ تعلیم تفسیر اول منزل۔

تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین ... در تصوف۔

میزان الفرقان۔ در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیسی۔

الیضاً عربی

عرائس البیان۔ جو صف بین مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیاء اور تفسیر کی حاشیہ پہ مولفہ خاتم الاولیاء محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدیں

(جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔

(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج ہے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست کہ ہر چیدا و شیرازۂ شہرۂ بڑا کی اصطلاح ہے تقا۔ فرعون و قارون کا نام تقبیل روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا غرضکہ کیا واقعی تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و لیسا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ الاسکو جواہر رقم خوشنویس سے لکھوا بہت عمدہ چھپا۔

فتح الخبیر۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ مجتبائی۔

تفسیر جلالین مع کمالین۔ محشی جدید مطبوعہ دہلی۔

تفسیر سراج المنیر۔ چار مجلد میں مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع افادہ بیضاوی و کشاف و معالم و تفسیر کبیر و مزید فوائد تحقیق و قراءت سبعہ و عشرہ نقل از چھاپہ مصر۔

تبیان فی اعراب القرآن۔ مولفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عبکری محدث مفسر نحوی متوفی سنہ ۔۔ھ اس فن کی کوئی کتاب ہندوستان میں طبع نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہو گیا ہے۔ حاشیہ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لکھا ہوا ہے۔

تفسیر کمالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارہ عم پہ شرح مولانا تراب علی مرحوم در النظیم۔ خواص و تاثیرات آیات و سورہ قرآنی مولفہ قاضی ابو الحسن البصری۔

توریت۔ بزبان عربی۔ ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا۔ اور اردو

ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا

اخلاق و تصوف (اردو)

جامع الاخلاق۔ ترجمۂ اخلاق جلالی۔

تہذیب النفوس۔ از سید فخر الدین حسین۔

باپ دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش۔

اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان۔

ترجمہ عوارف المعارف کامل دو جلدیں مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی۔

خزینۂ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش۔

بستان تہذیب۔ جامع اخلاق و ادب مترجمہ نواب حاجی محمد عمر علیخان صاحب و غیرہ رئیس جہانگیر مطبوعۂ نظامی۔

مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل۔

پیراہن یوسفی۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف۔

بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس میں۔

آبحیات۔ اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کامتا پرشاد۔

اکسیر ہدایت۔ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت

جامع شریعت و حقیقت مترجمہ مولوی فخر الدین احمد

کیمیائے حکمت۔ حصہ اول۔ بیان شرافت علم و ادب۔

سبحات المومنین۔ ذکر کرامات حضرت شاہ ... مطبوعۂ مطبع پٹیالہ۔